فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

105

15 ذیقعد 1432ھ 14 اکتوبر 2011ء

تلوار کا حقدار

انداز حکمرانی

قیمت 5 روپے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

''(یہ صدقات) ان محتاجوں کے لیے ہیں جو اللہ کے راستے میں روکے گئے ہیں، زمین میں سفر نہیں کر سکتے، ناواقف انھیں سوال سے بچنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے، تو انھیں ان کی علامت سے پہچان لے گا، وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے، اور تم خیر میں سے جو خرچ کرو گے سو یقیناً اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔''

(البقرہ: 273)

(اسامہ نسیم، فیصل آباد)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے چکر کاٹتا پھرتا ہے تاکہ اسے دو ایک لقمہ یا دو ایک کھجور مل جائے۔ بلکہ اصلی مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے بے پرواہ ہو جائے' اس کا حال بھی کسی کو معلوم نہیں کہ کوئی صدقہ ہی دے دے اور نہ وہ خود ہاتھ پھیلانے کے لیے اٹھتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

(اسامہ نسیم۔ فیصل آباد)

پہلی بات

پیارے بچو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنائیں کیسی گزر رہی ہے......؟ امید تو یہی ہے کہ بہت ہی اچھی گزر رہی ہوگی۔ ان شاء اللہ

پچھلے دنوں آپ نے سنا ہوگا کہ فیصل آباد کے ملت گرائمر سکول کی بس اسلام آباد سے واپسی پر ایک کھائی میں جا گری، جس سے بہت زیادہ اموات واقع ہوئیں۔ 42 طلباء سمیت 145 افراد موقع پر ہی فوت ہوگئے جبکہ کئی ایک علاج کے دوران اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ یقیناً یہ ایک بڑا ہی افسوس ناک واقعہ تھا۔ اللہ ان تمام ننھی جانوں کو جنت کے بڑے اونچے محلات عطا کریں اور ان کے والدین کو صبر دیں۔ آمین

پیارے بچو! مختلف سکولوں کی طرف سے تفریحی مقامات کی سیر کے لیے طلباء کا جانا ایک عام بات ہے۔ اگلے کچھ عرصے تک شاید آپ میں سے بھی کچھ طلباء اپنے سکول کے کسی ایسے ہی پروگرام کا حصہ ہوں۔ اس حوالے سے ہم سمجھتے ہیں کہ چند ایک باتوں کا آپ کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ یہ تو بجا ہے کہ اچھی اور بری تقدیر پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے مگر پھر بھی اسلام ہمیں ہر معاملے میں احتیاط سے کام لینے کا حکم دیتا ہے۔

اس حوالے سے پہلی گزارش یہ ہے کہ آپ فی الفور سفر کی دعا یاد کریں۔ اکثر ہم سواری پر بیٹھنے کی دعا: ''سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ'' کو ہی سفر کی دعا سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ سفر کی دعا اس سے قدرے مختلف ہے۔ یہ دعا روزمرہ کی دعاؤں کی کتب جیسے ''حصن المسلم'' میں آسانی سے مل جائے گی۔ اسے یاد کیجیے اور ہر سفر کے آغاز میں اسے پڑھنا معمول بنالیں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ زیادہ تر ایسے سفر کرتے وقت گاڑیوں میں گانے وغیرہ لگا دیے جاتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات سے دور انتظامیہ بھی اس بات کی پرواہ نہیں کرتی حالانکہ سفر کو رسول اللہ ﷺ نے عذاب کا ٹکڑا قرار دیا ہے۔ اس لیے اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ اپنے والدین کے ذریعے اساتذہ کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ گاڑی میں ایسے کسی بھی کام کی اجازت نہ دیں۔

تیسری اور آخری گزارش یہ ہے کہ اس بات کا خیال رکھا جائے کہ سکول انتظامیہ ''اوور لوڈنگ'' جیسے غیر قانونی کام نہ کرے۔ آپ سب اسلام و پاکستان کا قیمتی سرمایہ ہیں' اس لیے آپ کی دیکھ بھال کا مکمل انتظام کرنے کے بعد ہی کسی تفریحی پروگرام کی تیاری کرنی چاہیے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ آمین

والسلام

ایڈیٹر روضۃ الاطفال

ایڈیٹر
عبدالرحمن

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575
ترسیل: 042-35062910

حضرت ابوہریرہ ؓ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہم قیامت کے دن اپنے مالک کو دیکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چودھویں رات کے چاند دیکھنے میں کیا تم کو شک رہتا ہے۔ جب اس پر ابر نہ ہو (مطلع صاف ہو) انہوں نے کہا ہرگز نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: بھلا سورج کے دیکھنے میں تم کو کچھ شبہ رہتا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں بالکل نہیں۔ اسی طرح تم اپنے مالک کو بھی دیکھو گے۔ روز قیامت لوگ اکٹھے کیے جائیں گے۔ پھر پروردگار فرمائے گا جو کوئی جس کو پوجتا تھا' وہ اس کے ساتھ ہو جائے۔ تب کوئی تو سورج کے ساتھ ہو جائے گا اور کوئی چاند کے اور کوئی شیطانوں اور بتوں کے۔

اس امت کے لوگ (مسلمان) رہ جائیں گے۔ ان میں منافق وغیرہ سب ملے جلے ہوں گے۔ پھر اللہ جل جلالہ ایک نئی صورت میں ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا میں تمہارا اللہ ہوں۔ وہ کہیں گے ہم یہیں رہیں گے' جب تک ہمارا مالک آئے' جب ہمارا مالک آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اگلی صورت میں ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا میں تمہارا اللہ ہوں' وہ کہیں گے بے شک تو ہی ہمارا خدا ہے۔ پھر ان کو بلالے گا اور پل صراط دوزخ کے درمیان میں رکھا جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں سب پیغمبروں سے پہلے میں اپنی امت لے کر پار ہو جاؤں گا۔ اس دن سوائے پیغمبروں کے کوئی بات نہ کر سکے گا اور پیغمبر بھی بات کیا' یہی دعا کریں گے یا اللہ بچائیو' بچائیو!

اور (دیکھو) دوزخ میں سعدان کے کانٹوں کے شکل کے آنکڑے ہوں گے۔ تم نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں! دیکھا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: بس وہ آنکڑے اسی سعدان کے کانٹے کی شکل کے ہوں گے۔ مگر اتنے اتنے بڑے کہ اللہ ہی ان کی بڑائی جانتا ہے۔ وہ لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق جھپٹ لیں گے۔ کوئی تو اپنے برے عمل کی وجہ سے بالکل ہلاک ہو جائے گا اور کوئی چکنا چور ہو کر پھر بچ جائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے بعضوں پر رحم کرنا چاہیے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا (دیکھو دوزخ کی طرف جاؤ) جو اللہ کو پوجتا تھا' اس کو نکال لو۔ فرشتے ایسے موحد لوگوں کو نکال لیں گے اور سجدے کے نشان سے دوزخیوں میں ان کو پہچان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دوزخ پر حرام کر دیا ہے اور وہ سجدے کا مقام نہیں کھا سکتی۔ تو یہ لوگ دوزخ سے نکال لیے جائیں گے۔ آدمی کا سارا بدن آگ کھالے گی بس سجدے کا نشان رہ جائے گا۔ یہ لوگ کوئلہ کی طرح جلے ہوئے دوزخ سے نکلیں گے۔ پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو اس طرح ابھر آئیں گے جیسے دانا نالے کے کچرے کوڑے میں ابھر آتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ حساب کتاب شروع کرے گا۔ (سارے) بندوں کا فیصلہ چکا دے گا اور ایک شخص بہشت اور دوزخ کے درمیان رہ جائے گا' وہ سب کے بعد بہشت میں جائے گا' اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا' وہ عرض کرے گا:

میرے مالک! میرا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے کیونکہ اس کی بدبو مجھے مار ڈالتی ہے اور اس کی چمک مجھے جلائے دیتی ہے۔ اللہ فرمائے گا اچھا اگر میں یہ کروں تو پھر کوئی درخواست نہیں کرے گا' وہ عرض کرے گا ہرگز نہیں' تیری بزرگی کی قسم! اور جیسے جیسے اللہ تعالیٰ چاہے گا وہ قول و قرار کرے گا۔

آخر اللہ تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا۔ جب وہ بہشت کی طرف منہ کرے گا تو وہاں کی بہار (تروتازگی) دیکھ کر جتنی دیر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے خاموش رہے گا۔ پھر دوسرا سوال کرے گا۔ اے میرے مالک! مجھ کو بہشت کے دروازے تک پہنچا دے (وہاں پڑا رہوں گا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے کیا کیا قول و قرار کیے تھے کہ اب میں کوئی اور درخواست نہیں کروں گا۔

عرض کرے گا پروردگار! بے شک! مگر تیری مخلوق میں سے ایک میں بے نصیب ہوں۔ ارشاد ہوگا اگر یہ درخواست بھی تیری پوری کر دوں تو پھر اور تو کچھ نہیں مانگے گا۔ عرض کرے گا ہرگز نہیں۔ تیری بزرگی کی قسم! اب میں کچھ نہیں مانگوں گا اور جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہے' ویسے قول قرار کرے گا۔

آخر پروردگار اس کو بہشت کے دروازے پر پہنچا دے گا۔ جب بہشت کے دروازے پر پہنچے گا۔ وہاں کی بہار (رونق) تازگی' فرحت دیکھ کر جتنی دیر اللہ کو منظور ہے' خاموش رہے گا۔ پھر تیسرا سوال کرے گا۔ پروردگار! مجھ کو بہشت میں پہنچا دے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا آدم علیہ السلام کے بیٹے! تجھ پر افسوس تو ایسا دغاباز کیوں بن گیا؟ ارے کیا تو نے ایسے ایسے قول و قرار نہیں کیے تھے کہ اب میں کوئی درخواست نہیں کروں گا؟ وہ عرض کرے گا بے شک کیے تھے۔ مگر میرے مالک! مجھ کو اپنی ساری مخلوق میں بے نصیب مت بنا۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ ہنس دیں گے اور اس کو بہشت میں جانے کی اجازت دیں گے اور فرمائیں گے' آرزوئیں کر (یہ ہو، وہ ہو) جب سب آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو ارشاد ہوگا:

یہ بھی مانگ' یہ بھی تو مانگ' خود پروردگار اس کو یاد دلائے گا۔ جب سب آرزوئیں کر چکے گا تو پروردگار فرمائے گا یہ سب تجھ کو دیں اور دس گنا مزید۔ اب یہ شخص عرض کرے گا یارب العالمین! تو نے مجھے جہنم سے نجات دی اور بہشت میں داخل فرمایا' یا اللہ تیرا مجھ پہ بہت بڑا احسان ہے۔

(بحوالہ: صحیح بخاری' جلد دوم' باب السجو د حدیث نمبر 768)

سجدہ

رحمت الٰہی کا ذریعہ

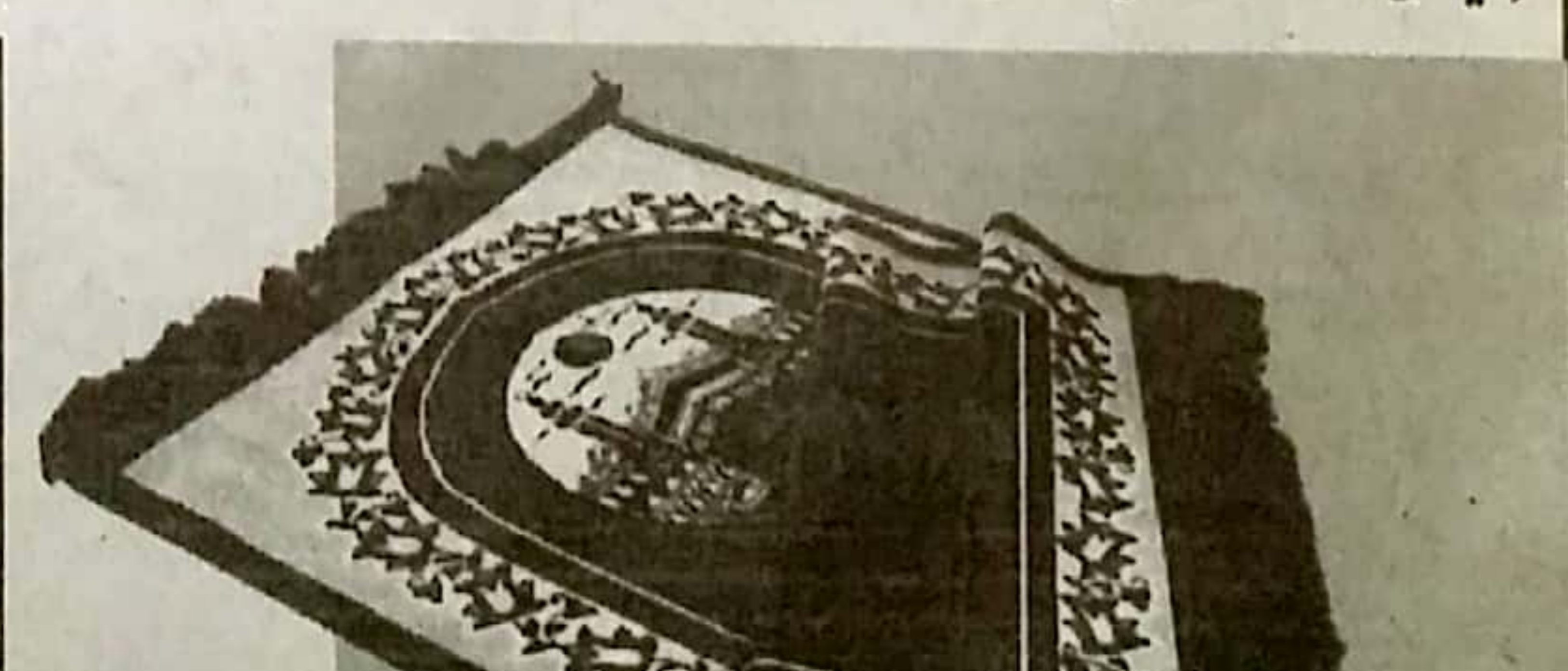

بچپن ان شہیدوں کا......

ان شاء اللہ

ابو قتال منصور شہید رحمۃ اللہ علیہ

اس مرد جری کی شہادت پر کیا لکھوں؟ الفاظ ہی نہیں ہیں اس کے شایان شان پیدا ہوتے ہیں صدیوں بعد دنیا میں ابو قتال منصور جیسے باصلاحیت انسان

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمان قوم اپنے اسلاف کی روایات کی امین ہے۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیرت نبوی ﷺ کو اپناتے ہوئے پرچم اسلام کو سرنگوں نہیں ہونے دیا اسی طرح آج کے اس دور میں بھی ہزاروں نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کو اپناتے ہوئے دین اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کے میدانوں میں قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

حالیہ دنوں میں میدان قتال میں قربانیاں پیش کرنے والوں میں سے ایک نام ابو قتال منصور نثار شہید کا بھی ہے جن کی زندگی کے چند واقعات آپ کے پیش خدمت ہیں۔

منصور شہیدؒ نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی اس گھرانے کا ماحول مکمل طور پر دینی تھا۔ اسی لیے جب تھوڑے بڑے ہوئے تو ان کے والد صاحب نے ان کو جماعت کے سکول میں داخل کروا دیا۔ منصور شہید بچپن ہی سے پڑھائی میں بہت ذہین اور اپنے اساتذہ کا بڑا ادب کرنے والے تھے۔ ان کی لکھائی بڑی خوبصورت تھی جس کی وجہ سے وہ اپنے اساتذہ کی نظروں میں نمایاں رہے۔ ان کے والد محترم بتاتے ہیں کہ ان کے استاد آج بھی ان کے زمانہ طالب علمی کو یاد کر کے ان کی تعریفیں کرتے نظر آتے ہیں۔

منصور شہیدؒ کو گھر میں چونکہ دینی ماحول میسر تھا اسی وجہ سے ان کو جماعت کے کام کرنے میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ ان کے والد محترم ان کے بچپن کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ منصور کی عمر ابھی کوئی 12 سال کے لگ بھگ تھی کہ قربانی کی عید پر کھالیں اکٹھی کرنے کے لیے منصور اور ان کے بڑے بھائی محسن نثارؒ (جو کہ ان سے پہلے شہید ہو چکے ہیں) نے مل کر شہر کے ایک چوک پر کیمپ لگایا۔ کیمپ پر بہت سے لوگ خود کھالیں آ کر دے جاتے تھے اور کچھ لوگ پیغام بھیج دیتے کہ بھائی ہمارے گھر سے آ کر کھالیں لے جائیں۔ ان دنوں ڈبل سواری پر بڑی سخت پابندی تھی۔ منصورؒ نے سوچا کہ کھالیں بھی اکٹھی کرنی ہیں اور ایک بندہ موٹر سائیکل پر اکیلا کھالیں اکٹھی بھی نہیں کر سکتا۔ اسی کشمکش میں تھے کہ اچانک منصور کے ذہن میں ایک تدبیر آئی۔ منصور نے گھر سے کالا برقع پہنا اور بڑے بھائی کو کہا کہ آپ موٹر سائیکل چلاؤ کیمپ پر کسی اور بھائی کو بٹھایا اور خود سارا دن اسی طرح کھالیں اکٹھی کرتے رہے۔

عید کے روز کی یہ کارروائی جب مقامی مسئولوں کو معلوم ہوئی تو وہ بڑے حیران ہوئے۔ انہیں خوشی بھی تھی مگر ساتھ انہوں نے سرزنش بھی کی تاکہ ایسے طریقوں سے جماعت کی بکی نہ ہو۔ یوں عید کے روز ان دونوں بھائیوں نے ڈھیروں کھالیں اکٹھی کیں۔

بچپن میں منصور شہیدؒ کو میٹھا بڑا پسند تھا جس کی وجہ سے ان کا نام مٹھو پڑ گیا۔ شہید بھائی کبھی کبھی مزاح بھی کر لیا کرتے تھے۔

ان کے والد محترم بتاتے ہیں کہ منصور کو بچپن ہی سے میدان جنگ میں جانے کا بڑا شوق تھا۔ ان کی بڑی شدید خواہش تھی کہ ان کی جلدی جلدی داڑھی آ جائے اور جہاد کے قافلے کا راہی بن سکے۔ ایک

دن بازار سے نقلی داڑھی موچھیں خرید کر لگالیں اور گھر آ کر سارے بچوں کو ڈرانا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک چھوٹے بچوں کو ڈرانے، ہنسانے کے بعد نقلی داڑھی اتار دی۔

منصورؒ کو بچپن ہی سے شہادت کی تمنا تھی۔ ابھی ان کی عمر 15 سال ہی ہوئی تھی کہ تمام تربیتی مراحل مکمل کر لیے۔ عمر چونکہ چھوٹی تھی اسی لیے ان کے استاد ان کو اجازت نہیں دے رہے تھے۔ جب بھی جانے کا کہتے تو استاد کہتے کہ ابھی آپ کی عمر چھوٹی ہے۔ شہادت کی تڑپ تھی جو گھر بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ کبھی ابو کی منتیں سماجتیں ہو رہی ہیں اور کبھی امی کی۔ آخر کار ان کے ابو کو ہار ماننی پڑی اور سفارش کی کہ میرے بیٹے کو اجازت دے دیں۔ یوں ان کو اجازت مل گئی۔

قافلہ منزل کی طرف رواں دواں ہوا۔ والدین نے پہاڑ جتنا حوصلہ کر کے اب اپنا دوسرا بیٹا بھی میدان مقتل کی طرف روانہ کر دیا۔ قافلہ منزل پر پہنچا اور دشمن اسلام کے ساتھ معرکے بپا ہونے لگے۔ ایک معرکے میں ان کے کندھے میں فائر لگ گیا۔ جس کی وجہ سے منصور بھائی بڑے پریشان ہوئے، دن رات اللہ سے اپنی صحت کی دعائیں کرنے لگے اور بالآخر اللہ نے جلد صحت دے دی۔ انھوں نے اڑھائی سال تک دشمن کے ناک میں دم کیے رکھا۔

گھر واپس آئے تو ان کے والد محترم نے اصرار کر کے ان کی شادی کر دی۔ شادی ہوگئی مگر شہادت کی تمنا گھر میں چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھی۔ اللہ نے ان کو دو بڑے ہی خوبصورت بیٹے عطا کیے تھے۔

اب کی بار ابوقتال منصورؒ نے اپنے والدین کے علاوہ بیوی اور ہیرے جیسے بیٹوں سے رخصت لی اور میدان مقتل کی طرف چل پڑے۔ منزل قریب تھی کہ دشمن سے ٹکراؤ ہو گیا۔ رمضان کا مہینہ تھا، روزے کی حالت میں مجاہدین اللہ سے شہادت کی دعائیں کر رہے تھے اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معرکے میں ابوقتال منصور کو شہادت کی عظیم موت سے سرفراز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت قبول فرمائے اور ہمیں بھی اسی رستے کا راہی بنائے۔ آمین

(جمع و ترتیب: فیصل امین)

بچپن ان شہیدوں کا...... جن کا لہو اسلام کے پودے کو تناور درخت بنانے میں صرف ہوا۔ جو اس مرتبے پر پہنچ گئے جس کے لیے کائنات کی سب سے محترم ہستی محمد ﷺ نے بھی یہ کلمات کہے:

”ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْیَا ثُمَّ اُقْتَلُ“

یہ بات یقینی ہے کہ آج کے اس دور میں یہی اللہ کے مقرب ترین بندے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کا چناؤ اللہ رب العزت نے خود کیا۔ جو کائنات میں بستے اربوں انسانوں کے درمیان ایک انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کی یہ انفرادیت ان کی پوری زندگی پر چھائی ہوئی تھی تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کا بچپن عام بچوں سے مختلف نہ گزرا ہو...... !بس ہمیں تلاش ہے ایسے ہی انفرادی واقعات کی جو اس امت کے نونہالوں کو ان عظیم ہستیوں کے بچپن سے متعارف کروائیں۔ یقیناً آپ اس تلاش میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ پس ارد گرد نظر دوڑائیے اور ان واقعات کو تلاش کر کے ہمیں لکھ بھیجیے۔ ہم آپ کے خطوط کے منتظر ہیں۔

ادارہ

اسلام کہاں ہے؟

ہم ہند سے آئے تو اسلام کی خاطر
گھر بار جو لٹائے تو اسلام کی خاطر
سر لوگوں نے کٹوائے تو اسلام کی خاطر
حیرت ہے کہ اسلام یہاں ہے نہ وہاں ہے
ہم کو بھی دکھاؤ کہ وہ اسلام کہاں ہے؟

(محمد عثمان اشرف، رائے ونڈ)

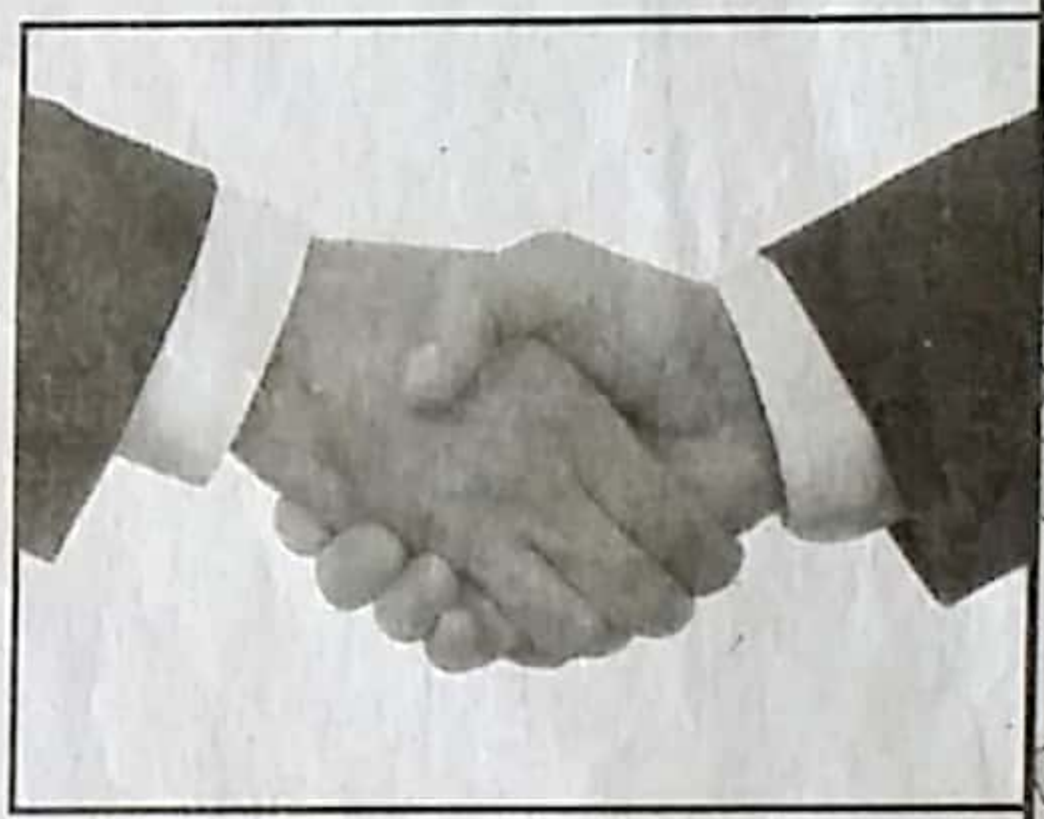

ملاقات کے آداب

1- ملاقات کے وقت مسکراتے چہرے سے استقبال کیجیے، مسرت و محبت کا اظہار کیجیے اور سلام میں پہل کیجیے، اس کا بڑا اجر و ثواب ہے۔

2- سلام اور دعا کے لیے اِدھر اُدھر کے الفاظ استعمال نہ کیجیے بلکہ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ "السلام علیکم" استعمال کیجیے۔ پھر موقعہ ہو تو مصافحہ کیجیے اور مناسب ہو تو گھر والوں کی خیریت بھی معلوم کیجیے۔ نبی ﷺ کے بتائے ہوئے الفاظ "السلام علیکم" بہت جامع ہیں۔ اس میں دین و دنیا کی تمام بھلائیاں اور ہر طرح کی خیر و عافیت شامل ہے۔ یہ بھی خیال رکھیے کہ نبی ﷺ مصافحہ کرتے وقت اپنا ہاتھ فوراً چھڑانے کی کوشش نہ کرتے، انتظار فرماتے کہ دوسرا شخص خود ہی ہاتھ چھوڑ دے۔

3- جب کسی سے ملنے جائیں تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائیں، میلے کچیلے کپڑوں میں نہ جائیں۔

4- جب کسی سے ملاقات کا ارادہ ہو تو پہلے اس سے وقت لیجیے۔ یونہی وقت بے وقت کسی کے یہاں جانا مناسب نہیں۔ اس سے دوسروں کا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور ملاقات کرنے والا بھی بعض اوقات نظروں سے گر جاتا ہے۔

5- جب کوئی آپ کے یہاں ملنے آئے تو محبت آمیز مسکراہٹ سے استقبال کیجیے، عزت سے بٹھائیے اور حسب موقع مناسب خاطر تواضع بھی کیجیے۔

6- کسی کے پاس جائیں تو کام کی باتیں کیجیے۔ بے کار باتیں کر کے اپنا اور اس کا وقت ضائع نہ کیجیے، ورنہ آپ کا لوگوں کے یہاں جانا اور بیٹھنا ان کو برا لگے گا۔

7- کسی کے یہاں جائیں تو دروازے پر اجازت لیجیے اور اجازت ملنے پر "السلام علیکم" کہہ کر اندر جائیے اور اگر تین بار "السلام علیکم" کہنے کے بعد کوئی جواب نہ ملے تو خوشی خوشی لوٹ آئیے۔

8- کسی کے یہاں جاتے وقت کبھی کبھی مناسب تحفہ بھی ساتھ لیتے جائیں، تحفہ دینے دلانے سے محبت بڑھتی ہے۔

9- جب کوئی ضرورت مند آپ سے ملنے آئے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی ضرورت پوری کیجیے۔ کسی جائز سفارش کی درخواست کرے تو سفارش کر دیجیے اور اگر اس کی ضرورت پوری نہ کر سکیں تو پیار بھرے انداز میں منع کر دیجیے، خواہ مخواہ اس کو امیدوار نہ بنائے رکھیے۔

10- آپ کسی کے یہاں اپنی ضرورت سے جائیں تو مہذب انداز میں اپنی ضرورت بیان کر دیجیے۔ پوری ہو جائے تو شکریہ ادا کیجیے نہ ہو سکے تو سلام کہہ کر بخوشی لوٹ آئیے۔

11- ہمیشہ یہی خواہش نہ رکھیے کہ لوگ آپ سے ملنے آئیں، خود بھی دوسروں سے ملنے جائیں، آپس میں میل جول بڑھانا اور ایک دوسرے کے کام آنا بڑی پسندیدہ بات ہے۔ مگر خیال رکھیے کہ مومنوں کا میل جول ہمیشہ نیک مقاصد کے لیے ہوتا ہے۔

12- رات کے وقت کسی کے یہاں جانے کی ضرورت ہو تو اس کے آرام کا لحاظ رکھیے۔ زیادہ دیر نہ بیٹھیے اور اگر جانے کے بعد اندازہ ہو کہ وہ سو گیا ہے تو بغیر کسی افسوس کے خوش خوش واپس آ جائیے۔

(محمد لقمان سلفی۔ چک نمبر 107/9.L)

چادر کا کفن

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی ﷺ کی خدمت میں ایک چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی:

اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے اور اسے میں آپ ﷺ کی خدمت میں لائی ہوں تا کہ آپ ﷺ اسے زیب تن فرما لیں۔ حضور کریم ﷺ نے وہ چادر قبول فرما لی۔ جب نبی رحمت ﷺ وہ چادر پہن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لائے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

"اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ چادر مجھے عنایت فرما

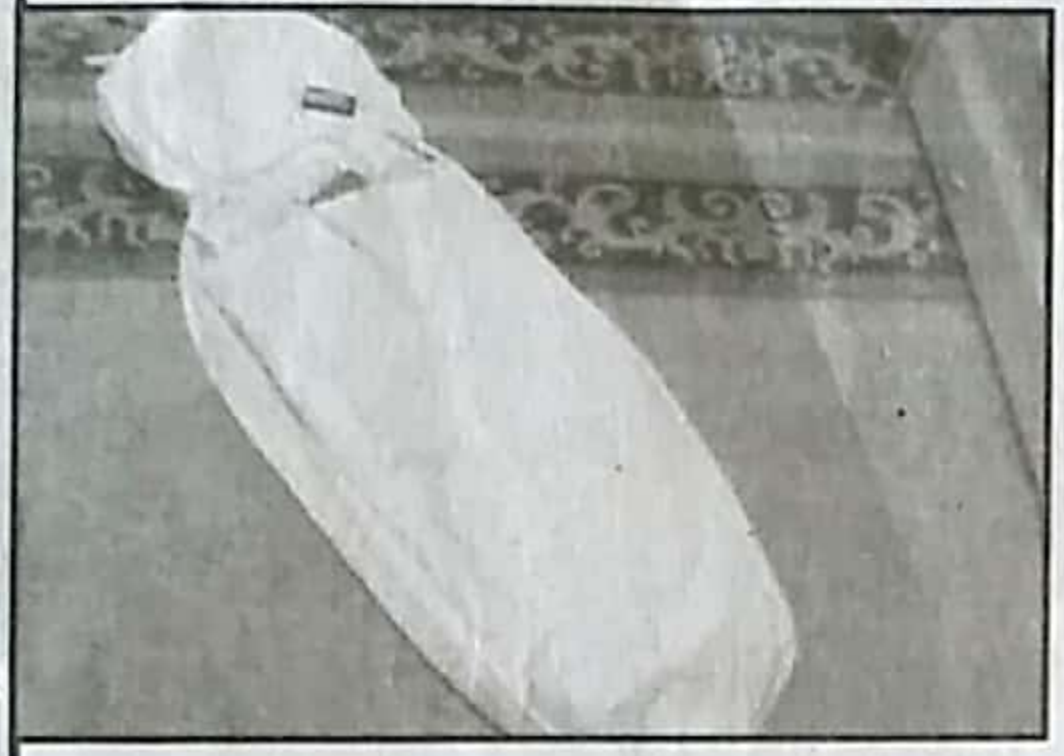

دیجیے۔ نبی رحمت ﷺ نے دوسری چادر بدل کر وہ چادر انہیں دے دی۔"

یہ ماجرا دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے تم نے ایسا کیوں کیا؟

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے ساتھیو! میری تو بس یہی خواہش تھی کہ مجھے اس چادر کا کفن دیا جائے جس کو رسول رحمت ﷺ نے پہنا ہو۔ بس اس لیے میں نے ایسا کیا۔ جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو ان کو اسی چادر میں کفن دیا گیا۔ (بخاری شریف)

(عدنان اکرم اعوان: 103/RB فیصل آباد)

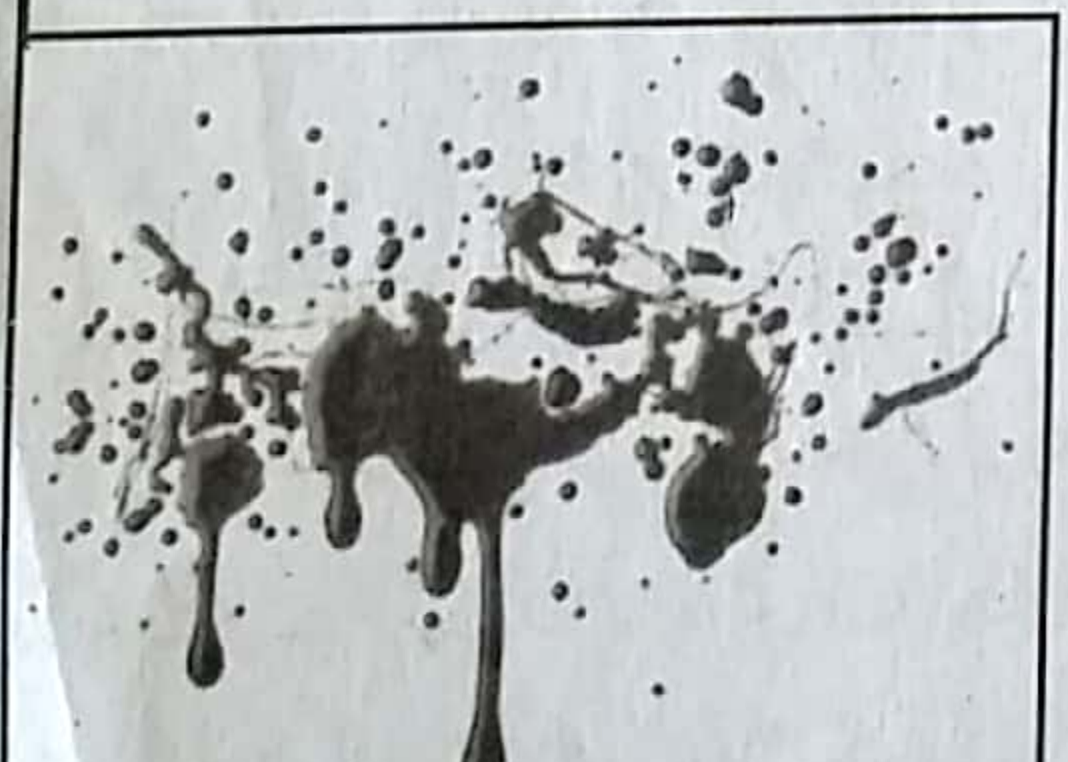

شہادت

☆...... شہادت ایک ایسا کھیل ہے جس میں خون کی بازی لگانی پڑتی ہے۔

☆...... شہادت ایک ایسا راستہ ہے جو سیدھا جنت کی طرف جاتا ہے۔

☆...... شہادت ایک خواہش ہے جس کی ہر مومن تمنا کرتا ہے۔

☆...... شہادت ایک ایسا مقام ہے جس سے انسان اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے۔

☆...... شہادت ایک ایسا پھول ہے جو ہر کسی کو نہیں بلکہ مقدر والے انسان کو ملتا ہے۔

☆...... شہادت ایک ایسا پودا ہے جو میدان جہاد میں اگتا ہے اور اسے صرف خون سے سیراب کیا۔

☆...... شہادت ایک ایسا مزہ ہے جسے پا کر انسان جنت میں بھی اسی کی تمنا کرتا ہے۔

(عبدالباسط۔کوئٹہ)

روضۃ الاطفال

پڑھا جو میں نے روضۃ الاطفال
تو اچانک مجھے آیا یہ خیال
محبت سے میں نے قلم لیا سنبھال
لکھنے بیٹھ گیا اک نظم باکمال
یہ تو تبلیغ دین کا سلسلہ ہے لازوال
اس میں ملتے ہیں فرامین رب ذوالجلال
پیارے نبی ﷺ کے فرماں اور شان بلال رضی اللہ عنہ
صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات سے بڑھتا ہے حسن و جمال
جنہیں پڑھ کر رہتا نہیں کوئی ملال
پیاری پیاری نصیحتیں تکبر نہ کرو کھاؤ حلال
اس کو پڑھ کر عمل کرو رکھو عمدہ چال
مسکراہٹوں کا بھی سناؤں ذرا میں حال
جھوٹی باتوں سے بچنے کا رکھا گیا ہے خیال
محبت کا اس میں درس ہے نہیں کوئی اشتعال
تا قیامت اسے چلائے رب ذوالجلال
نظم شائع کی جائے چلی جائے نہ کوئی چال
حامد قیوم اتنا ہی کہتا ہے تا حال

(حامد قیوم رامپوری۔تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ)

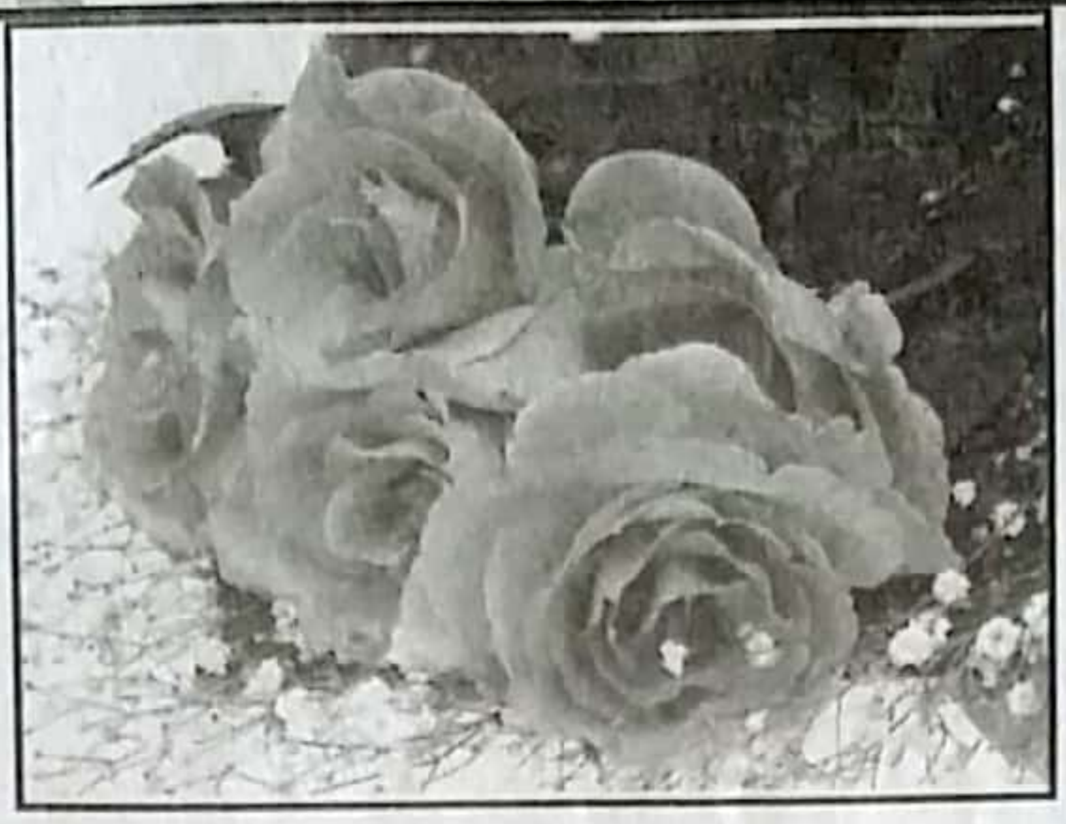

تنگدستوں سے حسن سلوک کا صلہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی جو دنیا میں لوگوں سے معاملہ کرتا تھا یعنی وسیع کاروبار تھا‘ اس نے اپنے ملازم سے کہہ رکھا تھا کہ اگر کسی تنگ دست کا آنا ہوا تو اس سے درگزر کرنا۔ اللہ ہم سے درگزر فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اس کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی تو اللہ نے اس کو معاف کر دیا۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں‘ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: فرشتوں نے تم سے پہلے وقتوں کے ایک آدمی کی روح قبض کی اور اس سے دریافت کیا کہ کیا تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا پھر بھی یاد کرو‘ شاید کوئی ہو اس نے کہا نہیں۔ ہاں البتہ اتنا ہے کہ میں لوگوں سے کاروبار کیا کرتا تھا‘ میں نے اپنے ملازموں سے یہ کہہ رکھا تھا کہ کشادہ دست کو بھی مہلت دے دو اور تنگ دست جو ہے اسے تو ویسے ہی چھوڑ دو۔ یہ ایک نیکی کی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صلہ میں اسے معاف کر دیا۔

(بخاری ومسلم)

(انتخاب: نبیلہ خلیق‘ مرضی پورہ فیصل آباد)

کیا خوب ہیں

کیا خوب ہیں وہ لمحات...... جو عبادت الٰہی میں گزریں۔

کیا خوب ہیں وہ اعمال...... جو جنت کے ضامن ہوں۔

کیا خوب ہیں وہ آنکھیں...... جو خوف الٰہی سے آنسو بہائیں۔

کیا خوب ہے وہ زبان...... جو خوش اخلاقی کے کلمات کہے۔

کیا خوب ہیں وہ قلوب...... جو خوف خدا رکھیں۔

کیا خوب ہیں وہ ہونٹ...... جو ذکر الٰہی سے حرکت کرتے ہوں۔

کیا خوب ہیں وہ آنکھیں...... جو شرم وحیاء والی ہوں۔

(بنت ظہور احمد‘ کسووال)

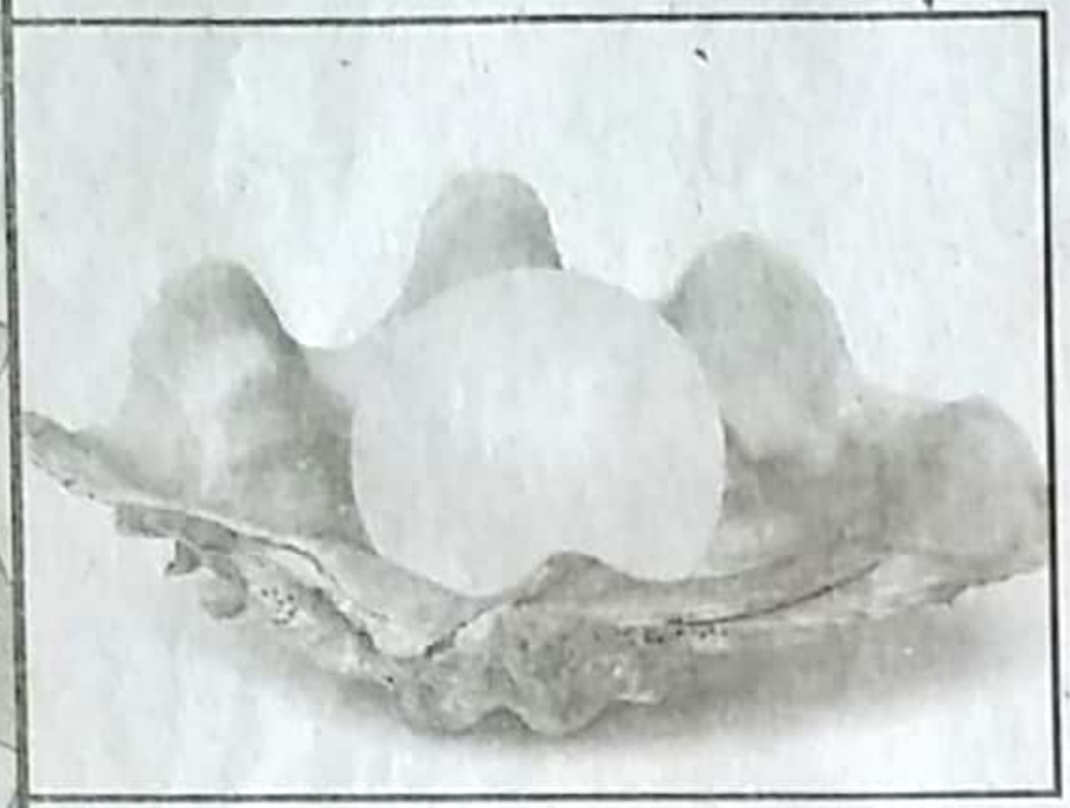

اقوال زریں

☆...... عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں اور جہل سے بڑھ کر کوئی غربت نہیں۔

☆...... لوگ اسے یتیم کہتے ہیں جس کا باپ مر گیا ہو لیکن میں اسے یتیم کہتا ہوں جس نے علم نہ حاصل کیا ہو۔

☆...... ماضی پر رونا اور پچھتانا مضحکہ خیز ہے کیونکہ ابھی مستقبل باقی ہے۔

☆...... اگر دولت مندوں میں انصاف اور مفلسوں میں قناعت ہوتی تو دنیا سے گدائی کی رسم اٹھ چکی ہوتی۔

☆...... عاقل کی زبان اس کے دل کے تابع ہوتی ہے اور احمق کا دل اس کی زبان کے تابع ہوتا ہے۔

(آمنہ‘ مریم‘ اخت کاشف سہیل۔ بھکر)

انمول موتی

☆...... دلوں کا سکون اللہ کے ذکر میں ہے۔

☆...... ادب بہترین کمال اور صدقہ بہترین عبادت ہے۔

☆...... سب سے بڑی خیانت قوم سے غداری ہے۔

(آمینہ رشید‘ شکر گڑھ)

تلوار کا حقدار

"ان مسلمانوں کو آج بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کردو" یہ ایک کافر کی آواز تھی' جو اس گروہ میں شامل تھا جس نے مسلمانوں کی لاشوں کا مثلی کرنا (ناک' کان' ہاتھ' پاؤں کاٹنا) ایک اعزاز سمجھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ مسلمانوں کا اسلحہ اکٹھا کرنے میں مگن تھا۔

جنگ کا اختتام ابھی باقی تھا مگر مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچ چکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے امیر لشکر کے حکم کی نافرمانی کی تھی جس کی سزا پورے لشکر کو بھگتنا پڑی۔ مسلمانوں کے لشکر میں سے سرخ پٹی باندھے ایک شخص نے جب اس کافر کی آواز سنی تو وہ برداشت نہ کرسکا۔ وہ فوراً اس کافر کی طرف لپکا اور اس زور سے تلوار چلائی کہ اس کافر کا جسم دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ تلوار اس کی گردن کے قریب سے جسم میں داخل ہوئی اور کمر کے نچلے حصے تک جا پہنچی۔ یوں جیسے کسی نے چھری کے ساتھ مکھن کی کوئی ٹکیہ کاٹی ہو۔

کچھ ایسا ہی انجام ایک اور اسلام دشمن کا ہوا۔ وہ جس بھی زخمی مسلمان کے پاس سے گزرتا تو اسے ٹھوکر مارتا۔ ابھی وہ چند مسلمان زخمیوں کے ساتھ ہی ایسا کر پایا تھا کہ سرخ پٹی باندھے اس شخص کی نظر اس پر پڑگئی۔ غیرت ایمانی سے سرشار وہ شخص فوراً اس کی طرف لپکا۔ اس کافر نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر اس شخص کی تلوار نے بہت جلد اس کی سانسوں کا ناطہ اس کے جسم سے کاٹ دیا۔ اس جنگ میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کفار امیر لشکر کو قتل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ تب بھی وہ شخص فوراً امیر لشکر کے دفاع میں آگے بڑھا اور دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کو روکنے لگا۔ امیر لشکر کا دفاع کرتے ہوئے بہت سے تیر اس کے جسم کو زخمی کر گئے مگر پھر بھی اس شخص کے جوش و جذبے میں کمی نہ آئی۔

جنگ کے آغاز سے لے کر مسلمانوں کی فتح تک' جو بھی دشمن اس شخص کے سامنے آیا قتل ہوگیا۔ یہ شخص اپنے امیر کی دی ہوئی تلوار کو تھامے پورے جوش و جذبے سے کفار کا خاتمہ کرنے میں مصروف تھا۔ کسی بھی قسم کے خوف سے آزاد وہ صرف اپنے اللہ کے تقویٰ کو دل میں سموئے ہوئے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلسل لڑائی لڑنے اور زخمی ہونے کے باوجود اس کا ہاتھ تلوار چلانے سے عاجز نہیں تھا۔

پیارے بچو! یہ نہایت بہادر شخص تاریخ میں ابودجانہ رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی کنیت سے شہرت ملی۔ جنگ احد سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے کا اعلان کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آتے اور اس تلوار کو چھو کر دیکھتے۔ ہر صحابی کی یہ خواہش تھی کہ یہ تلوار اسے دی جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوچھ رہے تھے کہ کون ہے جو اس تلوار کا حق ادا کرے؟ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نمایاں ہو ہو کر آگے بڑھ رہے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں سماک رضی اللہ عنہ ہی اس کے بہترین حقدار تھے۔ جنگ بدر میں سماک رضی اللہ عنہ کی تلوار زنی اور شجاعت انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نمایاں کر چکی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

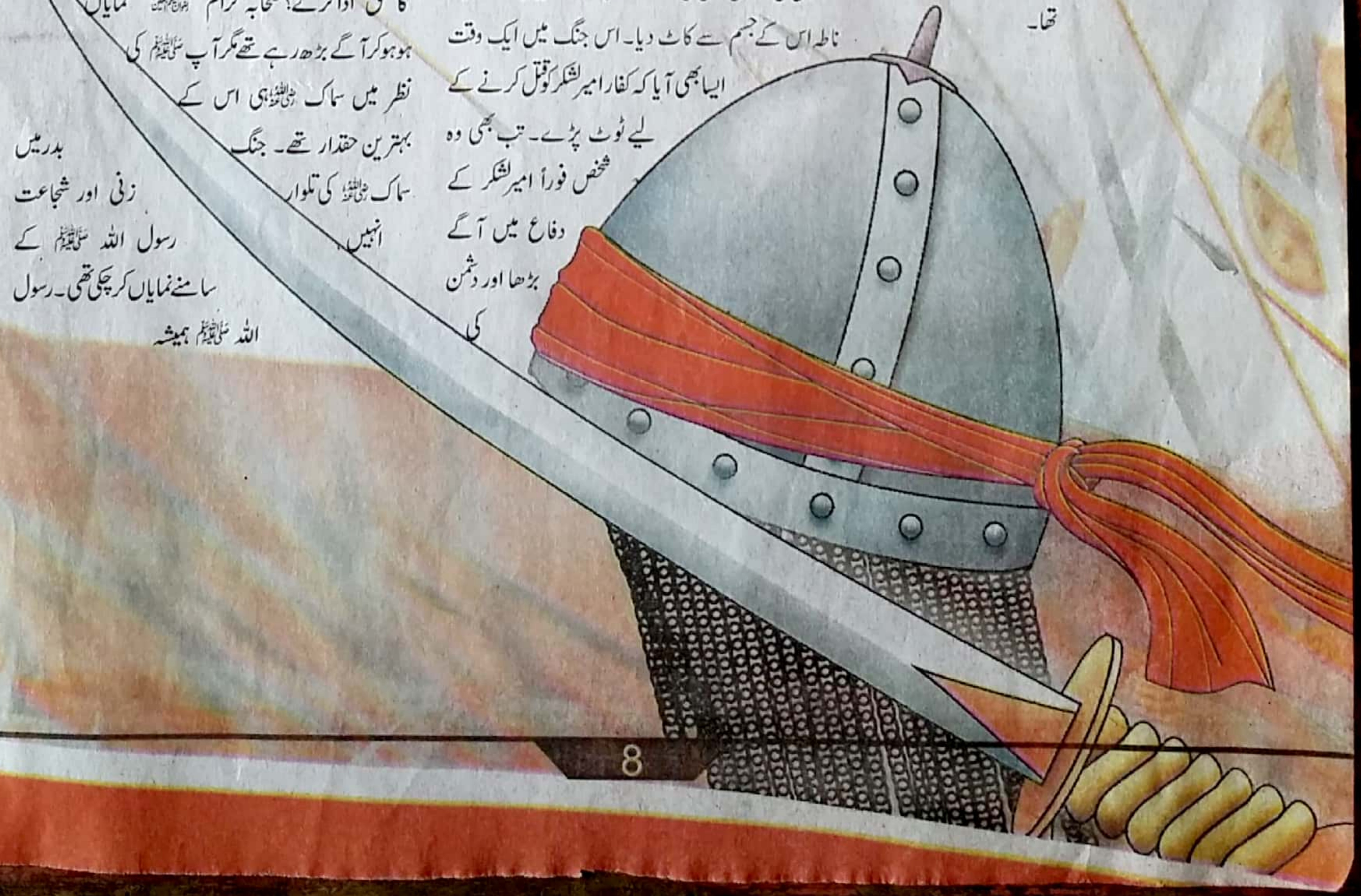

اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جانچتے رہتے اور ان کی اہلیت کے مطابق ان سے کام لیتے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے وہ بابرکت تلوار سماک رضی اللہ عنہ کو تھما دی اور انہیں اس تلوار کا حق ادا کرنے کی نصیحت کی۔

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں یہ واقعہ درج کیا ہے کہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اس کا حق یہ ہے کہ)اس کا وار دشمن کے چہرے پر کرے اور وہ ڈھیر ہو جائے۔ (پھر فرمایا)اس سے کسی مسلمان پر وار نہ کرنا اور نہ اسے لے کر کافر کے مقابلے سے فرار اختیار کرنا۔

تو سماک رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کا حق میں ادا کروں گا تو آپ ﷺ نے وہ تلوار انہیں دے دی۔''

آپ رضی اللہ عنہ کا یہ انداز تھا کہ جب لڑائی کے لیے نکلتے تو سرخ پٹی باندھ لیتے، جس کی بنا پر دور سے ہی پہچانے جاتے۔ آپ رضی اللہ عنہ دیکھنے میں اتنے زور آور نظر نہیں آتے تھے۔ قد بھی کچھ چھوٹا اور دبلے جسم کے مالک تھے۔ مگر جو شخص میدان جنگ میں آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتا وہ آپ رضی اللہ عنہ کی طاقت وشجاعت کا قائل ہو جاتا۔ جنگ بدر میں کچھ ایسا ہی ہوا۔ امیہ بن خلف، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قید ہو کر آیا تو اس نے آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ یہ طاقت ور، چھوٹے قد والے اور سرخ پٹی باندھے کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ انصاری ہیں اور ان کا نام سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ ہے۔

سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ بڑے خوددار اور غیرت والے انسان تھے۔ ان کی یہ کوشش ہوتی کہ کوئی عورت یا کمزور ان کے ہاتھ سے قتل نہ ہو۔ جنگ احد میں ہند بنت عتبہ کافروں کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہی تھی۔ وہ جنگی اشعار پڑھتی جاتی تاکہ کفار پچھلی شکست کا بدلہ لینے کے لیے اور زیادہ جوش میں آسکیں۔ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ اس کے سامنے آئے تو وہ جان بخشی کی درخواست کرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اسے جانے دیا اور کہا: ''میں رسول اللہ ﷺ کی (دی ہوئی) تلوار کی عزت وتکریم کو سامنے رکھتے ہوئے اس عورت پر تلوار کا وار نہیں کروں گا۔''

آپ رضی اللہ عنہ کی طاقت وبہادری کی تعریف رسول اللہ ﷺ نے بھی کی۔ جنگ احد کے بعد جب حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر آئے تو اپنی خون آلود تلوار فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو دے کر فرمایا کہ اسے دھو دو، یہ تلوار قابل قدر ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شعر پڑھا جس کا مطلب تھا:

''اے فاطمہ رضی اللہ عنہا! یہ تلوار جس میں کوئی عیب نہیں، نہ کسی کے خوف کی وجہ سے مجھ پر کپکپی طاری ہوتی ہے۔ مجھے قسم ہے کہ میں نے اسے رسول اللہ ﷺ اور رب تعالیٰ کی رضا کے لیے استعمال کیا، جو اپنے بندوں کے بارے میں خوب جانتا ہے۔''

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اگر آپ رضی اللہ عنہ نے جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھے انداز میں جنگ لڑی تو یاد رکھئے! سہل بن حنیف اور سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہم نے بھی جنگ کے دوران بڑے اچھے اور عمدہ جوہر دکھلائے ہیں۔

سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ جب آپ ﷺ نے یہودیوں کے ایک قبیلے بنونضیر کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا تو یہودی قلعہ بند ہو گئے۔ مگر مسلمانوں کا جاہ وجلال ایسا تھا کہ یہودیوں نے بنا لڑے شکست قبول کر لی اور وہ اپنا مال واسباب چھوڑ کر مدینہ سے نکل گئے۔ اس موقع پر تمام مال مہاجرین میں تقسیم ہوا مگر دو انصار صحابہ رضی اللہ عنہما ایسے بھی تھے جنہیں اس مال میں سے حصہ دیا گیا۔ ایک سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور دوسرے سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ۔

غزوۂ خیبر کے موقع پر جب مسلمان یہودیوں کے قلعے میں داخل ہوئے تو سب سے آگے یہی سماک رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت بھی اپنی خود کے اوپر سرخ پٹی باندھ رکھی تھی۔ غزوہ حنین میں بنوہوازن کے ایک شخص نے بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ وہ اونٹ پر سوار تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ تھا۔ سماک رضی اللہ عنہ اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے اونٹ کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ وہ نیچے گرا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ایک بازو اور سماک رضی اللہ عنہ نے اس کا دوسرا بازو کاٹ دیا۔ پھر دونوں نے مل کر اسے جہنم واصل کیا۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب بہت سے لوگ اسلام سے ناطہ توڑ کر دوبارہ کفر کی جھولی میں جا گرے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے خاتمے کے لیے کئی گروہ روانہ کیے۔ ایسا ہی ایک گروہ مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ ہوا جس میں سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ مسلمانوں کے تابڑتوڑ حملے کی وجہ سے مرتدین بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور انہوں نے ایک باغ میں پناہ لی۔ اس موقع پر مسلمان کچھ وقت کے لیے بے بس سے ہو گئے کہ اس باغ کے دروازے کو کیسے کھولا جائے؟ بالآخر سماک رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ایک تجویز آئی اور انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''مجھے اٹھا کر دیوار کے اوپر سے اندر پھینک دو، میں کسی طرح دروازہ کھلواتا ہوں۔ اب اور کوئی راستہ تو تھا نہیں چنانچہ سماک رضی اللہ عنہ کو باغ کے اندر پھینک دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اندر گرے تو آپ رضی اللہ عنہ کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ مگر اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ بہت جرأت وبہادری سے لڑے اور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ یوں اللہ کی تائید ونصرت سے مسلمان فتح یاب ہوئے اور مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا گیا۔ شدید زخمی ہونے کی وجہ سے اللہ کے یہ جری مجاہد بھی شہید ہو کر اللہ کی تیار کردہ جنتوں کے وارث بنے۔ اللہ ان پر کروڑہا رحمتیں کرے اور ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ آمین

عبدالرحمن

خدمت انسانیت ہمارا فرض

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے کچھ بندے وہ ہیں جنہیں اللہ نے لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے ہی پیدا کیا ہے، لوگ اپنی ضرورتیں پوری کروانے کے لیے ان کے پاس جاتے ہیں۔ یہ لوگ قیامت کے روز اللہ کے عذاب سے مامون ومحفوظ رہیں گے۔'' (ترغیب وترہیب بحوالہ طبرانی)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام مسلمان فردِ واحد کی طرح ہیں۔ آنکھ دکھتی ہے تو پورا بدن بے قرار ہو جاتا ہے۔ اگر سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم بے چینی اور تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (مسلم)

سبحان اللہ! کیسے عمدہ قسم کے ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چونکہ اسلام میں تو ایک دوسرے سے الگ اور بکھرے ہوئے مسلمانوں کا کوئی تصور ہی نہیں۔ وہ تو ایک ایسا معاشرہ بنانا چاہتا ہے جس میں مسلمان آپس میں اس طرح پیوست ہوں جس طرح ایک جسم کے تمام اعضاء۔

اس وقت سندھ میں سیلاب نے بدترین تباہی مچا رکھی ہے اور سیلاب زدگان جن حالات سے دوچار ہیں ان کی حالت زار کسی سے مخفی نہیں ہے۔ قیامت خیز مناظر ہیں کہ لاکھوں لوگ متاثر ہو چکے ہیں۔ آج ہم تو دھوپ سے بچنے کے لیے چھت کے نیچے بیٹھتے ہیں مگر صرف چھت نہیں بلکہ پنکھوں اور اے سی کے نیچے بیٹھتے ہیں اور ہمارے ان بھائیوں' بہنوں کا کیا حال ہوگا جو لاکھوں کی تعداد میں کھلے آسمان تلے بے یار و مددگار بیٹھے ہیں۔ جن کا گھر بار' مال مویشی' ساز و سامان سب کچھ پانی کی نذر ہو گیا ہے۔ وہ مجبور و مقہور مرد' عورتیں' بچے' بوڑھے بھوک و پیاس کی وجہ سے بلک رہے ہیں' سسک رہے ہیں۔ بیماری کی وجہ سے کراہ رہے ہیں اور ہماری طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ آج ان کی مدد کرنا ہم پر فرض ہے۔ کون ہے جو یہ احساس کرے اور اپنے بھائیوں کی تکالیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہوئے ان کی مدد کرے؟ کون ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کو اجاگر کرتے ہوئے سخاوت و ایثار کی سی مثال پیش کرے؟

آئیں! زندہ ضمیری کا ثبوت دیتے ہوئے اس فرض کو نبھائیں۔ کہیں یہ نہ ہو کہ قیامت کے روز اللہ کے حضور ہماری شکایت کر بیٹھیں کہ یا اللہ ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے لیکن تیرے ان بندوں نے ہماری مدد نہ کی۔ جیسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! رات کی خوراک سے بچی ہوئی بھی کوئی چیز میرے گھر میں نہیں ہے (چہ جائیکہ کوئی دوسری چیز ہو جو میں تجھے دوں) اعرابی یہ کہتا ہوا واپس ہوا۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ ضرور قیامت کے دن آپ سے میرے اس سوال کے متعلق پوچھے گا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ اعرابی کی بات پر زار و قطار رونے لگے اور اسے واپس بلانے کا حکم دیا۔ جب وہ آ گیا تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا: اے قنبر! میری زرہ لاؤ۔ قنبر زرہ لایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے زرہ اعرابی کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: دیکھنا کوئی اس کی قیمت میں تجھے دھوکہ نہ دے۔ میں نے کئی دفعہ اس زرہ کے ذریعے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو حملوں سے روکا ہے۔

قنبر نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اس اعرابی کو بیس درہم کفایت کر جائیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے قنبر اللہ کی قسم! مجھے اس بات کی خوشی نہیں ہوتی کہ میرے پاس دنیا کی زینت یعنی سونے چاندی کا انبار ہو اور میں اسے صدقہ و خیرات میں لٹا دوں۔ پھر اللہ تعالیٰ میرے اس صدقہ و خیرات کو قبول بھی کر لے لیکن مجھ سے قیامت کے روز اس اعرابی کے میرے سامنے کھڑے ہونے کے متعلق پوچھ بیٹھے۔

یہ تھا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صدقہ و خیرات کا جذبہ۔

لہٰذا آئیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کو اپناتے ہوئے دل کھول کر اپنے سیلاب زدگان بھائیوں کی مدد کریں۔ نہ صرف خود ہی ان کی مدد کریں بلکہ اپنے عزیز و اقارب' دوست و احباب کو بھی رغبت دلائیں چونکہ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی کی بھلائی کے کام کی طرف رہنمائی کرتا ہے تو اسے بھی بھلائی کرنے والے جتنا ثواب ملتا ہے۔'' (مسلم)

(بنت ارشد)

پزل گیم

نیچے دیئے گئے خانوں میں 1 سے 9 تک گنتی اس طرح مکمل کریں کہ کسی بھی لائن (اوپر سے نیچے یا دائیں سے بائیں) میں ایک عدد صرف ایک دفعہ ہی آئے۔
اور تمام خانے پُر کر کے ہمیں نمبر ارسال کریں۔

5				8	6			1
		2	7		1	6		
	7	1				2	5	
9	1			2			7	
3			1	4	5			6
	6			9			2	4
	5	3				4	6	
		8	9		3	5		
2			5	1				7

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

143 3 مئی 2013ء 23 جمادالثانی 1434ھ

روشن چہرہ

ہمت نہ ہار

قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا، اگر تم سچے ہو؟۔ وہ انتظار نہیں کر رہے مگر ایک ہی چیخ کا، جو انھیں پکڑ لے گی جب کہ وہ جھگڑ رہے ہوں گے۔ پھر وہ نہ کسی وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس آئیں گے۔ (یٰسین: 48 تا 50)

(بدر سدید، کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ نبوی ﷺ

ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان صلح کراتا ہے۔ پس اچھی بات دوسرے تک پہنچاتا ہے اچھی بات کہتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(عمارہ، ناصرہ۔ 461 گ ب، سمندری)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روضہ کے حسین وجمیل پھولو!

امید ہے کہ آپ ایمان اور صحت کی بہترین حالت میں ہوں گے۔ ان شاء اللہ

آج آپ کو ہم نے کچھ احتیاطی تدابیر بتانی ہیں۔ وہ اس لیے کہ آپ ہمارے

پیارے قارئین اور لکھاری ہیں اور آپ اور آپ سب کی صحت ہمیں بہت عزیز ہے۔ تو

بات کچھ یوں ہے کہ گرمی بڑھ رہی ہے اس لیے گھر سے باہر نکلنے سے پہلے منہ اور سر

ڈھانپ لیا کریں۔ اس سے آپ گرمی سے کسی حد تک محفوظ رہ سکیں گے۔ جب آپ

گرمی سے محفوظ رہیں گے تو صحت مند بھی رہیں گے اور جب صحت مند رہیں گے تو

روضۃ الاطفال کو توجہ سے پڑھ سکیں گے اور اس میں موجود خامیوں کے بارے

میں ہمیں بتا سکیں گے۔

ارے یہ کیا......! یہ تو ساری بات روضہ پر آ گئی......ارے غصہ نہیں کرنا......روضہ

کا معیار بھی بڑھانا ہے اور آپ کی صحت کا خیال بھی رکھنا ہے۔ ہمیں اپنی دعاؤں میں

یاد رکھیں۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو......!

والسلام

جسم کے کسی حصے میں تکلیف کی دعا

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَقُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (مسلم: 2202)

"میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت کی پناہ پکڑتا ہوں اس چیز کے شر سے جو میں پاتا ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں" (عائشہ خالد، پھول نگر)

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

روشن چہرہ

دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور ایک شخص غلام خانے میں آیا۔ اس نے مجھ سے براہ راست سوال کیا ''سچ سچ بتانا کہ تیرا معبود کون ہے؟'' ''محمد ﷺ کا معبود میرا معبود ہے'' میرا جواب سنتے ہی اس کے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی مگر وہ شاید اس جواب کے لیے تیار تھا۔ تو اس کا مطلب ہے تُو ہمارے خداؤں کا انکار کرتا ہے؟ محمد ﷺ امین ہیں انہیں ایک فرشتے نے بتایا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ میں دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ کل میں عمار کے جن الفاظ پر معترض تھا۔ وہی الفاظ آج میری زبان سے نکل رہے ہیں۔ میرے اندر طاقت کا ایک سیلاب اُمڈ آیا ہے۔ وہ شخص مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی دھمکیاں دیتا ہوا غلام خانے سے باہر چلا گیا۔ مجھے اس وقت وہ ایک بچہ سا لگ رہا تھا جس کا کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔

اس واقعے کے بعد اب روز کا معمول تھا کہ میرے سینے پر تپتی ہوئی بھاری چٹانیں رکھ دی جاتیں کہ میں ہل نہ سکوں اور اسی حالت میں امیہ مجھ پر کوڑے برساتا اور مجھے مجبور کرتا کہ میں اس کے خداؤں کو تسلیم کروں۔ میری کمر پر چھالے پڑے جو ایک دو روز میں زخم بن گئے۔ جن سے خون رستا تھا۔ لیکن امیہ نے میرے معمول میں فرق نہ آنے دیا بلکہ ہر روز اس کی شدت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ہر روز میرے لیے گزشتہ دن سے زیادہ گرم ریت تلاش کی جاتی اور پہلے سے بھی زیادہ وزنی چٹانیں تلاش کی جاتیں اور پہلے سے زیادہ کوڑوں کی ضربیں! ہر روز میں مرنے کے قریب ہو جاتا لیکن امیہ کے ان سوالوں کے جواب میں ''احد، احد'' کے سوا کچھ نہ کہتا۔ جب دھوپ اور کوڑوں کی سزا کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے میرے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالے کر دیا۔ وہ مجھے نوکیلے کنکروں، سنگریزوں اور پتھروں پر رگڑتے۔ دوپہر کو جب سارا مکہ تپ اٹھتا تو وہ میرے کپڑے اتروا کر مجھے لوہے کی زرہ پہنا دیتے اور دھوپ میں ڈال دیتے۔ ایک دن انہوں نے مجھے دہکتے کوئلوں پر لٹا کر میرے سینے پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا۔ آج بھی میرے جسم پر دہکتے کوئلوں کے داغ ہیں۔ میرا سارا جسم زخمی ہو گیا تھا۔ تنگ آ کر اس نے ایک قطعی فیصلہ کر لیا کہ آج رات بلال کی آخری رات ہوگی اور کل صبح اس کی آخری صبح! شدید ترین اذیتیں اور پھر موت......

موت کا قرب بھی کبھی کبھی انسان کے اندر شمعیں روشن کر دیتا ہے۔ میرے اندر بھی اس رات اللہ نے اپنی رحمت سے ایک جوت جگا دی۔ مجھے اپنے ماں باپ یاد آئے جو حبشہ آنے کے بعد پتہ نہیں کیسے غلام بن گئے تھے۔ مجھے وہ دن بھی یاد آیا جب میں جوان ہونے پر بازار میں پہلی بار فروخت ہونے کے لیے گیا تھا۔ اس کے بعد کئی بار بکا۔ اونٹوں کے ساتھ، بکریوں کے ساتھ، بھیڑوں کے ساتھ...... بالکل ان کی طرح۔ مجھ پر مصیبتوں کے دور گزرے۔ میرے ذہن میں ہنسی کا تصور بھی نہ تھا۔ موت نزدیک ہوتی ہے تو انسان کا دماغ کہاں سے کہاں چھلانگیں لگاتا ہے۔ صبح ہو رہی تھی تو اللہ کی توفیق سے میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا۔ یہی میرا اسلام تھا۔ میرے اندر مٹھاس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ میری عافیت صرف اور صرف ایک اللہ کے قرب میں ہے۔ جب وہ مجھے لینے آئے تو میں سراپا شکر تھا۔ انہیں شائد توقع تھی کہ میں ان کے سامنے گڑگڑاتا ان کے پاؤں پکڑتا زمین پر ماتھا رگڑتا، ان سے رحم کی بھیک مانگتا...... لیکن ایسا نہ ہوا تو وہ سمجھے کہ میں پاگل ہو گیا ہوں۔ لیکن انہیں کیا پتہ تھا کہ میں اپنے خالق حقیقی کے حصار میں ہوں۔ جو بھی ہوگا میرے رب کی رضا سے ہی ہوگا۔ انہوں نے مجھے اٹھایا اور بڑی تیزی سے باہر آ گئے۔ امیہ مجھے مجرم، خطاکار اور قصوروار سمجھتا تھا۔ وہ مجھے ایک میدان میں لے گئے اور کھمبے سے باندھ دیا۔ مجھ پر کوڑوں کے دور شروع ہو گئے ایک، دو، تین نہ ختم ہونے والا یہ سلسلہ۔ میں ہر درد سے آزاد ہو چکا تھا۔ مجھے تکلیف کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ پھر میں نے آنکھیں بند کر لیں چہرہ آسمان کی طرف اٹھا دیا۔ وہ مجھے تپتی دھوپ میں لٹا کر میرے اوپر چٹانیں رکھ چکے تھے۔ مجھے ایسا لگا کہ میں ذات باری تعالیٰ کے بہت قریب ہوں۔ پھر مجھے آوازیں سنائی دیں۔ تھوڑی دیر بعد مجھ پر سے بھاری پتھر اٹھا لیے گئے اور ایک نوجوان نے سہارا دے کر مجھے اٹھایا۔ یہ زید ؓ تھے۔ محمد ﷺ کے منہ بولے بیٹے۔ انہوں نے کہا ''بلال! اب تم آزاد ہو'' ادھر امیہ لہک لہک کر رقم گن رہا تھا۔ اس کی ہنسی نہیں تھم رہی تھی۔ ابن ابو قحافہ! تم نے اس کو دو سو درہم دیے ہیں۔ ہم تو اس کو سو درہم پر دینے کو بھی تیار تھے'' اس پر ایک قہقہہ گونجا پھر میں نے ابوبکر ؓ کو دیکھا۔ ''امیہ! دھوکا میں نے نہیں تم نے کھایا ہے۔ مجھ سے پوچھو تو یمن کی بادشاہی اس کے آگے پست ہے۔

سیدنا بلال ؓ کی شخصیت اسلام کی اولین دور سے ہی بہت پرکشش رہی ہے۔ دین کی راہ میں ان کی عدم الامثال قربانیاں، سابقون الاولون میں شمار کا شرف، اسلام کے اولین مؤذن کی حیثیت سے منفرد تھا۔ محمد ﷺ سے خلوص و وفا کا رشتہ تھا سب سے بڑی بات دین میں استقامت تھی۔ اسی بنیاد پر وہ بے پناہ اونچے رتبے کے حامل قرار پائے اور حضرت عمر ؓ نہیں ''اے میرے سردار!'' کہہ کر پکارتے تھے۔

(انتخاب: عروسہ کرن بٹ۔ عبدالحکیم)

ہند میں ایک اور پاکستان ہونا چاہیے......!

ہند میں ایک اور پاکستان ہونا چاہیے
یعنی پھر تقسیم ہندوستان ہونا چاہیے
اس قدر ہم کو نہیں نادان ہونا چاہیے
حال و ماضی کا بھی کچھ عرفان ہونا چاہیے
سب مسائل کا مداوا سب مشاکل کا علاج
دل میں زندہ جذبہ ایمان ہونا چاہیے
روسی فوجوں کی طرح بھاگے گی ہندی فوج بھی
مسلم کشمیر کو اب افغان ہونا چاہیے
جنگ ہے اک مسئلہ تو حل بھی اس کا جنگ ہے
درد ہی کو درد کا درمان ہونا چاہیے
(انعام الرحمٰن۔ چٹی گورائیہ' گوجرانوالہ)

طب نبوی ﷺ

1۔ مسواک کو لازم کرو کیونکہ یہ بہت سی بیماریوں سے نجات کا ذریعہ ہے۔ (مسلم، داؤد)

2۔ ناخن تراشو لیکن دانتوں سے نہ کاٹو۔ (ابوداؤد)

3۔ نیند سے بیدار ہو کر ہاتھوں کو دھوئے بغیر پانی میں مت ڈالو۔ (صحیح بخاری و مسلم)

4۔ پانی تین سانسوں میں اور بیٹھ کر پیو اور اس میں پھونک مت مارو۔ (سنن ابی داؤد۔ ابن ماجہ)

گلدستہ روضہ

5۔ شہد میں شفاء ہے۔ (بخاری)

6۔ شہد میں پانی یا دودھ ملا کر پینا سنت نبوی ﷺ ہے۔ (بخاری)

7۔ نہار منہ عجوہ کھجور کھانا ہر بیماری کا علاج ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

8۔ سرکہ بہترین سالن ہے۔ (صحیح مسلم)

9۔ آپ ﷺ بغیر چھنے آٹے کی روٹی کھانا پسند فرماتے تھے۔ (صحیح بخاری)

10۔ زیتون کا تیل کھایا کرو اور جسم پر لگایا کرو۔ (جامع ترمذی)

12۔ کلونجی موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

13۔ کھمبی کا پانی آنکھوں کے لئے شفاء ہے۔ (جامع ترمذی)

14۔ آپ ﷺ زخم، چوٹ اور پھنسی کا علاج مہندی لگا کر کرتے تھے۔ (جامع ترمذی)

15۔ آپ ﷺ بخار کے وقت ٹھنڈے پانی سے نہا کر علاج کرتے تھے۔ (جامع ترمذی۔ مسند احمد)

16۔ دلیہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

(محمد اسماعیل۔ میانوالی)

پسندیدہ اشعار

الٰہی ہمارا تو ہی سہارا تیرے سوا ہے کون ہمارا
غیروں نے ہم کو آگ لگائی اپنوں نے ہم کو ہے پھولوں سے مارا

(زکیہ کوثر، مدیحہ کنول، خدیجۃ الکبریٰ، اسماء الضحیٰ، حافظ طلحہ جرار، خنساء عنبر۔ فیصل آباد)

☆......☆......☆

ہمیں پھر سے دعوتِ توحید کو عام کرنا ہے
کل جہاں میں زندہ اسلام کرنا ہے
جس کام کے لیے آئے ہیں وہ کام نہ بگڑے
جان جاتی ہے جائے اسلام نہ جائے
(بدر سدید۔ کراچی)

دعا

اپنے مالک سے اٹھ کر تو فریاد کر
دل کو سجدے میں رو کے تو آباد کر
روح کو نور تقویٰ سے تو شاد کر
نفس دشمن ہے دشمن کو ناشاد کر
دل کو نور خدا سے تو آباد کر
اور گناہوں کی خواہش کو برباد کر
حمد سے اس زبان کو تو حماد کر
سر کو چوکھٹ پہ اس کی تو سجاد کر
قلب و جان کو تو اس در پہ آباد کر
اور سکون دل و جان کو تو فلاد کر
اپنی اپنی زندگی کے غمگین گوشوں کو
اپنے رب کی خوشی سے تو آباد کر
(نورین سلیم۔ بورے والا)

مومن

مومن بنو!

مومن کو دیکھا ہے ناں کیسا ہوتا ہے۔

چیونٹی کی طرح منہمک اور مچھلی کی طرح مضطرب

کوئی شوق ہے جو اسے پر جوش رکھتا ہے۔

کوئی لگن ہے جو اسے مصروف رکھتی ہے۔

کوئی فکر ہے جو اس پر سوار رہتی ہے۔

اس کی نظریں افق کے اس پار دور کہیں جمی ہوئی ہیں۔

اس کا دل کسی نام کے ساتھ دھڑک رہا ہے۔

اس کی سوچیں کسی مخصوص سانچے میں ڈھلی ہوئی ہیں۔

اور اس کی آئینۂ ہستی میں کوئی عکس منجمد ہے۔

تم اسے دیکھو گے تو دیکھتے ہی پکار اٹھو گے۔

ہاں یہی مومن ہے!!

مومن ہوتا ہی ایسا ہے۔

اپنے رب کا پیارا اور اس کے نیک بندوں کا دلارا

ہر آن ہر بان اپنے مقصد کو نظر میں رکھے اپنی منزل کی جانب گامزن۔

تم بھی اس مقدس سفر میں اس کے ساتھ ہو لو اور فلاح پا جاؤ!!

(اخت معیذ۔عروبہ سلطان۔سیالکوٹ)

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ

وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ

کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

ترجمہ:

اور آپ ﷺ سے حسین تر میری آنکھوں نے کبھی دیکھا نہیں اور آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت عورتوں نے جنا ہی نہیں۔

آپ ﷺ ہر عیب سے پاک پیدا ہوئے ہیں گویا کہ آپ ﷺ ایسے پیدا کیے گئے کہ جیسا آپ چاہتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو درداء رضی اللہ عنہ کے آنسو

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دمشق کا دورہ کیا۔ حضرت ابو دردہ رضی اللہ عنہ اس وقت وہیں موجود تھے۔ امیر المومنین ایک رات ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ دروازے کو ہاتھ لگایا تو اسے کھلا پایا۔ آپ اندر تشریف لے گئے۔ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ حضرت ابو دردہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے آنے کی آہٹ سنی تو فوراً کھڑے ہو گئے۔ خوش آمدید کہا اور اپنے پاس بٹھا لیا اور دونوں باتیں کرنے لگے لیکن اندھیرے کی وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکیے کو ہاتھ لگایا تو وہ سواری کا پالان تھا۔ بستر ٹٹولا تو وہاں کنکریاں بچی ہوئی تھیں۔ چادر کو ہاتھ لگایا تو وہ اتنی باریک تھی کہ دمشق کی سردی کسی صورت نہ روک سکتی تھی۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورتحال دیکھی تو فرمایا: یہ کیا بنا رکھا ہے؟ کیا میں نے آپ کے لیے بہتر انتظام نہیں کیے تھے۔

حضرت ابو دردہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ کو وہ حدیث یاد نہیں کہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا تھا: پوچھا وہ کون سی؟ آپ نے فرمایا کہ کیا نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے پاس دنیا کا اتنا مال ہونا چاہیے جتنا کہ ایک مسافر کا زادِ راہ ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں! امیر المومنین اس کے بعد ہم نے کیا کیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر زار و قطار رونے لگے اور آپ کے ساتھ ابو دردہ رضی اللہ عنہ سے بھی رونا شروع کر دیا دونوں عظیم الشان صحابی ساری رات روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

(بحوالہ: حیات صحابہ کے درخشاں پہلو)

(طیبہ گلزار، طیبہ اسلم۔ارزانی پور)

مومن کی صفات

مومن ہوں کسی سے نہ ڈرتا ہوں

باتیں حق کی کرتا ہوں

نہ موم کی طرح سلگتا ہوں

نہ پانی کی طرح بہتا ہوں

نہ شیشے کی طرح ٹوٹتا ہوں

نہ پتھر کی طرح ڈوبتا ہوں

شیر کی طرح جھپٹتا ہوں

شاہین کی طرح اڑتا ہوں

بادل کی طرح گرجتا ہوں

بجلی کی طرح کڑکتا ہوں

قرآن شوق سے پڑھتا ہوں

پڑھ کر خوب سمجھتا ہوں

موتی کی طرح چمکتا ہوں

سجدہ کر کے دم بھرتا ہوں

یہ سب ہیں میرے رب کی نعمتیں

ادا اسی کا شکر کرتا ہوں

(محمد داؤد، محمد محمود۔وزیر آباد)

ہمت نہ ہار

تلواروں کی جھنکار ہے۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی ہے۔ لشکر کا بہت سارا حصہ فتح کے بعد محض ایک غلطی کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوا ہے۔ گو کہ پچھلی جنگ میں ان لوگوں نے ہی دشمن کو بدترین شکست دی ہے لیکن اس دفعہ صرف ایک غلطی نے جنگ کا پانسہ تقریباً پلٹ دیا ہے۔

بالآخر سپہ سالار کی جرأت سے لشکر دوبارہ اکٹھا ہونا شروع ہوتا ہے۔ لیکن دشمن اس وقت مضبوط ہو چکا ہے۔ وہ تابڑ توڑ حملے کر رہا ہے اور سپہ سالار کی جان لینے کے درپے ہے۔ محافظ رفتہ رفتہ جان پر کھیلتے جا رہے ہیں اور ساتھ چھوڑتے جا رہے ہیں۔

یہ غزوہ احد کا میدان ہے۔ کفار مکہ نبی ﷺ پر تابڑ توڑ حملے کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ کے محافظوں میں محض سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما باقی بچے ہیں۔ یہ دونوں صحابہ اس وقت اپنی پوری ہمت کے ساتھ نبی ﷺ کا دفاع کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ صورتحال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی آگے بڑھ کر دشمن کے مقابلے کے لیے چلے گئے اور محض حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔

وہ ماہر تیر انداز تھے۔ تیر اندازی سے دفاع کرتے رہے جو بھی کسی دشمن کی ناپاک نظریں دوبارہ نبی ﷺ کی جانب اٹھتیں، وہ آنکھیں پھوڑ دی جاتیں۔ لیکن تیر ختم ہو گئے۔۔۔ اب کیا ہوگا؟ کیا جان بچا کر بھاگ لیا جائے۔۔۔ دفاع تو اب ممکن نہیں تھا۔۔۔ یہاں کوئی عام شخص ہوتا تو فوراً ہمت کھو دے۔۔۔ کہاں ایک فرد اور کہاں مقابل میں بہت سے افراد۔۔۔ ان کے پاس صرف ایک تلوار اور مقابل مکمل کانٹے سے لیس۔۔۔ بہت مشکل حالات۔۔۔ لیکن ایک مسلمان بھلا کب حالات سے گھبرا کر میدان چھوڑ سکتا ہے۔ اس کا تو ایک اللہ پر یقین ہے۔

وہ اپنی پوری کوشش کرتا ہے اور اپنی کوشش اس وقت تک جاری رکھتا ہے کہ جب تک کامیاب نہ ہو جائے۔

کچھ یہی حال اس جانثار صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ تیر ختم ہونے پر اپنی تلوار سے وہ نبی ﷺ کا دفاع کر رہے تھے۔ اس نازک موقع پر جب نبی ﷺ کفار کے گھیرے میں تھے۔ وہ اس وقت واحد محافظ تھے۔ اتنی تلوار چلائی کہ ہاتھ شل ہو گیا اور انگلیاں بری طرح متاثر ہوئیں لیکن وہ ہمت ہارنے والے نہیں تھے۔ حتیٰ کہ اللہ نے کامیابی عطا کی۔ انہوں نے کامیابی سے نبی ﷺ کا دفاع کیا۔ نبی ﷺ کی زبان سے ان کی اس بے مثال کاوش پر یہ الفاظ ان کے لیے ادا ہوئے۔

"جو شخص کسی شہید کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی جب بھی جنگ احد کا تذکرہ فرماتے تو بیشتر ان الفاظ کے ساتھ کرتے کہ یہ جنگ کل کی کل طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھی۔ (فتح الباری)

یعنی ان کا مقام اور مرتبہ محض اس لیے تھا کہ انہوں نے اس نازک ترین مشکل ترین موقع پر بھی اپنی جان بچانے کی پرواہ نہ کی۔ ہمت نہ ہاری اور ڈٹے رہے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت طلحہ کا ہاتھ دیکھا وہ شل تھا۔ اس ہاتھ سے انہوں نے احد کے دن نبی ﷺ کو بچایا تھا۔ (بخاری)

الغرض ایک مسلمان کو ہرگز یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی موقع پر ہمت ہارے بلکہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لے اور اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو۔ یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کردار تھا کہ وہ ہرگز ہمت نہ ہارتے تھے۔ لیکن حیوان کی بھی ایسی ہی داستان ہے کہ وہ بھی ہمت نہیں ہارتا ہے۔

☆......☆......☆

عقاب جسے بہادری اور دلیری کی علامت سمجھا جاتا ہے، اس کی زندگی میں بھی ایک ایسا لمحہ آتا ہے اسے دو راستوں میں سے ایک چننا پڑتا ہے۔ ایک راستہ موت کی طرف جاتا ہے جبکہ دوسرا راستہ ہے تو زندگی لیکن بہت کٹھن ہے۔

قصہ کچھ یوں ہے کہ عقاب جب چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اس کے پر اتنے بڑے اور وزنی ہو جاتے ہیں کہ وہ ان کی مدد سے صحیح اڑ نہیں سکتا۔ اس کی چونچ اتنی بڑی ہو جاتی ہے کہ وہ شکار نہیں کر سکتا۔ اس کے پنجوں کے ناخن اس قدر لمبے ہو جاتے ہیں کہ وہ شکار کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

ان حالات میں اس پرندے کو اپنی موت نظر آ رہی ہوتی ہے لیکن یہ پرندہ ہمت نہیں ہارتا ہے۔ بلکہ اپنی جان بچانے کے لیے بلند چوٹیوں کا رخ کرتا ہے۔ مشکل ان بلند چوٹیوں پر پہنچ کر یہ اپنی بقا کے لیے انتہائی تکلیف دہ زندگی کا انتخاب کرتا ہے۔ یہ زندگی کچھ یوں ہے کہ اسے اپنے بھاری پر، بڑی چونچ اور لمبے ناخنوں سے نجات حاصل کرنی پڑتی ہے۔ تاکہ وہ دوبارہ سے اگیں اور اس کی مدد سے وہ شکار کر سکے۔ لیکن اس کے لیے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اس طویل عرصے میں اسے محض چیونٹیاں یا کیڑے کھانا ہوں گے۔

ضروری بھی ہے۔ کچھ عرصہ انتظار کے بعد نئی چونچ اگ آتی ہے اس نئی چونچ سے وہ اپنے ناخنوں کو اکھاڑ دیتا ہے۔ امتحان ابھی باقی ہے اس کے وزنی پر جو اسے درست انداز میں پرواز نہیں کرنے دیتے۔ نئی چونچ کی مدد سے وہ پروں کو نوچ دیتا ہے اور پھر نئے پروں اور ناخنوں کا انتظار کرتا ہے اس دوران محض کیڑے مکوڑے کھا کر اپنی خوراک پوری کرتا ہے اور زندگی کے دن گزرتا ہے۔

عقاب کو ایک طویل انتظار کرنا پڑتا ہے کہ کب اس کی نئی چونچ اگے گی جس سے وہ شکار کھا سکے گا۔ کب نئے پر اس کے ساتھ ہوں گے کہ وہ آسمانوں کی وسعتوں میں پرواز کر سکے گا۔ کب نئے پنجے آئیں گے کہ وہ ان پرندوں کو شکار کریگا کہ ابھی وہ جن کو محض حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ اس سب کے لیے تقریباً پانچ ماہ کا عرصہ درکار ہے۔ پانچ ماہ کے عرصے سے بڑھ کر ایک ہمت درکار ہے۔

لیکن عقاب اس ہمت کا دامن نہیں چھوڑتا حتیٰ کہ اس کے یہ سارے عضو دوبارہ اگ آتے ہیں۔ اب وہ پہلے کی طرح زندہ رہتا ہے۔ اس کو اس کی بہادری اور دلیری کا صلہ ملتا ہے۔ اس کے ایک مشکل راستے کے انتخاب اور اس کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے باعث اب وہ مزید تیس سال تک کا عرصہ زندہ رہ سکتا۔ لیکن اگر وہ پہلے ہمت ہار دے تو اس کو چالیس سال میں ہی موت کو قبول کرنا پڑے گا۔

الغرض یہ تو ایک پرندے کی مثال ہے۔ لیکن اگر ایک انسان بھی مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے کام پر ڈٹا رہے اور امید کا دامن نہ چھوڑے تو کون سا کام ہے جو نہیں ہو سکتا ہے۔ ایک مسلمان کو قرآن پاک کی یہ آیت سبق دے رہی ہے کہ کبھی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ حتیٰ کہ کامیابی آپ کا مقدر بن جائے۔

لانقنطو من رحمت الله

(سورہ الزمر)

اللہ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو

تو پیارے بچو! ہمیں زندگی میں کسی موقع پر ہمت نہیں ہارنی چاہیے اور حوصلہ پست نہیں کرنا چاہیے بلکہ امید کا دامن ہاتھ تھام کر اللہ سے مدد مانگتے ہوئے اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مدد ضرور کرے گا۔

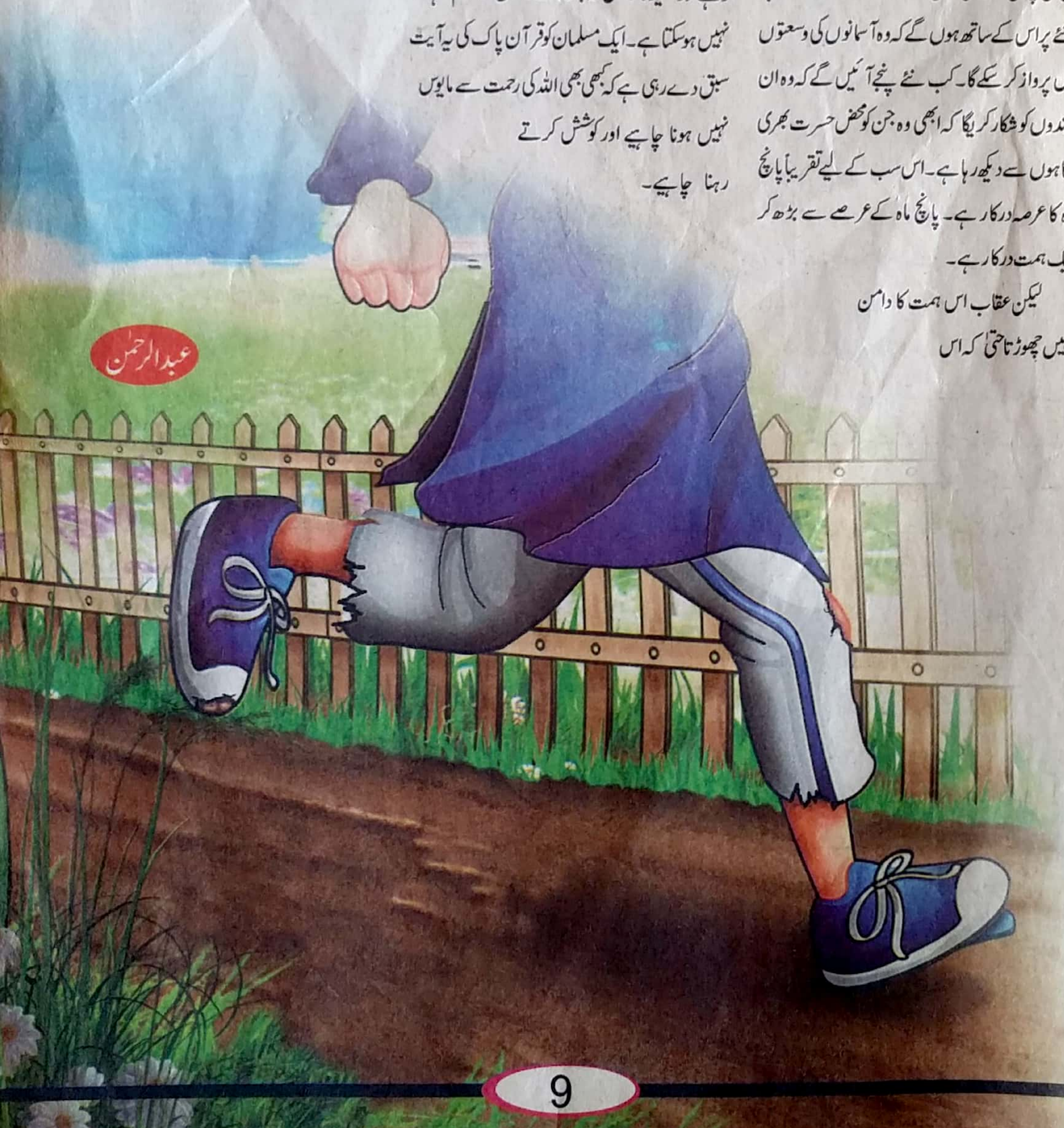

ننھا طبیب

اعجاز احمد

صفائی نصف ایمان ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ صحت مند زندگی کی بنیادی ضرورت صفائی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اگر بچے صفائی کا خیال رکھیں تو وہ بیمار نہیں ہوں گے۔ صحت مند بچے کھیل کود میں بھی آگے نکلتے ہیں۔

بیماری کے جراثیم ہمارے چاروں طرف موجود ہوتے ہیں۔ بالخصوص ہمارے ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے، انگلیوں کے درمیان، جسم پر، گھروں میں استعمال کی چیزوں پر، کچن میں اور صحت مند رہنے کے لیے ان جراثیموں سے محفوظ رہنا بہت ضروری ہے۔

بیماری کے جراثیم ہم تک کیسے پہنچتے ہیں؟ آیئے ذرا اس کو جانتے ہیں۔ جب بھی ہم کسی چیز کو ہاتھ لگاتے ہیں تو ہمارے ہاتھ جراثیموں سے بھر جاتے ہیں۔ بالخصوص ناخنوں کے نیچے جراثیم جمع ہو جاتے ہیں۔ اب اگر ہم ہاتھ دھوئے بغیر کھانا کھائیں گے تو یہ جراثیم پیٹ میں جا کر مختلف بیماریوں کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً دست کی بیماری، پیچش، پیٹ کے کیڑے، ٹائیفائیڈ، ہیضہ اور جگر کی بیماریاں جیسے پیلیا وغیرہ۔ اگر زخم لگ جائے اور اس کو فوراً صاف نہ کیا جائے تو یہ جراثیم اس زخم کے ذریعے جسم میں داخل ہو کر بہت نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

بغیر رومال منہ پر رکھے چھینکنے یا کھانسنے سے جراثیم ہوا میں داخل ہو جاتے ہیں جو پاس بیٹھے دوسرے لوگوں کو بیمار کر دیتے ہیں۔ ہوا میں، خشک مٹی کے ذروں پر، کیڑوں اور مکھیوں کی ٹانگوں پر بھی ہزاروں جراثیم ہوتے ہیں جو غذا اور برتنوں کے ذریعے آپ کے پیٹ میں جا سکتے ہیں۔ بیماری کے جراثیم آپ کے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی منتقل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ بیمار ہیں تو فوراً اپنا علاج کروائیں تاکہ باقی بچوں کو اس بیماری سے محفوظ رکھ سکیں۔

بیماری کے جراثیم تین طریقوں سے ہمارے جسم میں داخل ہوتے ہیں۔

۱۔ ہاتھوں کے ذریعے
۲۔ کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعے
۳۔ سانس کے ذریعے

عام طور پر جب ہم لاپرواہی سے ہاتھ دھوتے ہیں تو انگلیوں کے درمیان اور ناخنوں کے بیچ گندگی لگی رہ جاتی ہے۔ اس لئے

۱۔ اپنی دونوں ہاتھوں کو صابن اچھی طرح لگائیں۔
۲۔ دونوں ہتھیلیوں کو ایک دوسرے پر اچھی طرح رگڑیں۔
۳۔ ایک ہتھیلی سے دوسرے ہاتھ کی پشت کو خوب رگڑیں۔
۴۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر خوب رگڑیں۔
۵۔ انگلیوں کو بند کر کے ہتھیلیاں خوب رگڑیں۔
۶۔ ایک ایک کر کے انگوٹھے رگڑیں۔

آخر میں ایک بار پھر انگلیوں کو ہتھیلیوں پر خوب رگڑیں۔

روزانہ نہانے سے جلد صاف ہوتی رہتی ہے۔ جسم سے بدبو بھی نہیں آتی اور جلد کو بیماریوں سے تحفظ بھی ملتا ہے۔ اینٹی بیکٹیریل صابن زیادہ تر نقصان دہ جراثیم کو مار دیتا ہے۔ اپنے جسم اور ہاتھوں کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ تاکہ آپ بیماری پھیلانے والے جراثیم سے محفوظ رہ سکیں۔ کیونکہ جراثیم گندگی میں ہی نشوونما پاتے ہیں۔ گھر سے باہر بھی جو آپ غذا استعمال کریں وہ صاف ستھری ہونی چاہیے۔ اپنے کمرے، گھر اور سکول کو بھی صاف ستھرا رکھیں۔ اگر کھیل کے دوران چوٹ لگ جائے تو ایک گلاس پانی میں ایک چمچ ڈیٹول ڈال کر اس سے زخم صاف کریں تاکہ مختلف بیماریوں کے مہلک جراثیم اس زخم کے ذریعے آپ کے جسم میں داخل نہ ہو سکیں۔

بقیہ..... قبول اسلام سے شہادت تک

یہ گھر والوں کی چاہت تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر گھر میں ٹکے رہے...... جنگ بدر کی سرخروئی اور بچوں کے غازی بن کر لوٹنے نے انہیں سرشار کر دیا۔ جہاد کی تڑپ اور بھی زور پکڑ گئی...... یوں جنگ احد پر روانگی کا وقت بھی قریب آن پہنچا...... اس بار عزم بلند کیے وہ بیوی بچوں کے آڑے آنے کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے۔

مقدمہ پھر محمد ﷺ کے پاس چلا گیا...... کہ بیوی بچے مجھے جہادی راہوں سے روک رہے ہیں تب ولولہ جوان دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے نہ روکو! شاید اللہ اسے شہادت عطا کرے......!!

ابو قتادہ جنگ میں شامل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا "اے اللہ کے رسول: اگر میں اللہ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو کیا میں جنت میں سیدھا چل سکوں گا؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! تم جنت میں سیدھا چل سکو گے......!! اور آخر کار اللہ کے دین کا یہ سپاہی اس جنگ میں اپنی جان قربان کر کے شہادت کے عظیم مرتبے پر فائز ہو گیا...... نبی ﷺ جب میدان جنگ میں لاشوں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: "گویا میں تمہیں دیکھ رہا ہوں کہ تم جنت میں سیدھی چال چل رہے ہو۔" (مسند احمد 899/5)

یہ تھا ایمانی لذت سے بھرپور عمل جو عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کو دنیا اور دنیا میں موجود مال و زر یہاں تک کہ بیوی بچوں کو چھوڑنے پر ثابت قدم رکھ گیا...... وہ رشتے جنہیں تنہا چھوڑ جانے کا تصور انسان کو ڈگمگا دیا کرتا ہے...... مگر آج بھی ان جیسوں کے نقش قدم پر چلنے والے ہر شے سے منہ موڑے جنت کے دروازے پر اپنوں کا انتظار کرنے کے لیے...... روز قیامت پر نظر رکھ کر قدموں کو خاک آلود کرتے جان کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں...... جو عمرو بن جموع رضی اللہ عنہ کی طرح...... "حیات سے لیکر شہادت تک کی بلندی کا سبب بنا کرتا ہے"......!!

(حمیرا رحمانی۔ ڈی آئی خان)

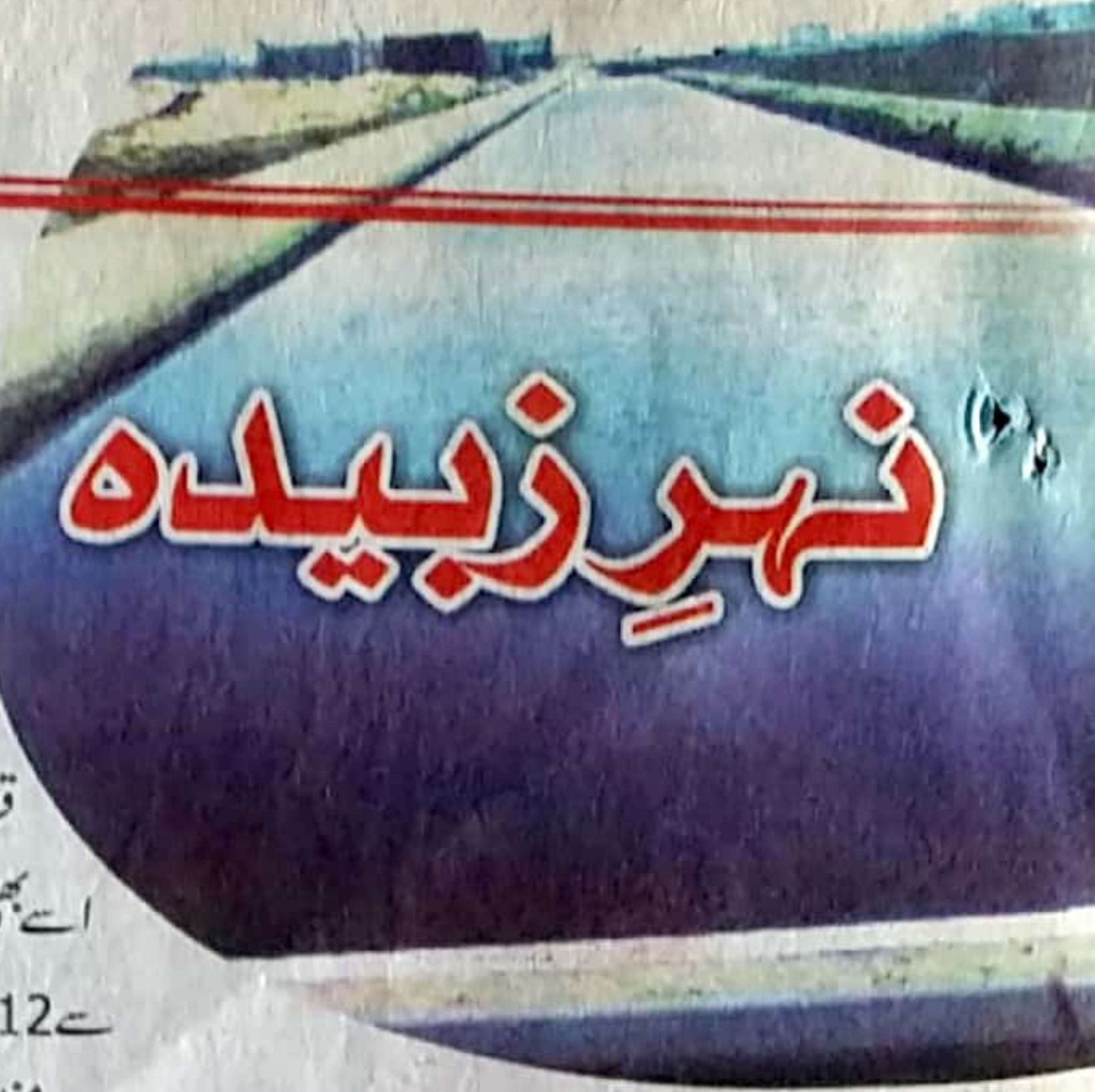

نہرِ زبیدہ

یہ دوسری صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ دنیا کے چپے چپے میں اسلام کا آفتاب اپنی تابناک شعاعیں بکھیر رہا تھا۔ اس صدی میں مملکتِ اسلامیہ کی باگ ڈور خلیفہ ہارون الرشید کے ہاتھ میں تھی۔ دنیا کے کونے کونے سے لوگ حج و عمرہ کی غرض سے آتے تھے لیکن مکہ میں پانی ناپید تھا جس سے انہیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اسی زمانہ میں ملکہ زبیدہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ المکرّمہ آئیں۔ ملکہ زبیدہ نے پانی کی قلت کے سبب حجاج اکرام اور اہلِ مکہ کو درپیش مشکلات اور دشواریاں اپنی آنکھوں سے دیکھیں تو انہوں نے مکہ میں ایک نہر بنانے کا ارادہ کیا۔ اس سے پہلے بھی وہ مکہ والوں کو بہت زیادہ مال سے نوازتی رہتی تھیں اور حج و عمرہ کے لئے مکہ آنے والوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد فیاضانہ تھا۔

اب نہر کی کھدائی کا منصوبہ سامنے آیا تو مختلف علاقوں سے ماہر انجینئر بلوائے گئے۔ مکہ مکرمہ سے 35 کلومیٹر شمال مشرق میں وادی حنین کے ''جبل طاد'' سے نہر نکالنے کا پروگرام بنایا گیا۔ ایک نہر جس کا پانی ''جبل قرا'' سے ''وادی نعمان'' کی طرف جاتا تھا اسے بھی نہر زبیدہ میں شامل کر لیا گیا۔ یہ مقام عرفات سے 12 کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع تھا۔ علاوہ ازیں منیٰ کے جنوب میں صحرا کے مقام پر ایک تالاب 'بر زبیدہ' کے نام سے تھا جس میں بارش کا پانی جمع کیا جاتا تھا۔ اس سے سات کاریزوں کے ذریعے پانی نہر میں لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے ایک چھوٹی نہر مکہ مکرمہ کی طرف اور ایک عرفات میں مسجد نمرہ تک لے جائی گئی۔ اس عظیم منصوبے پر سترہ لاکھ دینار خرچ ہوئے۔

ملکہ زبیدہ نے انتہائی شوق اور جذبہ اخلاص کے تحت نہر کی کھدائی کرائی تھی۔ وہ حجاج کرام اور اہل مکہ کو پانی کی دشواری سے نجات دلانا چاہتی تھی اور یہ کام انہوں نے صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے کیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ جب نہر زبیدہ کی منصوبہ بندی شروع ہوئی تو اس منصوبہ کا منتظم انجینئر آیا اور کہنے لگا: ''آپ نے جس منصوبہ کا حکم دیا ہے اس کے لئے خاصے اخراجات درکار ہیں کیونکہ اس تکمیل کے لئے بڑے بڑے پہاڑوں کو کاٹنا پڑے گا۔ چٹانوں کو توڑنا پڑے گا۔ نشیب و فراز کی مشکلات سے نمٹنا پڑے گا۔ سینکڑوں مزدوروں کو دن رات محنت کرنی پڑے گی تب کہیں جا کر اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جا سکتا ہے''۔ یہ سن کر ملکہ زبیدہ نے جو جواب دیا وہ بہت دلچسپ تھا۔ انہوں نے چیف انجینئر سے کہا: ''اس کام کو شروع کرو خواہ کلہاڑے کی ایک ضرب پر ایک دینار خرچ آتا ہو''۔ اس طرح جب نہر کا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو منتظمین اور نگران حضرات نے اخراجات کی تفصیلات ملکہ کی خدمت میں پیش کیں۔ اس وقت ملکہ دریائے دجلہ کے کنارے واقع اپنے محل میں تھیں۔ ملکہ نے وہ تمام کاغذات لئے اور انہیں کھول کر دیکھے بغیر دریا برد کر دیا اور کہنے لگیں: ''الٰہی مجھے دنیا میں کوئی حساب کتاب نہیں لینا تو مجھ سے قیامت کے دن حساب نہ لینا''۔ ملکہ زبیدہ نے یہ عظیم الشان کام انجام دے کر حجاج کرام اور باشندگانِ مکہ کو پانی کی قلت کے سبب درپیش مشکلات کا مسئلہ حل کر دیا۔ اللہ اس نہر کو ان کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔ یہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جو رہتی دنیا تک عالم بشریت کو یاد رہے گا۔

(انتخاب: اخت عبداللہ صغیر۔ راولپنڈی)

عقلمند چرواہا

حضرت قیس بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ اور ابو بکر چھپتے چھپاتے مدینہ جا رہے تھے تو ایک غلام کے پاس سے گزر ہوا جو بکریوں کا چرواہا تھا۔ آپ نے اس سے دودھ مانگا تو وہ چرواہا کہنے لگا کہ میرے پاس بکری تو کوئی نہیں کہ جس کا دودھ دوہا جائے۔ ہاں البتہ یہ ایک اونٹنی ہے' سردیوں کے شروع میں یہ حاملہ ہوئی تھی اور پھر اس نے حمل گرا دیا۔ تب سے دودھ اس کے تھنوں میں بھی نہیں۔ آپ ﷺ نے اسے کہا کہ تم ان باتوں کو چھوڑو یہی اونٹنی لے آؤ۔

وہ اونٹنی لے آیا تو نبی ﷺ نے اسے باندھا اور اس کے تھن کو ہاتھ لگایا' دعا کی اور اونٹنی نے دودھ اتار دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ برتن لے آئے اور اللہ کے رسول دودھ دوہنے لگ گئے۔ آپ ﷺ نے جناب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا اور دوسری بار دوہا تو خود پیا۔

یہ واقعہ دیکھ کر چرواہے سے رہا نہ گیا۔ وہ بول پڑا: بتاؤ تم کون ہے؟ اللہ کی قسم میں نے آپ جیسا بندہ زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا: کیا تم وعدہ کرتے ہو اگر میں تمہیں بتلا دوں تو تم بات چھپا کر رکھو گے؟

چرواہا: جی ہاں

آپ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول محمد ﷺ ہوں۔

چرواہا: کیا آپ وہی ہیں جن کے بارے میں قریش کہتے ہیں کہ وہ صابی (بے دین) ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں وہ ایسے ہی کہتے ہیں۔

چرواہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ جو آپ ﷺ لیکر آئے ہیں وہ حق ہے کیونکہ جو آپ ﷺ نے کیا وہ سوائے نبی کے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اب میں آپ ﷺ کا پیروکار ہوں۔

البتہ اے رسول کریم ﷺ موجودہ حالات میں آپ ﷺ کی پیروی میرے بس کی بات نہیں۔ آپ ﷺ نے اسے کہا کہ جب تجھے معلوم ہو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو تم ہمارے پاس آ جانا۔

(بحوالہ: سیرت کے سچے موتی)

(آمنہ اقراء سرور۔ سادو گورائیہ)

کامران بلندی پر پہنچایا اور اس مالک کا شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے جتنے بھی قاری، لکھاری، شکاری یعنی ردی کی ٹوکری سب کو نیک تمناؤں کے ساتھ ہمارے رب کی حفاظت کے حقدار ہیں کہ اللہ ان تمام کو اپنی حفظ وامان اور اپنی رحمت کے سائے تلے رکھے جو اس روضہ کو ان جگہوں پر متعارف کروار ہے ہیں جن جگہوں کا کبھی نام نہیں سنا اور کروڑوں رحمت اللہ ان پر بھیجے جو دن رات کی محنت میں اس کو چھاپتے ہیں اور ہم تک پہنچاتے ہیں۔

(سندس نصیر مغل۔ راوی ریان)

درست پزل بھیجنے والوں کے نام

حافظ سیف اللہ، غلہ منڈی جڑانوالہ۔ سیفی، فردوسیہ آئیڈیل نرسری جڑانوالہ۔ حافظ شکیل کمال، مرید کے نارووال چوک۔ محمد لیاقت ریاض، ٹھیکری والا فیصل آباد۔ ساجد بن محمد طارق، مرکز پتوکی ضلع قصور۔ بشیر احمد ولد محمد شریف، چک ڈھولن پتوکی۔ محمد زوہیب بن محمد اسحاق، فیصل آباد۔ عرفان احمد بن عبداللہ، پتوکی۔ محمد حسین مجاہد بن افتخار علی، گوجرانوالہ۔ اخت ابومنصور، کوٹ ادو۔ عبدالرزاق شاہ بن غلام مجتبیٰ شاہ، گلشن اقبال کراچی۔ محمد اویس قرنی، شبیر ٹاؤن۔ سمیع اللہ اشرف، چونگی امر سدھو لاہور۔ منیبہ مقدس، مومنہ مقدس بنت عبدالغفار تبسم، ارزانی پور۔ رانا سیف اللہ، جڑانوالہ۔ فیصل رضا اعجاز، ترنڈہ رحیم یار خان۔ نجم الدین ساقی، جامعہ الدراسات کراچی۔ رمشا ایوب، لاہور۔ محمد عامر رفیق چیمہ، لاہور۔ حماد امجد، بہاول نگر۔ عبدالباسط شاہین، فورٹ عباس۔ محمد اسلم شاہین، ضلع بہاول نگر۔ طلحہ حبیب، کامرہ کینٹ (اٹک)۔ اسامہ اسلم، کوٹ رادھا۔ محمد یوسف بن محمد یونس، نوشہرہ ورکاں۔ عائشہ بنت محمد اسلم، کوٹ ادو۔ عبدالوہاب چیمہ، خانیوال۔ محمد امیر حمزہ، میاں چنوں۔ موسیٰ معید، مرکز طیبہ مرید کے۔ حیدر معاذ بن جبل، مرید کے۔ عمر فاروق، طیبہ کالونی مرید کے۔ مبشر حسن شاہد، مرکز طیبہ مرید کے۔ حافظ سعید ادریس، معاذ بن جبل مرید کے۔ عمیر ارشاد، قصور۔ محمد لیٰسین، لاہور۔ محمد طارق، جہانیاں۔ محمد اعجاز بن مقبول احمد۔ نوشہرہ۔ عائشہ خالد بن محمد خالد، پتوکی۔ حافظ محمد صفی اللہ، سرگودھا۔ محمد بلال، کامرہ۔ اقراء حفیظ، سمندری۔ عائشہ شفیق بن محمد شفیق، پتوکی۔ حافظ محمد ذیشان، بہاول نگر۔ سدرہ مصطفیٰ، راولپنڈی۔ ابوحمزہ ثانی، شازیہ لطیف فیصل آباد۔ احتشام الحق، اوکاڑہ۔ اسامہ نذیر، چیچہ وطنی۔ طیبہ حمید عثمان اکبر پارک، شیخوپورہ۔ فیصل بشیر، قیام پور

لیموں ایک نعمت

لیموں نچوڑ کا واقعہ تو سب نے سنا ہوا ہے کہ کیسے وہ مفت میں کھانا کھاتا تھا لیکن لیموں صرف مفت میں کھانا ہی نہیں کھلاتا بلکہ اس کے اور بھی بہت سے فائدے ہیں۔

ملاحظہ کیجئے مندرجہ ذیل فوائد اور کچھ باتیں۔

لیموں اردو زبان کا لفظ ہے۔ یہ ایک معروف پھل ہے۔ اس کی بہترین قسم رقیق ہے کہ جس کا چھلکا زیادہ پتلا ہو۔ عام طور پر اسے کاغذی لیموں کہتے ہیں۔ تاریخی حوالے سے اس کا صحیح جائزہ لینا مشکل ہے۔ مشرق وسطیٰ میں بعض مقامات کی کھدائی کے دوران اس کے بیج دستیاب ہوئے ہیں۔ اس کی ابتداء کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ براعظم ایشیاء سے ہوئی تھی اور سیاحوں کے ہاتھوں یورپ میں پہنچا۔ لیموں میں سٹرک ایسڈ کے علاوہ ہائڈرو اکسی ایسڈ موجود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں وٹامن سی خاصی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ لیموں کے مندرجہ ذیل خواص وفوائد ہیں:

1۔ لیموں ذائقے اور ہضم کی صلاحیت کو پیدا کرتا ہے۔

2۔ اگر کان بہتا ہو تو آپ لیموں میں بچی کھار حل کر کے کان میں ڈالیں ٹھیک ہو جائے گا۔

3۔ ہاضمے کی شکایت میں اس کا استعمال انتہائی فائدہ مند ہے۔

4۔ لیموں کی سکنجبین موٹاپے کا بہترین حل ہے۔ اس کے استعمال سے جسم کی چربی آہستہ آہستہ کم ہو جاتی ہے۔

5۔ میلیریا اور موسمی بخار میں صفراء کا بہت زور ہوتا ہے، منہ کڑوا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کسی بھی چیز کو کھانے کا دل نہیں چاہتا۔ ایسی صورت میں لیموں پر کالی مرچ کا سفوف چھڑک کر چوسنے سے منہ کا ذائقہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

6۔ لیموں کے رس میں تھوڑا سا نمک ملا کر دانتوں پر ملنے سے پائیوریا اور درد مسوڑھوں سے نجات ملتی ہے اور اس کے مسوڑھوں سے خون آنا بند ہو جاتا ہے۔

7۔ سرسوں کے تیل میں لیموں کا رس ڈال کر سر پر اچھی طرح مالش کریں تقریباً 45 منٹ بعد سر کو دھو لیں ان شاء اللہ خشکی سکری رفع ہو جائے گی اور بال نرم و ملائم ہو جائیں گے۔

(زبیر بن خالد، عثمان بن خالد مرجالوی)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

111

20 جنوری 2012ء

25 صفر 1433ھ

قصۂ موسیٰ علیہ السلام

علمِ حدیث کا طالب

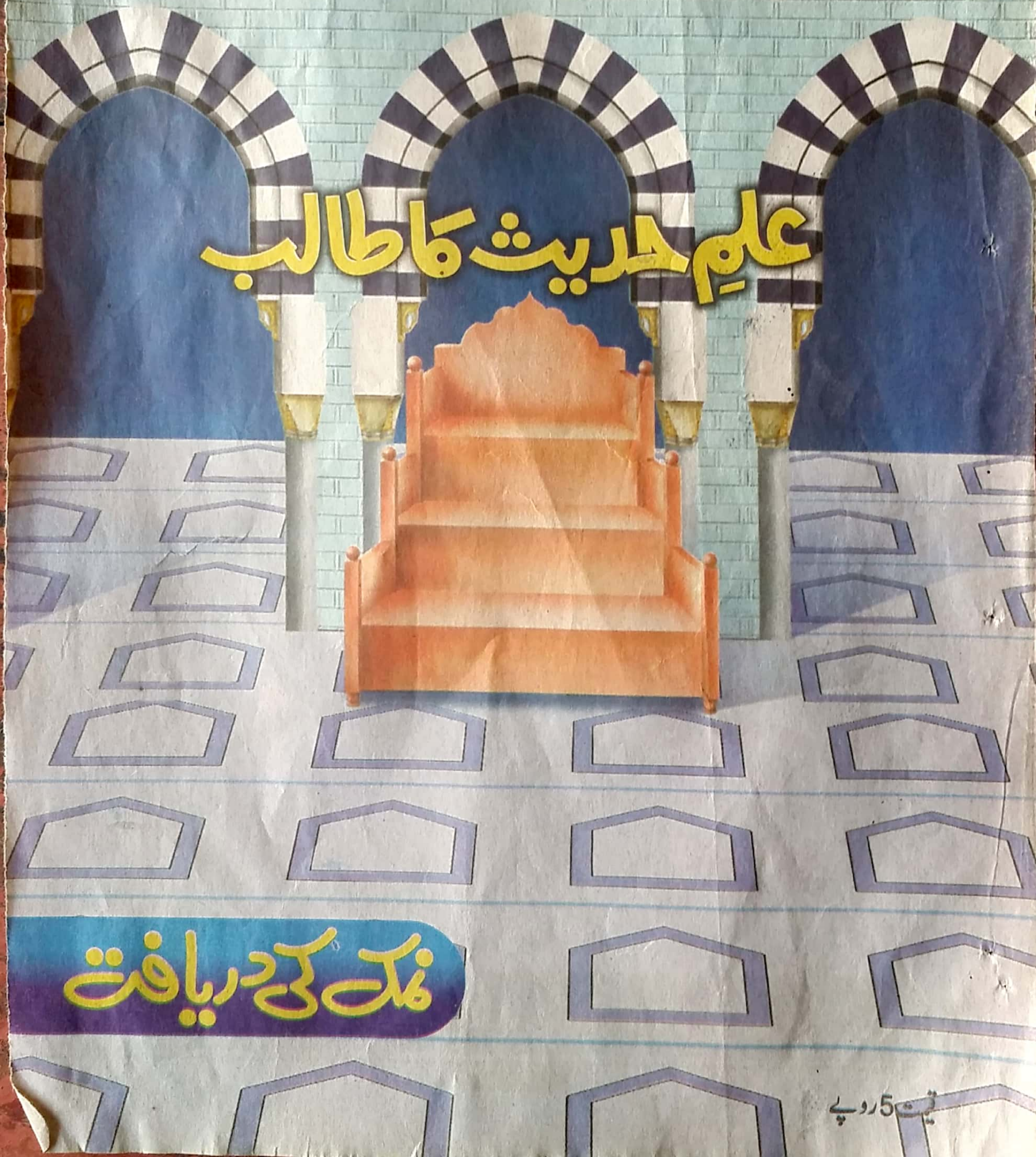

نمک کی دریافت

قیمت 5 روپے

فرمان الٰہی

[illegible]

حدیث نبوی

[illegible]

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ رب العزت سے امید ہے کہ آپ بالکل تندرست و توانا ہوں گے۔ اللہ آپ کو ہمیشہ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

[illegible]

والسلام

مہمان کو رخصت کرتے وقت یہ دعا پڑھیں

أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِينَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيمَ عَمَلِكَ (مسند احمد)

[illegible]

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن
خط و کتابت کیلئے: [illegible] 102 [illegible] / ای میل: rozah100@yahoo.com موبائل: 0313-5167575

حج

حج کی تین قسمیں ہیں۔

1- مفرد

صرف حج کی نیت سے احرام باندھنا۔

2- قران

حج اور عمرہ دونوں کی ایک ساتھ نیت کر کے احرام باندھنا اس صورت میں تمام مناسک حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کھولنا جائز نہیں ہے۔

3- حج تمتع

اس میں بھی حج وعمرہ دونوں کی نیت ہوتی ہے لیکن پہلے صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جاتا ہے اور عمرہ کر کے پھر احرام کھول دیا جاتا ہے اور پھر 8 ذوالحجہ کو حج کے لیے مکہ سے ہی دوبارہ احرام باندھا جاتا ہے۔

تمتع کے معنی فائدہ اٹھانے کے ہیں۔ گویا درمیان میں احرام کھول کر فائدہ اٹھالیا جاتا ہے۔

حج قران اور حج تمتع دونوں میں ایک ہدی (جانور) کی قربانی بھی دینی پڑتی ہے۔ یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ حج کرنے والا حسب طاقت 10 ذوالحجہ کو ایک جانور کی قربانی دے۔ اگر قربانی کی طاقت نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں اور سات روزے گھر جا کر رکھے۔ ایام حج، جن میں روزے رکھنے ہیں 9 ذی الحجہ (یوم عرفات) سے پہلے یا پھر ایام تشریق ہیں۔ (فتح القدیر)

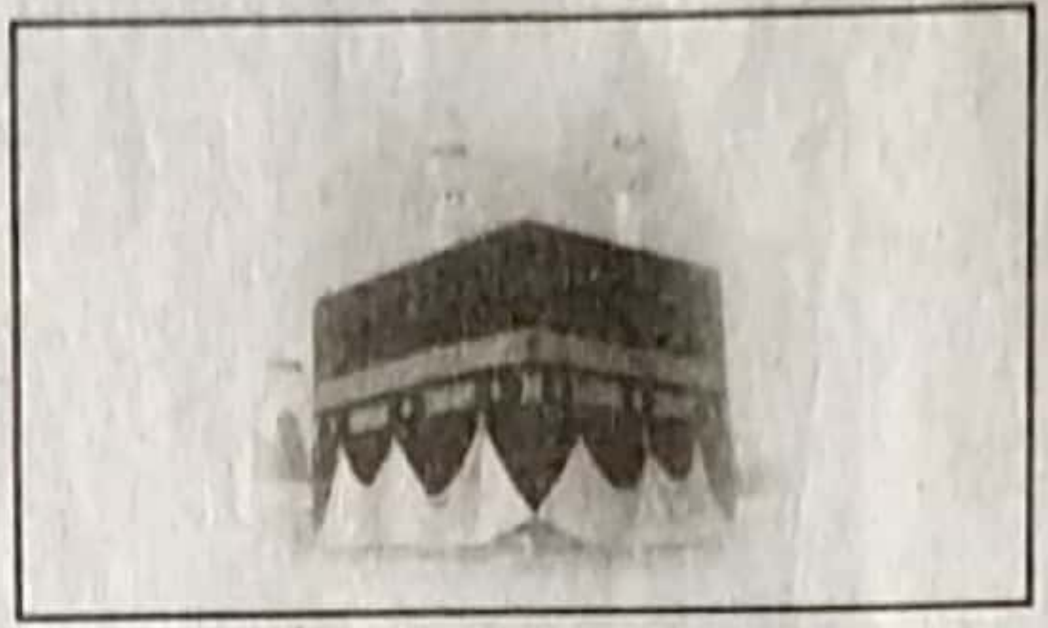

عمرہ تو سال میں ہر وقت جائز ہے لیکن حج صرف مخصوص دنوں میں ہی ہوتا ہے اس لیے اس کا احرام حج کے مہینوں کے علاوہ باندھنا جائز نہیں۔ (ابن کثیر)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے حج کیا اور بری باتوں اور فسق وفجور سے بچا وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے (اسے) جنا تھا۔ (صحیح بخاری)

فضائل ومسائل

حضرت مجاہد ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ حج کرنے والے کی مغفرت فرما اور اس کی بھی جس کے لیے حاجی استغفار کرے۔''

(کنز العمال 55/5)

حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلایا تو انہوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مانگا تو اس نے انہیں عطا کر دیا۔

(ابن ماجہ وصحیح الترغیب)

حج ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔ ہر صاحب استطاعت پر زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ اس کی فضیلت واہمیت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے حج کرنے والوں کے لیے دعائے رحمت کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے اللہ! (حج کے لیے) سر منڈوانے والوں پر رحم فرما۔''

ایک دوسری روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی:

''10 ذوالحجہ کو حاجیوں پر لازم ہے کہ قربانی وغیرہ سے فارغ ہو کر اپنا سر منڈوائیں لیکن اگر کچھ بال کتروا لیے جائیں تو بھی جائز ہے۔''

لیکن افضل یہی ہے کہ سر کو منڈوایا جائے جیسا کہ دعائیہ کلمات سے معلوم ہوتا ہے اور حجۃ الوداع کے موقع پر آتا ہے کہ:

''نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے بہت سے صحابہ کرام ؓ نے سر منڈوایا لیکن بعض نے بال کتروائے۔''

(بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر آدمی کو حج وعمرہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(انتخاب: محمد اشفاق نذیر۔ گوجرانوالہ)

انصاف پسند بادشاہ

سورج غروب ہونے والا تھا۔ ایک چھوٹا سا قافلہ بھی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ کچھ دیر کے بعد اندھیرا چھانے لگا تو قافلے میں موجود ایک نوجوان نے سردار سے کہا کہ رات یہیں گزاری جائے۔ یہ سن کر سردار نے تشویش ناک نظروں سے نوجوان کی طرف دیکھا اور بولا:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ علاقہ ڈاکوؤں کی آماجگاہ ہے اس لیے ہمیں فوراً قریبی گاؤں چلے جانا چاہیے۔

یہ بات سن کر قافلے والوں نے اپنی سواریاں تیزی سے چلانا شروع کر دیں تاکہ جلد از جلد گاؤں پہنچا جا سکے۔

ابھی قافلے والوں نے کچھ ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ قافلے والوں پر ٹوٹ پڑا۔ ڈاکوؤں نے آسانی سے قافلے والوں کا سامان لوٹا اور فرار ہو گئے۔

لٹا ہوا قافلہ جب گاؤں پہنچا تو وہاں کے حاکم کو اپنے ساتھ گزرے ہوئے واقعہ کے بارے میں بتایا اور مدد کرنے کی درخواست کی۔ حاکم نے تمام داستان سنی لیکن مدد کرنے سے انکار کر دیا۔ آخر کار لٹا ہوا قافلہ دوسرے دن دارالحکومت میں حاکم وقت کے دربار میں حاضر ہوا اور تمام داستان سنا ڈالی۔

حاکم وقت نے تمام داستان توجہ سے سنی اور اسی وقت اپنے سپاہیوں کو اس علاقے کی طرف روانہ کیا جہاں واردات ہوئی تھی تاکہ ڈاکوؤں کا سراغ لگایا جا سکے۔ جلد ہی سپاہی ناکام واپس آ گئے اور بتایا کہ علاقے کے تمام رہائشی اس واقعہ سے لاعلمی کا اظہار کر رہے ہیں۔

یہ سن کر حاکم وقت نے غور وفکر کے بعد ایک منصوبہ بنایا اور اپنے دو خاص آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ عام آدمیوں کے لباس میں اس علاقے میں جائیں جہاں ڈاکہ پڑا ہے اور وہاں ایک درخت کاٹنا شروع کر دیں۔ اگر کوئی درخت کاٹنے سے منع کرے تو اسے اسی وقت گرفتار کر کے یہاں لے آؤ۔

چنانچہ وہ بادشاہ کے حکم سے اس علاقے میں گئے اور درخت کاٹنا شروع کر دیا۔ وہاں کا حاکم بھاگتا ہوا آیا اور درخت کاٹنے سے منع کرنے لگا۔ اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے دربار میں پیش کر دیا گیا۔

دربار میں لٹے ہوئے قافلے کا سردار اور وہ حاکم موجود تھا جس نے ڈاکوؤں کو پکڑنے کے سلسلے میں مدد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

بادشاہ نے حاکم سے کہا:

حیرت ہے تم پر کہ تمہیں ایک درخت کے کاٹنے کی خبر تو فوراً ہو گئی لیکن ایک قافلے کے لٹنے کی خبر تک بھی نہ ہوئی۔ سنو! اگر تین دن کے اندر اندر ڈاکوؤں کو پکڑ کر دربار میں پیش نہ کیا تو تمہیں سخت سزا دوں گا۔

بادشاہ کا حکم سن کر حاکم اپنے علاقے کی طرف بھاگا اور پھر تین دن کے بعد بادشاہ کے دربار میں ڈاکو حاضر تھے۔

پیارے بچو!

آپ جاننے کے لیے بے چین ہوں گے کہ یہ انصاف پسند بادشاہ کون تھا......؟

یہ انصاف پسند بادشاہ ''شیر شاہ سوری'' تھے جنہوں نے اپنی حاضر دماغی کی وجہ سے ڈاکوؤں کا سراغ لگایا۔

(ماخوذ: بچوں کا گلستان از ابو علی عبدالوکیل)

(عابد علی۔ لالہ رخ واہ کینٹ)

بچپن ان شہیدوں کا......

الفاظ: ام حمزہ

ابو صخر عمر شاہین شہید ان شاء اللہ

26 فروری 1990ء کا دن تھا۔ ویسا ہی ایک دن جیسے سال کے باقی ایام ہوتے ہیں۔ مگر 26 فروری کا وہ دن عام دنوں جیسا ہوتے ہوئے بھی خاص ہو گیا کہ اس دن اللہ کے ایک جری مجاہد نے دنیا کی گہما گہمی میں آنکھ کھولی۔ ماں باپ نے اس کا نام عمر رکھا مگر ان کو بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ ایک دن اس نام سے پہلے ''کنیت'' اور بعد میں ''شہید'' کا اضافہ ہو جائے گا۔ سیالکوٹ کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے والا یہ بچہ شہدائے اسلام کی فہرست میں کیسے شامل ہوا' آیئے آپ کو تفصیل سے بتاتے ہیں۔

ابو صخر عمر شاہین شہیدؒ کی والدہ بتاتی ہیں کہ عمر شروع سے ہی کچھ الگ طبیعت کا مالک تھا۔ انتہا درجے کا شرارتی تھا مگر جب کبھی سنجیدہ ہوتا تو کوئی کہہ نہیں سکتا تھا کہ یہ وہی عمر ہے جس کی شرارتوں سے ہر کوئی تنگ ہے۔

اکتوبر 1995ء میں جب ہم سیالکوٹ سے وزیر آباد آ گئے تو تب عمر سکول جانے کی عمر کو پہنچ چکا تھا۔ وہیں ایک پرائمری سکول میں اس کا داخلہ ہو گیا۔ کچھ دن سکول گیا تو ایک دن واپس آ کر کہنے لگا: ''امی امی! یہ ماسٹر صاحب بھائی جان کا نام تو بولتے ہیں مگر میرا نام کیوں نہیں بولتے۔'' یعنی میری حاضری تو لگتی ہی نہیں۔ پتہ کروانے پر معلوم ہوا کہ سکول کے قوانین کے مطابق ابھی اس کی عمر کم ہے۔ ماسٹر صاحب کو کہہ کر ہم نے اس کے لیے باقاعدہ اجازت لی تو تب اس کا نام بھی حاضری کے وقت بولا جانے لگا۔

ہمارا جہاد سے حقیقی تعارف وزیر آباد آ کر ہی ہوا تھا۔ تب افغانستان سے روس بھاگ چکا تھا اور کشمیر کا معرکہ عروج پر تھا۔ ہم نے گھر کے ساتھ ہی جگہ خرید کر مسجد اور مدرسہ ابی بکر بنایا جس میں عمر باقاعدگی سے جاتا تھا۔ وہاں کے ماحول کو دیکھ کر اتنا متاثر ہوتا تھا کہ عام بچوں کی طرح مدرسے سے چھٹی کرنے کی ضد نہ کرتا تھا۔ نماز کی بچپن سے ہی بہت پابندی کرتا تھا۔ اس کے قاری صاحب نماز نہ پڑھنے پر سزا دیا کرتے تھے مگر شاید ہی کبھی عمر کو اس معاملے میں سزا ملی ہو۔ کچھ عرصے بعد جماعت کا اجتماع ہوا تو اس کے ابو اکیلے ہی اس میں شرکت کے لیے چلے گئے۔ یہ ابھی بہت چھوٹا تھا تو اس کی ضد کے باوجود اس کو ساتھ نہ لے کر گئے۔ ان کے واپس آنے تک اس کا یہ معمول تھا کہ گھر میں موجود ٹیپ ریکارڈ کو چلاتا اور ابو سے شکایتیں ریکارڈ کروانا شروع کر دیتا۔ کہتا ہوتا تھا: ''ابو جی مجھے چھوڑ کر اکیلے چلے گئے ہیں' میں آپ سے کبھی بات نہیں کروں گا' آپ سے بالکل نہیں بولوں گا......''

اس کے پانچویں کے سالانہ امتحان قریب تھے کہ مسئولین کا کوئی تربیتی کورس شروع ہو گیا۔ اس کو پتہ لگ گیا کہ ابو نے اس دفعہ پھر مجھے چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ اس نے اتنی ضد کی کہ ہمیں اس کی بات ماننی پڑی۔ حالانکہ اس کو بڑا سمجھایا کہ بیٹا اپنے امتحان سے فارغ ہو کر چلے جانا مگر یہ نہ مانا۔ مجبوراً اس کے استاد صاحب سے تاخیر سے امتحان دینے کی اجازت لی اور اسے والد صاحب کے ساتھ بھیجا۔

ابھی 9 سال کا تھا کہ ''ریور کراسنگ'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے رسے کے درمیان پہنچ کر اس نے تقریر شروع کر دی۔ لوگ اس کے اس انداز پر اتنے خوش ہوئے کہ اسے انعام میں پیسے دینے شروع کر دیئے۔ گھر آیا تو ڈھیر سارے روپے اس کے پاس تھے۔ کچھ ڈانٹ بھی سنی مگر اب تو انعام لے چکا تھا۔ خیر شام کو بھائی کے ساتھ ان روپوں سے شاپنگ کرنے گیا تو نقلی کلاشن اور گاڑی لے کر گھر آیا۔

2000ء میں اس نے جامعہ میں داخلہ لے لیا۔ اسی دوران ایک اجتماع کی تیاریوں میں مشغول تھا کہ چلتی گاڑی سے گر گیا۔ ہوا یہ کہ رستے میں ایک تار تھی جو اس کے گلے میں پھر گئی اور یہ گاڑی سے نیچے گر گیا۔ فوراً ہسپتال لے جایا گیا مگر حالت بہت تشویشناک تھی۔ ہر شخص اس کے بچنے کے لیے حوالے سے تقریباً ناامید ہی تھا مگر اللہ نے اس سے کوئی بڑا کام لینا تھا۔ اس لیے چند دن بعد ہی بالکل تندرست ہو کر گھر آ گیا۔

2003ء میں اس کے ماموں شہید ہوئے۔ تو اس کی عمر 13 سال تھی۔ ان کی شہادت نے اسے بہت متاثر کیا۔ ڈائری لکھنے کی اسے بہت زیادہ عادت تھی۔ شہادت سے تین سال پہلے اس نے اپنی ڈائری میں لکھا ہوا تھا کہ ''جب میری یاد آئے تو شہدائے اسلام کی طرف دیکھ لینا۔''

2006ء میں اس کی شہادت کے بعد ایک دن اس کی بہت یاد آئی تو اس کی ڈائری پڑھنی شروع کر دی۔ تب میں نے پہلی دفعہ یہ تحریر پڑھی۔ ''جب اجازت لینے آیا تھا تو میں نے کہہ دیا کہ میرا دل کرتا ہے کہ میرا بیٹا عالم بھی ہو' حافظ بھی ہو اور شہید بھی۔ اس نے درس نظامی کے چھ سال تو مکمل کر لیے تھے مگر حفظ نہ کیا۔ میری بات کی لاج رکھتے ہوئے اس نے نہ صرف آٹھ ماہ میں حفظ کیا بلکہ حفظ کے تین مقابلوں میں بھی اول آیا۔''

معرکے سے پہلے جو آخری بات اس نے مجھ سے کی' اس میں کہنے لگا: ''امی جان میں ماموں کے پاس جا رہا ہوں۔'' اور پھر واقعی وہ 20 رمضان 2006ء کو شہید ہو کر اپنے ماموں اور باقی شہدائے اسلام سے جا ملا۔ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کو قبول فرمائے۔ آمین

ضبط تحریر: عبدالرحمن

نمک کی دریافت

فیصل امین

لمبے سفر کی تھکاوٹ سے چورفوجیوں نے اپنے اپنے گھوڑوں سے سامان اتارا اور خیمے لگانے لگے۔ خیمے لگانے کے بعد وہ اس قدر تھک چکے تھے کہ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو کھلا ہی چھوڑ دیا اور لمبی تان کر سو گئے۔

جب وہ نیند سے بیدار ہوئے تو گھوڑے چرتے چرتے کہیں دور نکل گئے تھے۔ جب وہ اپنے گھوڑوں کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ان کے پاس پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر بڑے حیران ہوئے کہ سب گھوڑے سرسبز وشاداب گھاس کھانے کی بجائے پتھروں کو چاٹ رہے ہیں۔ فوجیوں کی حیرت بڑھتی گئی کہ آخر ان پتھروں میں کون سی چیز ہے جس نے گھوڑوں سے سرسبز گھاس ہی چھڑوا دی۔

فوجیوں نے اس حقیقت کو جاننے کے لیے جب ان پتھروں کو چکھا تو ان کو نمک کی طرح کی کوئی نمکین چیز محسوس ہوئی۔ فوجی یہاں (جنگ) سے فارغ ہوئے اور اگلے علاقوں کی طرف نکل گئے۔

وقت پَر لگا کر اڑتا رہا اور سائنس ترقی کی منازل طے کرتی گئی۔ 1872ء میں کچھ انجینئرز نے اسی جگہ سے نمک نکالنے کا کام شروع کیا۔ کھدائی شروع کی گئی اور 17 سرنگیں وجود میں آئیں۔ اب تقریباً ایک سو چالیس سال ہونے کو ہیں اور یہاں سے مسلسل نمک نکالا جا رہا ہے۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا نمک کا ذخیرہ ہے۔

پیارے بچو! اب تو شاید آپ کو پتہ چل ہی گیا ہوگا کہ ہم کس جگہ کی بات کر رہے ہیں۔ کچھ کو تو پتہ ہوگا مگر اکثر کو اس جگہ کے بارے میں معلوم نہیں ہوگا تو چلیں جی آپ کو بتا دیتے ہیں۔

جی! یہ ہے دنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان ''کھیوڑہ''۔ جس فوج کے گھوڑوں نے اس جگہ نمک کی نشاندہی کی تھی وہ سکندر اعظم کی فوج کے گھوڑے تھے۔ یہ 326ء قبل از مسیح کی بات ہے۔ جب سکندر اعظم اور راجہ پورس کی فوج کے درمیان دریائے جہلم کے کنارے جنگ لڑی گئی۔ آپ کو کچھ کچھ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ آج ہم آپ کو کھیوڑہ کی سیر کروائیں گے۔

تو جی ہو جائیں پھر تیار اور آپ کو لیے چلتے ہیں کھیوڑہ۔

اب جی سب بچے بغیر شور کیے لاہور سے موٹروے کے ذریعے اسلام آباد جانے والی گاڑی میں بیٹھ جائیں۔ آپ کو یہ بھی بتاتے چلیں کہ پاکستان کی بہترین سڑک موٹروے ہے، جسے کئی جگہ پر تو پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر بڑی محنت کے ساتھ بنایا گیا ہے۔

لاہور سے موٹروے کے ذریعے یہ سفر 260 کلومیٹر ہے۔ کلر کہار انٹرچینج کا راستہ 3 گھنٹے میں طے ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک ''چھوٹی سڑک'' دنیا کی سب سے ''بڑی نمک کی کان'' کی طرف جاتی ہیں۔

لیں جی! اب ہم پہنچ گئے ہیں، کھیوڑہ کی کان کے گیٹ پر۔ گیٹ کے ساتھ ہی گاڑیوں کی پارکنگ کی جگہ ہے۔ اپنی گاڑی پارک کریں۔ اگر آپ کو بھوک لگی ہوئی ہے تو گاڑیوں کی پارکنگ والی جگہ کے ساتھ ہی کیفے ٹیریا (کنٹین) ہے، وہاں سے خوب سیر ہو کر کھانا کھا لیں۔ اس کے بعد کان کی سیر کرنے کے لیے آپ کو ٹکٹ خریدنا پڑے گا۔ کان کی سیر آپ دو طریقوں سے کر سکتے ہیں۔ ایک الیکٹرک ٹرام (ریل گاڑی) کے ذریعے، دوسرا پیدل۔ میرے خیال میں اگر پیسے بچانے ہیں اور سیر کا خوب مزہ لینا ہے تو پیدل ہی ٹھیک رہے گا۔ پیدل سیر کی ٹکٹ 30 روپے اور ٹرام کی ٹکٹ 50 روپے ہے۔

اب ٹکٹ کا چکر ختم ہوا اور سرنگ کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ نمک کی کان کیا دیکھنے والی ہوتی ہے۔ اس میں نمک ہوگا۔ بس مزدور وغیرہ نمک نکال رہے ہوں گے۔

ارے بابا! نہیں نہیں! ادھر آپ کو ہم بڑی چیزیں دکھائیں گے۔

آپ لوگ بڑے بے چین ہوں گے کہ پتہ نہیں، سرنگ کے اندر کیا کیا ہے۔ لیں جی آپ کو بتا دیتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں ہیں۔ سرنگ کے اندر بادشاہی مسجد، شملہ پہاڑی، شیش محل اور اسمبلی ہال بنایا گیا ہے۔

اسمبلی ہال میں ویسے تو شاید آپ کو کوئی داخل نہ ہونے دے مگر اِدھر بلا روک ٹوک آپ کو اسمبلی ہال میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ مگر ادھر کہیں صدارت کی کرسی پر قبضہ کرنے کا خیال ذہن میں نہ لانا۔ کیونکہ جمہوری نظام غیر اسلامی نظام ہے۔ اسمبلی ہال کافی بڑا بنوایا گیا ہے، جس میں کئی ہزار لوگ بیٹھ سکتے ہیں۔

جس بچے نے لاہور کی بادشاہی مسجد نہیں دیکھی وہ اِدھر دیکھ لے پھر نہ کہنا کہ بتایا نہیں۔ جس طرح لاہور کی بادشاہی مسجد کے بڑے بڑے خوبصورت مینار ہیں۔ ادھر بھی سرنگ میں بادشاہی مسجد کے مینار کو خوبصورت بنانے کے لیے میناروں کے اندر بجلی کے قمقمے (یعنی بلب) لگائے ہوئے ہیں۔ بلبوں کی روشنی جب نمک پر پڑتی ہے تو نمک پر یہ خوبصورت رنگ آنکھوں کو بہت بھلے لگتے ہیں۔

سرنگ میں موجود روشنیوں سے چمکتا ہوا ''شیش محل'' بڑا خوبصورت منظر پیش کرتا ہے اور شملہ پہاڑی کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔

اب جی آپ کو بہت ہی معلوماتی چیز کے بارے میں بتاتے ہیں۔ سرنگ کے اندر دمے کے مریضوں کے لیے ایک ہسپتال بنایا گیا ہے۔ سرنگ میں بے شمار کمرے بنائے گئے ہیں۔ ان کمروں میں موجود پانی بڑا صاف شفاف ہے۔ اگر آپ اس پانی میں پتھر پھینکیں تو تہہ تک جاتا نظر آتا ہے۔

اب یہ نہ ہو کہ سارے بچے مل کر پانی میں پتھر پھینکنا شروع کر دیں۔ ایسا نہیں کرتے، ٹھیک ہے ناں......؟؟

میرے خیال میں آپ کافی دیر چلتے رہے ہیں، آپ کو بھوک بھی شدید لگ رہی ہوگی۔ آؤ جی! شیش محل کے ساتھ ہی جو کیفے ٹیریا ہے اس میں چلتے ہیں۔ یہاں سے آپ ٹوتلیں، چپس، نمکو اور چاکلیٹ وغیرہ (اپنے اپنے پیسوں سے) خرید سکتے ہیں۔ سب جی آپ کو لے کر چلتے ہیں ''پل صراط'' پر!

میرے خیال میں آپ پل صراط کا نام سن کر چونک گئے ہیں کہ پل صراط تو آخرت میں ہوگا، یہاں کیسے؟ جی بھائی! اصلی والا نہیں۔ اس کو پل صراط اس لیے کہتے ہیں کیونکہ یہ پل بغیر ستونوں کے بنایا گیا ہے۔

(باقی صفحہ 15 پر)

لڑائی جھگڑا ہو جائے تو ناراضگی جلد ہی دور ہو جاتی ہے جبکہ دوستی کے رشتے میں اگر ایک بار دراڑ آ جائے تو اسے کبھی بھی دور نہیں کیا جا سکتا۔

(صباء رفیق۔گڑھی گوندل)

پانچ نصیحتیں

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو مجھ سے یہ (چند) کلمات حاصل کر کے ان پر خود عمل پیرا ہو جائے یا کسی ایسے شخص کو سکھائے جو اسے اپنالے۔ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں میں نے

عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں (سیکھوں گا) تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔

① تم اللہ کی حرام کردہ باتوں سے بچو تم سب سے زیادہ عبادت گزار بن جاؤ گے۔

② جو اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھ دیا ہے اس پر راضی ہو جاؤ، تم لوگوں میں سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔

③ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، تو (حقیقی) مومن بن جاؤ گے۔

④ لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تم مسلمان بن جاؤ گے۔

⑤ زیادہ ہنسا نہ کرو اس لیے کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ (جامع ترمذی)

(عطیہ شفیق۔تحصیل و ضلع گوجرانوالہ)

غموں اور پریشانیوں کا حل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جہاد جنت کے دروازوں میں ایک دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جہاد کے ذریعے غموں اور پریشانیوں سے نجات دیتا ہے۔''

(مسند احمد، جلد نمبر 5، ص 314)

(بسمہ بنت رزاق)

سنہری باتیں

☆...... ہر ٹھوکر میں انسان کے لیے کوئی نہ کوئی سبق پوشیدہ ہوتا ہے۔

☆...... کمال نہ گرنے میں نہیں بلکہ گرنے کے بعد ہمت اور حوصلے سے دوبارہ اٹھ کھڑا ہونے میں ہے۔

☆...... سنجیدہ بننے کی کوشش کریں کیونکہ کثرت مزاح وقار ختم کر دیتا ہے۔

☆...... اگر لوگ تمہاری ایسی تعریف کریں جس کے تم مستحق نہیں تو اس سے تم مغرور نہ ہو جاؤ کیونکہ جاہلوں کے کہنے سے ٹھیکری سونا نہیں بن جاتی۔

☆...... جو واقعی بڑے ہیں، وہ اپنے آپ کو بڑا نہیں کہلواتے، ہیرا کب اپنے منہ سے کہتا ہے کہ میں ہیرا ہوں۔

(میمونہ بنت فاروق الرحمٰن یزدانی۔میرپور آف شاہ کوٹ)

دوست اور بھائی

شیخ سعدی سے کسی نے دوست اور بھائی کے بارے میں پوچھا کہ دوست اور بھائی میں کیا فرق ہے؟ تو آپ نے جواب دیا:

دوست ہیرے کی مانند ہے جبکہ بھائی سونے کی مانند

ہے۔وہ شخص حیران ہوا اور کہنے لگا حضرت جو خونی رشتہ ہے (یعنی بھائی) اسے آپ سونے سے منسوب کر رہے ہیں جبکہ دوستی کو اتنی بڑی قیمت یعنی ہیرے سے منسوب کیا۔

شیخ سعدی نے کہا:

سونا اگرچہ کم قیمت ہے لیکن اگر ٹوٹ جائے تو اسے پگھلا کر اصل شکل دی جا سکتی ہے۔لیکن اگر ہیرا ٹوٹ جائے تو اسے اصل شکل نہیں دی جا سکتی۔یعنی اگر بھائیوں میں وقتی

عالمی معلومات

☆......دنیا کی سب سے خوبصورت بندرگاہ سڈنی کی ہے۔

☆......دنیا میں پہلی شیشوں کی عینک 1280ء میں اٹلی کے شہر Pisa میں استعمال ہوئی۔

☆......دنیا میں سب سے زیادہ جنگل افریقہ میں پائے جاتے ہیں۔

☆......دنیا میں سب سے زیادہ اخبار روس میں شائع ہوتا ہے۔

☆......دنیا کے سب سے گہرے دریا کا نام المیزون ہے۔

☆......دنیا کا سب سے بڑا عجائب گھر لندن میں واقع ہے۔

☆......دنیا کا سب سے اونچا درخت کیلیفورنیا میں ہے۔ اس کا نام ہارڈیسی اور بلندی 367.6 فٹ ہے۔

(عائشہ اقبال۔سرگودھا)

اقوال زریں

☆......زبان خیال کا لباس ہے اور کردار اس کی عکاسی کرتا ہے۔

☆......دوسروں کو سمجھانے کے لیے ان دو باتوں میں موازنہ کرو کہ وہ کیا جانتا ہے اور کیا نہیں جانتا۔

☆......دوست وہ نہیں جو وقت کا خون کرے بلکہ دوست وہ ہے جس کی رفاقت میں گزرا وقت قیمتی ہو جائے۔

☆......نادم ہونا چاہتے ہو تو اپنے گناہوں پر نادم ہو۔

☆......والدین کی طرف پیار بھری نظروں سے دیکھنا بھی عبادت ہے۔

☆......مصیبت کی جڑ کی بنیاد انسان کی گفتگو ہوتی ہے۔

☆......کانٹوں سے بھری ہوئی ٹہنی کو ایک پھول پرکشش بنا

دیتا ہے۔

(محمد حمزہ، محمد طلحہ، عبدالاحد۔فیصل آباد)

مہکتی کلیاں

☆......اگر تمہارے ہزار بھی دوست ہیں تب بھی کم ہیں اور اگر ایک بھی دشمن ہے تو بہت ہے۔

☆......بڑے کام کرو، بڑے وعدے نہ کرو۔

☆......جہاں چاہو زمین کھودو، خزانہ ضرور ملے گا، مگر شرط یہ

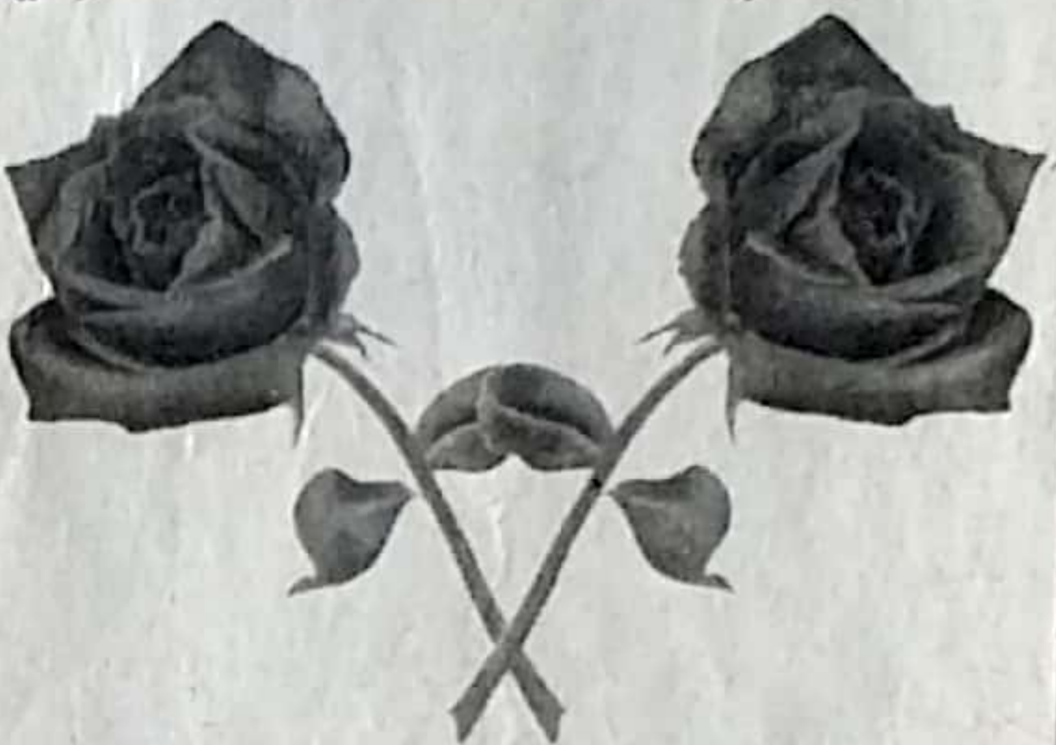

ہے کہ زمین کامیابی کی امید کے ساتھ کھودو۔

☆......کتنا اچھا ہو کہ ہم نیک بننے کی کوشش کریں جس طرح خوبصورت بننے کے لیے کرتے ہیں۔

☆......اگر وفا کا درس لینا ہے تو پھولوں سے حاصل کرو جو پودے سے جدا ہوتے ہی مرجھا جاتے ہیں۔

☆......کام سے غلطی، غلطی سے تجربہ، تجربے سے عقل، عقل سے خیال اور خیال سے نئی نئی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

(محمد رامش اسحاق۔فیصل آباد)

”پھر لوٹ آئیں بہاریں“

کاش میرے اشک الفاظ کا روپ دھاریں
چہرۂ وطن کی ابتر حالت کو سنواریں
خدایا یہ کیسا منظر دیکھ رہا ہوں آج
مسلماں خاموش، کفار کی بے نیام تلواریں
مذاہب عالم ہیں یکجا تیرے اسلام کے پیچھے
اک مسلمان ہیں ان میں ہزاروں دراڑیں
اپنے ہی چلن کے سبب ہیں خوفِ باطل دل میں

ورنہ مجال ہے کیا وہ اہلِ اسلام کو للکاریں
چراغِ ایماں روشن کر دل میں اور دیکھ
منتظر تیری نصرت کو ہیں فرشتوں کی قطاریں
آؤ یکجاں ہو کر جاں دین و وطن پہ واریں
پھر لوٹ آئیں بہاریں، پھر لوٹ آئیں بہاریں

(شہباز اختر، وزیر آباد گوجرانوالہ)

عمدہ باتیں

☆......قناعت جسم کو تازگی بخشتی ہے اور حسد جسم کو جلا دیتا ہے۔

☆......اللہ کی تقسیم پر راضی ہونا سچا ایمان ہے۔

☆......موت سے بڑھ کر کوئی سچی چیز نہیں اور امید سے بڑھ کر کوئی چیز چھوٹی نہیں۔

☆......تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقلمند وہ ہے جو ان میں ترقی کرے۔

☆......دنیا جس کے لیے قید خانہ، قبر اس کے لیے آرام دہ ہے۔

☆......پرہیز کرو، پرہیز نفع دیتا ہے اور عمل کرو، عمل قبول کیا جاتا ہے۔

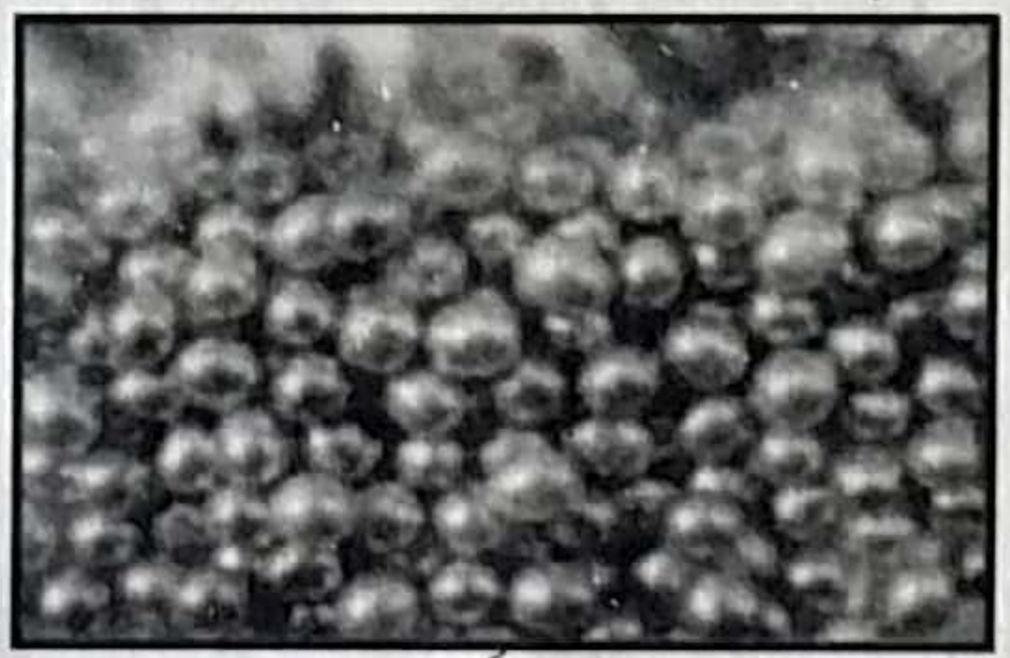

☆......بدترین سواری جھوٹ کی سواری ہے۔

☆......شرافت کا اندازہ عقل اور ادب سے کیا جاتا ہے، حال اور نسب سے نہیں۔

☆......مصیبت میں گھبرانا کمال درجہ کی مصیبت ہے۔

☆......بہتر وضو شیطان کو تجھ سے دور بھگاتا ہے۔

☆......گلے اور شکوے زبان پر نہ لاؤ، راحت حاصل ہوگی۔

(زبیر بن خالد، عثمان بن خالد مرجالوی)

حکمران بیت المال کا محافظ

ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے صاحبزادے کے ہاتھ میں کانسی کا ایک ٹکڑا دیکھا جس کی کوئی قیمت نہیں تھی، انتہائی معمولی تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا بچے کانسی کا یہ ٹکڑا تجھے کس نے دیا ہے؟ صاحبزادے نے جواب دیا: ابو جان! یہ ٹکڑا بیت المال کے خازن (خزانے کے نگہبان) نے دیا ہے۔

امیرالمومنین اپنے صاحبزادے کو لے کر بیت المال کے خازن کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: تجھے یہ ٹکڑا عمر کے بیٹے کو دینے کے لیے کس نے کہا ہے؟

اس نے جواب دیا: اے امیرالمومنین میں نے خزانے کا حساب لگایا، گنتی کی کہ کون سا مال کتنا اور کہاں ہے؟ تو خزانے میں سونا اور چاندی ہی پایا۔ اس پورے خزانے میں کانسی کا ایک ٹکڑا ملا۔ چنانچہ میں نے اسے آپ کے صاحبزادے کے حوالے کر دیا۔

یہ سنتے ہی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: تیری ماں تجھے گم کردے۔ کیا تو نے تمام مسلمانوں کے گھروں کا جائزہ لینے کے بعد کوئی ایسا گھر نہیں پایا جو حرام مال کھائے۔ اس کے لیے تجھے عمر رضی اللہ عنہ ہی کا گھر نظر آیا۔ یہ ٹکڑا لاؤ اور اسے اس کی جگہ رکھ دو۔

(استفادہ: سنہرے فیصلے، از عبدالمالک مجاہد)

(حافظ محمد شاہد محمد عطاء اللہ۔ تحصیل و ضلع چنیوٹ)

فضول خرچ قرآن کی نظر میں

”بے شک وہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔“ (الاعراف: 31)

”بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔“ (بنی اسرائیل: 27)

”اپنا ہاتھ گردن سے باندھ کر نہ رکھو اور نہ ہی اسے بالکل کھول دو۔ تو تم ملامت کا نشانہ بنو گے اور افسوس سے ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔“ (بنی اسرائیل: 29)

(محمد توصیف الرحمٰن شاہ۔ حویلی بہادر شاہ جھنگ)

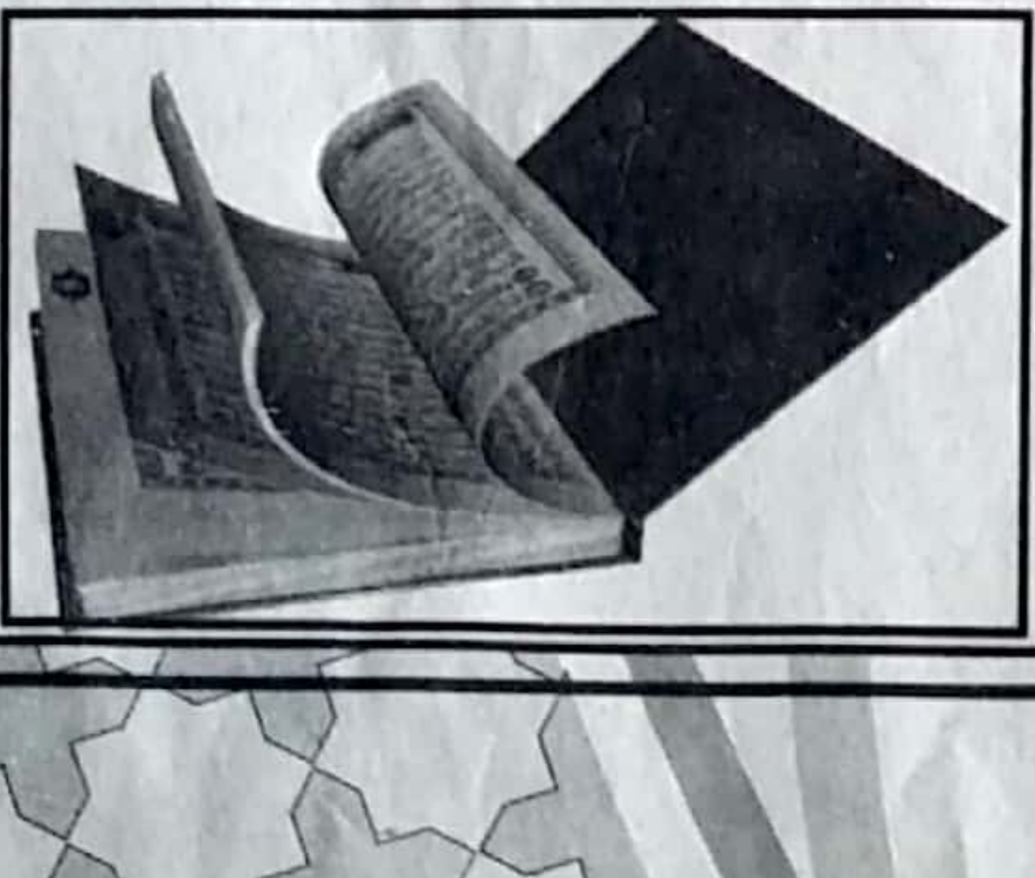

علمِ حدیث کا طالب

عبدالرحمٰن

امام مالکؒ نے والیٔ مدینہ سے خط لیا اور پڑھنا شروع کردیا۔ خط پڑھ کر ان کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمودار ہوئے۔ انہوں نے کچھ غصے سے کہا:

''سبحان اللہ! کیا اب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا علم اس قابل رہ گیا ہے کہ وہ حکمران کے (فراہم کردہ) وسائل اور (سفارشی) رقعوں کے ذریعے حاصل کیا جائے گا''؟

امام مالکؒ کی یہ بات سن کر والیٔ مدینہ کچھ نہ بول سکا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی ایک قریشی نوجوان کو لیے امام مالکؒ کے گھر پہنچا تھا۔ یہ نوجوان مکہ کے والی کا خط لے کر اس کے پاس پہنچا تھا کہ اسے بھی امام مالکؒ سے دین کا علم سیکھنے کا موقع مل سکے۔ والیٔ مدینہ چونکہ امام مالکؒ کا مقام و مرتبہ جانتا تھا اس لیے وہ یہاں آنے سے بچنا چاہتا تھا۔ مگر اس نوجوان کے مجبور کرنے اور والیٔ مکہ کے خط کی وجہ سے اسے یہاں آنا پڑا۔ مگر اب اسے افسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس نوجوان کی بات مان کر یہاں کیوں آیا۔ دوسری طرف جب اس نوجوان نے دیکھا کہ یہاں تو مدینہ کے والی کی بھی دال نہیں گلنے والی تو وہ خود امام مالکؒ سے مخاطب ہو کر بولا:

''حضرت! میں مکہ کا ایک ہاشمی نوجوان ہوں اور علم کے حصول کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں''۔

امام مالکؒ نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور اس کا نام پوچھا:

نوجوان نے جواب دیا: ''میرا نام محمد ہے''۔

امام مالکؒ نے اس کا سلسلہ نسب دریافت کیا اور نوجوان کے بتانے پر اس سے کہا: ''اللہ سے ڈرتے رہنا، تمہاری شان بڑی نمایاں ہوگی''۔

پھر آپؒ نے اسے اجازت دے دی کہ وہ کل اپنے ساتھ ایک آدمی لے کر حدیث پڑھنے آجائے۔ آدمی ساتھ اس لیے لانے کو کہا تاکہ وہ اس نوجوان کے لیے قرأت کر سکے۔ امام مالکؒ کے پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنی کتاب ''موطا'' کسی بھی شاگرد کو پکڑاتے اور اسے حدیث پڑھنے کے لیے کہتے۔ وہ خود یا اس کی جگہ قرأت کرنے والا وہ حدیث پڑھتا اور جہاں وضاحت کی ضرورت ہوتی، امام مالکؒ وضاحت کر دیتے۔

☆......☆......☆......☆......☆

اللہ کی ذات کے بعد یہ قریشی نوجوان اپنی ماں کا واحد سہارا تھا۔ اسے شروع دن سے ہی دین اسلام کا علم سیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ اس کی یہ خواہش تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا علم حاصل کرے اور لوگوں تک اسے پہنچائے۔ اس کی والدہ نے بھی اس کے لیے بہت دعائیں کی تھیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کا علم حاصل کر سکے۔ مگر جب وہ نوجوان ایک قافلے کے ساتھ مدینہ جانے لگا تو ماں کی آنکھیں اس کی جدائی کے احساس سے نم ہو گئیں۔ ان کے لیے بھی یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا کیونکہ اس نوجوان کے علاوہ ان کے بڑھاپے کا اور کوئی سہارا نہ تھا۔ مالی حالت بھی اس قدر کمزور تھی کہ ماں کے پاس اپنے بیٹے کو سفر کے لیے دینے کا کوئی سامان موجود نہ تھا۔ ماں نے ایک پرانے سے صندوق میں سے دو پرانی یمنی چادریں نکالیں اور بیٹے کو دیتے ہوئے کہا:

''جا بیٹے! میں نے تجھے اس رب کے حوالے کیا جس کی تو امانت ہے۔ مجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے، وہ ضرور تیری مدد کرے گا''۔

اپنی ماں سے ڈھیر ساری دعائیں وصول کر کے وہ نوجوان مدینہ جانے والے قافلے میں شامل ہو گیا۔ وہ بھی پریشان تھا کہ نہ جانے اتنا لمبا سفر کیسے کٹے گا......! قافلہ ابھی مکہ میں ہی رکا ہوا تھا۔ وہ نوجوان قافلے کے امیر سے ملنا چاہتا تھا مگر اس سے پہلے ہی ایک بزرگ کو اس نے اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔ بزرگ نے قریب آ کر اس سے تعارف کیا اور اس کے آنے کا مقصد پوچھا۔ اس نے بزرگ کو بتایا کہ وہ دین کا علم حاصل کرنے کے لیے گھر سے نکلا ہے۔ بزرگ نے اس کی ظاہری حالت دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ اس نوجوان کی مالی حالت کمزور ہے۔ انہوں نے بڑا اصرار کر کے اس نوجوان سے وعدہ لیا کہ وہ اس سفر میں ان کا مہمان رہے گا۔ یوں سفر کے

آغاز میں ہی اللہ نے علم کے اس ''طالب'' کو ایک ایسے میزبان سے ملوا دیا جس نے پورے سفر میں اس کی ضروریات کا خیال رکھا۔ تقریباً سارا سفر اس نوجوان نے قرآن کریم کی تلاوت کرتے گزارا۔ آٹھویں دن وہ قافلہ اپنی منزل کے قریب پہنچ چکا تھا۔ تقریباً عصر کے قریب وہ قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو اس نوجوان کی زبان پر یہ آیات تھیں:

لَا أُقْسِمُ بِهَٰذَا الْبَلَدِ o وَأَنتَ حِلٌّ بِهَٰذَا الْبَلَدِ o

(سورۃ البلد: 2,1)

''نہیں، میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں! اور تو اس شہر میں رہنے والا ہے۔''

مسجدِ نبویؐ پر نظر پڑی تو اس نوجوان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ مسجد میں داخل ہوا اور قافلے والوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ وہیں پر اس نے پہلی دفعہ امام مالکؒ کو دیکھا جو علم کے پیاسوں کو حدیث پڑھا رہے تھے۔

☆......☆......☆......☆......☆

امام مالکؒ کی اجازت کے بعد وہ نوجوان اگلے دن حدیث پڑھنے کے لیے موجود تھا۔ امام مالکؒ جو بھی حدیث پڑھاتے وہ بڑے غور سے سنتا جاتا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا، جسے وہ منہ میں ڈال کر گیلا کرتا اور پھر اس سے بائیں ہتھیلی پر کچھ لکھتا رہتا۔ امام مالکؒ کافی دیر سے اس کی یہ حرکت دیکھ رہے تھے مگر انہوں نے اسے ٹوکا نہیں۔ جب سبق ختم ہو گیا تو امام مالکؒ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بلایا اور پوچھا:

تم حرم کے رہنے والے ہو؟

''جی ہاں'' اس نوجوان نے جواب دیا۔

قریشی اور مکی ہو؟

اس نوجوان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

پھر امام مالکؒ نے اسے سمجھانے کی غرض سے کہا:

''میں نے تمہیں ایک بے ادبی کرتے دیکھا ہے۔ جب سب لوگ میری زبان سے رسول اللہ ﷺ کی احادیث سن رہے تھے تو تم ایک تنکے سے کھیل رہے تھے''۔

اس نوجوان نے بڑے ہی مؤدب انداز میں کہا: ''جناب! میں کھیل نہیں رہا تھا بلکہ جو کچھ میں آپ سے سنتا تھا، اسے اپنی ہتھیلی پر لکھ کر یاد کر رہا تھا۔ میرے پاس قلم اور کاغذ خریدنے کے لیے رقم نہیں تو میں ایک تنکے سے ہتھیلی پر وہ تمام احادیث لکھ رہا تھا''۔

امام مالکؒ نے یہ جواب سنا تو حیرت سے اس کی ہتھیلی پکڑی اور کہا:

''اس پر تو کچھ بھی نہیں لکھا ہوا، اب حدیثیں کیسے یاد کرو گے؟''

نوجوان نے جواب دیا: ''وہ تو میں نے یاد کر بھی لی ہیں۔ آپ نے جو احادیث آج پڑھائی ہیں، اللہ کے فضل سے وہ سب مجھے یاد ہیں''۔

امام مالکؒ نے یہ جواب سنا تو امتحان لیتے ہوئے پوچھا: ''تم سب حدیثوں کی بجائے صرف ایک ہی مکمل حدیث مجھے سناؤ''۔

اس نوجوان نے امام مالکؒ کے انداز میں ہی پوری پچیس حدیثیں زبانی سنا دیں۔ امام مالکؒ اس نوجوان کے شاندار حافظے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ چونکہ مغرب کا وقت ہو گیا تھا اس لیے پہلے نماز ادا کی گئی اور اس کے بعد امام مالکؒ نے اپنے خادم سے کہا:

''اپنے (اس نوجوان) آقا کو گھر لے جاؤ''

یوں وہ نوجوان امام مالکؒ کا مہمان بن کر ان کے گھر تشریف لے گیا۔ امام مالکؒ نے اس نوجوان کی ضیافت کا اہتمام کیا اور دونوں نے اکٹھے کھانا کھایا۔ رات دیر تک امام مالکؒ اس سے بات چیت کرتے رہے۔ پھر سونے کا کہہ کر خود بھی آرام کرنے چلے گئے۔ اس نوجوان کے لیے امام مالکؒ کی یہ شفقت بہت خوشی کا باعث تھی۔ جب فجر کا وقت ہوا تو امام مالکؒ خود پانی کا برتن پکڑے اس نوجوان کو وضو کروانے کے لیے تشریف لائے۔ یہ بات اس نوجوان کو گوارا نہ تھی مگر امام مالکؒ نے اس کی شرمندگی کم کرتے ہوئے کہا:

''اے ابو عبداللہ! کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت کرنا تو میزبان کا فرض ہے''۔

وضو کرنے کے بعد وہ نوجوان مسجد نبوی پہنچا اور سنتیں ادا کرنے کے بعد باقی لوگوں کی طرح امام صاحب کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد امام مالکؒ مسجد پہنچے اور انہوں نے فجر کی جماعت کروائی۔ پھر سب لوگ ذکر واذکار میں مصروف رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اور بڑی حد تک ماحول روشن ہو گیا۔ امام مالکؒ نے پھر سے مسند سنبھالی اور اپنی حدیث کی کتاب ''موطا'' اس نوجوان کو پکڑا کر پڑھنے کا حکم دیا:

اس نوجوان نے حکم پر عمل کرتے ہوئے احادیث پڑھنا شروع کیں۔ سب طالب علم لکھتے جا رہے تھے تاکہ بعد میں ان احادیث کو یاد کر سکیں۔ مگر اللہ کا یہ بندہ احادیث پڑھنے کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے ذہن میں محفوظ بھی کر رہا تھا۔ آواز بھی اس قدر شاندار تھی کہ جہاں پر وہ ارادہ کرتا کہ پڑھنا بند کر دے وہیں امام مالکؒ حکم دیتے:

''صاحبزادے اور......اور......''

یوں احادیث پڑھ کر سنانے کی ذمہ داری مستقل طور پر اس نوجوان کے کندھوں پر ڈال دی گئی۔ آٹھ ماہ کے مختصر عرصے میں اس نوجوان کو پوری ''موطا'' حفظ ہو چکی تھی۔ اس دوران وہ نوجوان امام مالکؒ کے اتنے قریب آ چکا تھا کہ جیسے ان کے گھر کا ہی کوئی فرد ہو۔ پھر اس نوجوان کی علمی شخصیت اس قدر جاندار تھی کہ امام مالکؒ اور دیگر محدثین کی موجودگی کے باوجود اس نوجوان کو فتویٰ دینے کی اجازت دے دی گئی۔

☆......☆......☆......☆......☆

پیارے بچو! ایک وقت آیا کہ دین اسلام کے اس سچے طالب علم کو لوگوں نے ''امام شافعیؒ'' کہہ کر پکارا۔ امام شافعیؒ کی پوری زندگی ہی احادیث کی تلاش میں گزری۔ آپؒ کی ہمیشہ سے کوشش رہی کہ دین کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حکم بھی ایسا نہ ہو جو آپ تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے لیے انہوں نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ اپنے ابتدائی سفر کی طرح آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہوتا مگر آپ نے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنا یہ مبارک سفر جاری رکھا اور اللہ نے بھی آپ کی ہمیشہ مدد کی۔ کبھی بھی آپؒ کو لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلانے پڑے بلکہ جو کچھ آپ کو میسر آتا، آپ اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپؒ نہ صرف اپنے علم بلکہ اپنی سخاوت کی وجہ سے بھی مشہور تھے۔

علم کے اس نوجوان گھوارے کی بدولت بے شمار لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی احادیث سنیں اور انہیں آگے لوگوں تک پہنچایا۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ آپ اپنے اساتذہ کے فتویٰ کے برعکس کوئی فتویٰ دے دیتے اور آپ کے اساتذہ اپنا فتویٰ واپس لے لیتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ امام مالکؒ کے پاس ایک شخص کوئی مسئلہ لے کر آیا۔ آپؒ نے اسے فتویٰ دیا اور وہ شخص واپس چلا گیا۔ امام شافعیؒ ابھی خود بھی طالب علم ہی تھے مگر آپ اس شخص کے پیچھے گئے اور اسے امام مالکؒ کے فتویٰ سے الٹ مسئلہ بیان کیا۔ وہ شخص پریشان ہو کر واپس آ گیا اور امام مالکؒ سے سارا قصہ بیان کیا۔ امام مالکؒ نے جب پوچھا کہ تم نے یہ مسئلہ کیسے بتایا تو امام شافعیؒ نے موطا کی ہی ایک حدیث بیان کر کے اس مسئلے پر فتویٰ دیا۔ امام مالکؒ نے فوراً اپنی غلطی کو تسلیم کیا اور اس شخص سے کہا کہ اس نوجوان کی بات میں میری بات سے زیادہ وزن ہے، لہٰذا اس کی بات کو تسلیم کرو۔ یوں ایک طالب علم کی بات کو اس کی دینی سوجھ بوجھ کی وجہ سے فوقیت دی گئی۔

اللہ ہمیں بھی امام شافعیؒ جیسا علم دوست طالب علم بننے کی توفیق دے۔ آمین

زندہ شہید

اللہ کے نبی ﷺ کے ایک صحابی قریش کے ایک تجارتی قافلے کے ہمراہ جا رہے تھے۔ جب یہ قافلہ بصری شہر پہنچا تو بڑے بڑے قریشی تاجر خرید وفروخت کے لیے وہاں کی مقامی منڈی کی طرف چل دیئے۔ آپ ؓ ابھی نوعمر تھے اور میدان تجارت میں نوخیز لیکن بلا کی ذہانت وبصیرت کی بنا پر یہ میدان تجارت میں کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہونے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔

آپ ؓ صبح وشام اس منڈی میں جایا کرتے، جہاں جگہ جگہ سے آنے والے تاجروں کا ہجوم رہتا۔ اس سفر میں انہیں ایک ایسا واقعہ درپیش آیا جس نے ان کی زندگی کا رخ تبدیل کر دیا۔ آپ ﷺ کے یہ صحابی طلحہ بن عبیداللہ ؓ تھے جو کہ فرماتے ہیں کہ ہم بصریٰ کے بازار میں خرید وفروخت میں مشغول تھے۔ اچانک ایک راہب لوگوں میں منادی کرنے لگا۔

اے تاجرو! مجھے بتاؤ کیا تم میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو مکے سے آیا ہو۔ میں اس راہب کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ جلدی سے بولا ہاں میں مکے سے آیا ہوں۔

اس نے پوچھا کیا تم میں احمد ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔ میں نے پوچھا: احمد ﷺ کون؟ اس نے کہا: ابن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ اس مہینے میں ان کا ظہور ہونا تھا۔ وہ آخری نبی ﷺ ہوگا، مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کر جائے گا۔ اے نوجوان! تو جلدی سے اس کے پاس جانا۔ طلحہ ؓ کہتے ہیں راہب کی باتیں میرے دل میں گھر کر گئیں۔ میں جلدی سے اپنی سواری کی طرف چل پڑا۔ اس پر سوار ہوا اور تجارتی قافلے کو وہیں چھوڑتے ہوئے مکہ کی جانب بھاگ نکلا۔ جب میں وہاں پہنچا تو گھر والوں سے دریافت کیا! کیا ہمارے جانے کے بعد مکہ میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا ہاں۔ محمد بن عبداللہ ﷺ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا ہے اور قحافہ کے بیٹے ابوبکر ؓ نے اس کی بات مان لی ہے۔

طلحہ ؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور مجھے دنیا وآخرت کی بھلائی کی خوشخبری دی۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ اس طرح میں چوتھا انسان تھا، جس نے ابوبکر ؓ کے ذریعے اسلام قبول کیا۔

اس قریشی نوجوان کا اسلام قبول کرنا اہل خانہ کو ایسا ناگوار گزرا جیسے اچانک ان پر بجلی گر پڑی ہو۔ اپنے آپ کو شیر قریش کہلوانے والا نوفل بن خویلد اٹھا اور اس نے طلحہ بن عبیداللہ ؓ اور سیدنا ابوبکر ؓ کو ایک رسی میں جکڑا اور مکہ کے اوباش نوجوانوں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ ان دونوں کو عبرتناک سزا دے سکیں۔ پھر تیزی سے دن گزرتے گئے۔ واقعات و داستانیں جنم لیتی رہیں اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ ؓ ترقی اور کمال کی منزلیں طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

اللہ کی راہ میں ان کی آزمائش دن بدن انہیں کندن بناتی رہی جبکہ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور وفاداری میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ مسلمان حضرت طلحہ ؓ کو زندہ شہید کے لقب سے یاد کرنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ انہیں نیک طلحہ، سخی طلحہ اور فیاض وفراخ دل طلحہ کے لقب سے پکارتے، ہر لقب اپنے دامن میں ایک داستان لیے ہوئے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دوران میں اور ابوعبیدہ بن جراح ؓ رسول اللہ ﷺ سے کافی فاصلے پر تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے اور آپ ﷺ کی مرہم پٹی کرنے لگے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے چھوڑو اور اپنے ساتھی طلحہ ؓ کی خبر لو۔ حضرت طلحہ ؓ کا خون بہہ رہا تھا۔ ان کے جسم پر ستر (۷۰) سے زائد نیزے اور تلوار کے زخم لگے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ بھی کٹ چکا تھا اور وہ بے ہوش ہو کر ایک گڑھے میں گر چکے تھے۔

اس واقعے کے بعد رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمایا کرتے تھے: جو چاہتا ہے کہ کسی زندہ شہید کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ طلحہ بن عبیداللہ ؓ کو دیکھ لے۔

حضرت صدیق اکبر ؓ فرمایا کرتے تھے کہ احد کی لڑائی تو درحقیقت صرف طلحہ ؓ نے لڑی اور اس کی کامیابی کا سہرہ بھی اس کے سر ہی ہے۔

(استفادہ: حیات صحابہ ؓ کے درخشاں پہلو)

(انتخاب: محمد اشفاق نذیر۔ گوجرانوالہ)

آگے بڑھو!

سرفروشو! حکم یزداں مان کر آگے بڑھو
جان کو حق کی امانت جان کر آگے بڑھو
کفر نے پھر غیرت ایماں کو للکارا ہے آج
نوجوانوں اپنے سینے تان کر آگے بڑھو
سر بکف آ جاؤ پھر میدان میں برسر جہاد
تیغ کے سائے میں جنت جان کر آگے بڑھو
خالد و طارق کی صورت رزم گاہ کفر میں
تیغ اٹھا کر اپنا سینہ تان کر آگے بڑھو
حیدرؓ و فاروقؓ کی تلوار کے وارث بنو
اپنا فرض منصبی پہچان کر آگے بڑھو
کفر تو ازل سے دشمن اسلام ہے
اس حقیقت کو حقیقت مان کر آگے بڑھو

(انتخاب: بنت عبدالواحد۔ سمندری)

ماں

ماں زندگی ہے مرکزِ صبرو قرار ہے
ماں اک چمن ہے جس میں مسلسل بہار ہے
ماں لطف ہے سکون ہے شفقت و پیار ہے
ماں اک عظیم نعمتِ پروردگار ہے
ماں پہلی درسگاہ ہے عقل و شعور کی
ماں شمع فروزاں ہے محبت کے نور کی
نظارہ ہے یہ رحمت رب جلیل کا
ماں چشمہ خلوص ہے الفت کی جھیل کا
بچہ ہو یا بوڑھا ہو عورت ہو یا کہ مرد
آتی ہے ماں کی یاد تو ہوتا ہے دل میں درد
ماں کا وجود ہے کہ چمبیلی کا پھول ہے
ماں کے بغیر زندگی گویا فضول ہے

(محمد ناصر محسن۔ 21 گ ب جڑانوالہ)

آپ نے کچھ حوصلہ افزائی کی تو ہمت ہوئی اور اب ہم نے ہمت کر لی ہے تو ہمیں مایوس نہ کیجیے گا۔ اللہ حافظ

(آمنہ بی بی۔ 15 چک)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے روضہ سے ''قلمی تعلق'' توڑے کافی عرصہ ہو گیا ہے۔ اب شمارہ نمبر 109 میں کچھ ''پرانوں'' کو پایا تو مصروفیات میں سے وقت نکالا (اسے احسان سمجھا جائے یا......!!)۔ بھائی! یہ چند الفاظ آپ تک پہنچانے کا خرچہ بھی دوگنا ہو گیا ہے اور ہمارے پاس وقت کی شدید قلت ہے (مگر لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ ''ویلوں'' کا شمارہ ہے)۔ ایسے میں اگر خط شائع نہ ہوا تو دکھ بھی چار گنا ہو گا۔ لہٰذا گلشن کے نئے محافظوں سے گزارش ہے کہ ہمیں داخلے کی اجازت دے دیں۔ (اجازت دی جاتی ہے......)

لگتا ہے ایڈیٹر صاحب بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ پرانے لوگ واپس نہ آئیں (یہ پروپیگنڈہ ہے ایڈیٹر کے خلاف)۔ انہوں نے ''سلسلہ جات'' کا جو ''سیلاب'' بھیجا ہے ہمارے نزدیک وہ ''تحریروں کی کشتی'' الٹنے کے لیے کافی ہے۔ ظاہر ہے پرانے لکھاری جب دیکھیں گے کہ تحریروں کے لیے چند ایک صفحات ہی مختص کیے گئے ہیں تو وہ واپس نہیں آئیں گے۔ (چند ایک......؟؟ پورے سولہ صفحات لکھاریوں کے لیے ہی ہیں) یہیں پر بس نہیں! جناب ایڈیٹر تو ہمارے ہاتھوں میں روضہ دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے جبھی تو ''پزل گیم'' شروع کر کے ہمارے چھوٹے بہن بھائیوں کو اس کے ''ٹکڑے پرزے'' کرنے پر اکسایا ہے (پروپیگنڈہ نمبر 2)۔

ویسے آپ پریشان نہ ہوں' یہ تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ روضہ کے قارئین کی عادت بن چکی ہے کہ تنقید نہ کریں تو خط نامکمل لگتا ہے (جی کچھ اندازہ ہو رہا ہے اس ''عادت مبارکہ'' کا)۔

ویسے سچ کہوں تو ''روضہ'' اب ننھے بچوں کے لیے دلکش ہوتا جا رہا ہے۔ خاص طور پر ''بچوں کی سائنس'' کا سلسلہ بڑا دلچسپ ہے۔ ''بچپن ان شہیدوں کا'' اور ''انبیاء کے قصے'' بھی قابل تعریف ہیں۔ نیز ہم ''روضہ'' کو دیسی رنگ میں ڈھالنے (مثلاً آرٹ گیلری کو ''تصویری نمائش'' کا نام دینے) پر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں (اسے تعریف سمجھا جائے یا......؟؟)۔

چونکہ آپ نے سلسلے کا نام ہی ''آدھی ملاقات'' رکھ دیا ہے۔ لہٰذا فی الحال ہم اپنی باتیں ''ادھوری'' چھوڑ کر جا رہے ہیں (ابھی بھی ادھوری ہیں...... صد حیرت)۔

(رمشاء اقبال۔ ڈیرہ غازی خان)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نہ جانے کب...... کیوں...... کیسے...... مجھے یہ خیال آیا کہ مجھے بھی روضہ کی زینت بننا چاہیے۔ بس خیال آتے ہی قلم و کاغذ پکڑا اور لکھنے بیٹھ گئی۔ دوران لکھائی مجھے اس وہم نے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اگر میرا خط روضہ کی زینت بننے کی بجائے اس بھوکی ٹوکری کے ہاتھ لگ گیا' جو ہر وقت نونہالان روضہ کے خطوط و تحاریر پر بڑی شدت سے انتظار کرتی رہتی ہے تو کیا ہو گا؟ (وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا......) لیکن پھر سوچا کہ ڈھیروں خطوط سے ایڈیٹر کا واسطہ پڑتا ہے اور ڈھیروں کو ہی روضہ میں جگہ ملتی ہے تو اگر مجھے روضہ کے کسی صفحے کے کسی کونے میں کانٹ چھانٹ کے بعد جگہ مل جائے تو اس میں کیا حرج ہو گا۔ (حرج تو کوئی نہیں لیکن......) میں نے پہلی مرتبہ زندگی میں خط لکھنے کی کوشش کی ہے' (اتنا بڑا جھوٹ کچھ اچھی بات نہیں' اب تک اردو ''ب'' کا پرچہ بنا خط لکھے ہی حل ہوتا رہا ہے......؟) اس امید سے کہ شائع ہو جائے' اب آپ کو روانہ کیا۔ براہ مہربانی خط شائع کر دیں۔

(سعدیہ آصف' لاہور)

تاریخ کی مدد سے دن معلوم کریں

اگر آپ نے جنوری 2012ء سے دسمبر 2012ء تک کے کسی مہینے کی کسی بھی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو تو ہم آپ کو ایک آسان طریقہ بتاتے ہیں۔ اوپر دیے گئے چارٹ میں مطلوبہ مہینے کے سامنے والے ہندسہ میں وہ تاریخ جمع کریں۔ اگر تو عدد سات یا سات سے بڑا ہو تو اسے سات پر تقسیم کریں۔ اگر صفر بچے تو جمعہ کا دن ہو گا' اگر ایک بچے تو ہفتہ کا' اگر دو بچے تو اتوار کا' اگر تین بچے تو سوموار کا' اگر چار بچے تو منگل کا' اگر پانچ بچے تو بدھ کا' اگر چھ بچے تو جمعرات کا دن ہو گا۔ اگر عدد سات سے چھوٹا ہو تو پھر تقسیم کیے بغیر دن معلوم کر لیں۔ اگر صفر ہوا تو جمعہ کا دن......

مثال: 10 جنوری کو کون سا دن ہو گا؟

جنوری کے سامنے 1 ہے۔ اس میں 10 جمع کرنے سے حاصل جمع 11 ہو گیا' اسے 7 پر تقسیم کیا تو باقی 4 بچا۔ اس کا مطلب ہے 10 جنوری کو منگل کا دن تھا۔

اقراء عمر رفیق (فیصل آباد)

لکھتا رہ ہمت سے...... امید اشاعت رکھ

صبا' اقراء رفیق (گڑھی گوندل)۔ محمد عمیس (سمندری' فیصل آباد)۔ رمشاء بنت شبیر (فیصل آباد)۔ بسمہ بنت رزاق' انیلہ خالد' آصفہ بنت جاوید (خانیوال)۔ بانو کوثر (گلوہڑہ)۔ محمد نعیم ربانی (شکر گڑھ)۔ جویریہ نذیر (ڈونگہ بونگہ)۔ صدف اسلم (جھام والا)۔ معاویہ فاروق خان بلوچ' ولید خان' محمد خان' عبدالروف خان (شجاع آباد)۔ زنیرہ' عائشہ شفیق (لاہور)۔ عبدالرحمن حمزہ (شکر گڑھ)۔ شاہدہ پروین (جوہر آباد)۔ نبیلہ خلیق (فیصل آباد)۔ حافظ وسیم اختر (چونیاں)۔ محمد احمد (لاہور)۔ عمر فاروق (لاہور)۔ عبداللہ اعجاز (جڑانوالہ)۔ حمیران خان (منڈی بہاؤالدین)

بقیہ: نمک کی دریافت

پیارے بچو! اس پل صراط سے گزرتے ہوئے ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن بھی پل صراط سے گزر کر ہی جنت میں جانا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ آخرت کا پل صراط جہنم کے اوپر بچھایا گیا ہے اور یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا۔ پل صراط پر آگ کے بنے ہوئے کنڈے ہوں گے جو لوگوں کے گناہوں کے مطابق خود بخود کھینچ کر جہنم میں گرا دیں گے۔ دیکھیں اتنے باریک اور تیز دھار پل کے اوپر سے گزر کر ہمیں جنت میں جانا ہو گا۔ اس کے اوپر سے وہی گزر سکے گا جس کے اعمال اچھے ہوں گے۔ اس لیے ہمیں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں اور برے کاموں سے ہمیشہ دور رہنا چاہیے۔

کھیوڑہ کی کان میں پل صراط کے آگے لاہور کے مینار پاکستان کی طرز پر مینار بنایا گیا ہے۔ لیس جی! پیارے بچو! سیر بھی ہو گئی اور نصیحت بھی۔ اب ہمیں دیں اجازت۔ اللہ حافظ

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃُ الاطفال

لاہور پاکستان

سچا رب......؟

137 8 فروری 2013ء 26 ربیع الاول 1434ھ

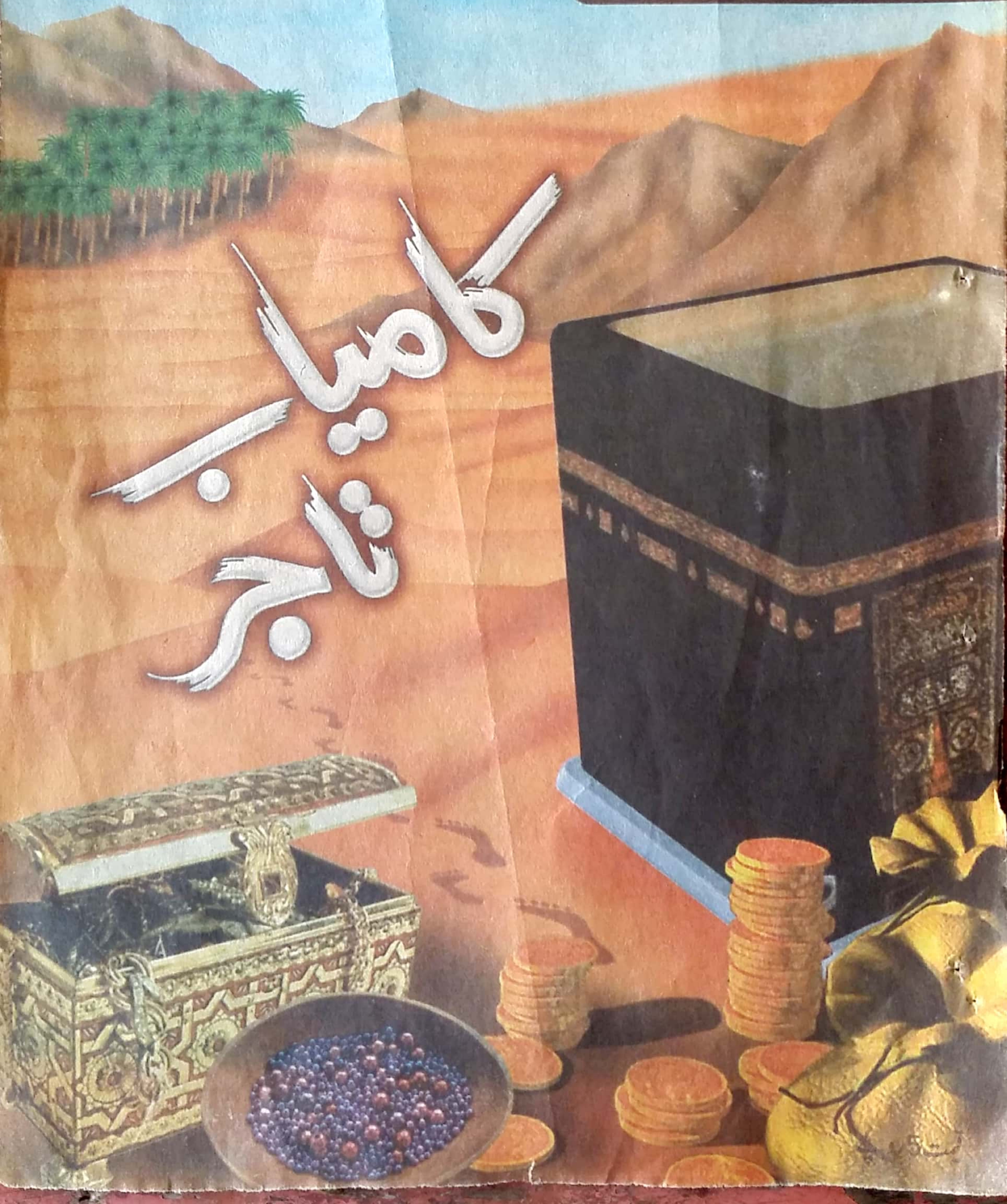

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

آؤ! دوڑو رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان و زمین کی وسعت کے برابر ہے۔ یہ ان کے لئے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

(الحدید:21)

حدیثِ نبوی ﷺ

جو اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے لیے دعا مانگتا ہے، وہ قبول ہوتی ہے اور اس کے قریب ایک فرشتہ کھڑا ہوتا ہے جو کہتا ہے "اے اللہ! اس کو بھی وہ عطا کر جو یہ اپنے بھائی کے لیے مانگ رہا ہے۔"

(بحوالہ مسلم:7103)

(احسان الٰہی۔ ڈھیسیاں، جڑانوالہ)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جی پیارے بچو! سنائیں کیا حال چال ہے آپ کا؟ آج کل تو لگتا ہے کہ روضۃ الاطفال پڑھنے کا وقت بھی کم ملتا ہے۔ امتحانات جو جاری ہیں یا ہونے والے ہیں۔ ایسا ہی ہے ناں؟؟ کیا کہا بالکل نہیں......! ارے بھئی وہ کیوں؟ کیا امتحانات نہیں دینے؟ اچھا ہم سمجھ گئے۔ لگتا ہے آپ کا روضۃ الاطفال کے بغیر دل نہیں لگتا...... ہماری طرح۔

اچھا بھئی! آج آپ سے کھلے دل سے معذرت کرنی ہے۔ پتہ ہے وہ کیوں؟ وہ اس لئے کہ پچھلے شمارے میں یکے بعد دیگرے دو تین سنگین غلطیاں سامنے آئی ہیں۔ اول تو امام بخاری رحمہ اللہ کی سیرت پر مبنی کہانی "ننھا عالم" میں آپ کا سن پیدائش اور وفات غلط درج ہو گیا۔ قارئین کی تصحیح کے لئے بتاتے چلیں کہ تاریخ پیدائش اور وفات بالترتیب شوال 194ھ اور یکم شوال 256ھ ہے۔ اسی طرح ایک جگہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی جگہ ابوذر کے ساتھ ﷺ لکھا گیا۔ ان غلطیوں کی اصلاح پر ہم تمام قارئین کے شکر گزار ہیں جنھوں نے بذریعہ کال اور ایس ایم ایس ہمیں اس غلطی سے آگاہ کیا۔

آپ سے ایک اور گزارش ہے کہ اپنی تحاریر روانہ کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا کریں کہ کسی بھی انعامی مقابلے کے لئے بھیجا جانے والے خط میں آپ کا مکمل پتہ ضرور موجود ہو۔ ہمارے پاس کئی ایک انعامات ایسے پڑے ہیں جن کا فی الحال کوئی والی وارث نہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ان انعام یافتگان کے نام تو معلوم ہیں مگر ان کا پتہ موجود نہیں۔ اس لئے وہ تمام انعام یافتگان جو انتظار میں بیٹھے ہیں کہ پتہ نہیں میرا انعام کب ملے گا؟ ہمیں فوری طور پر اپنا مکمل پتہ اور شمارہ کا نمبر ضرور ارسال کریں۔

اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

والسلام

کان، آنکھ، زبان اور دل کی برائی سے بچنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِي وَمِنْ شَرِّ بَصَرِي وَمِنْ شَرِّ لِسَانِي وَمِنْ شَرِّ قَلْبِي. (ابو داؤد:1551)

"اے اللہ! میں اپنے کان، آنکھ، زبان اور دل کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔"

(ذکیہ کوثر۔ فیصل آباد)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط وکتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

خوش نصیب لوگ

امام احمد ؒ نے حضرت انس بن مالک ؓ کی یہ روایت نقل کی ہے:

ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے پاس ایک ایسا آدمی آرہا ہے جو اہل جنت میں سے ہے۔''

انصار میں سے ایک آدمی ہمارے پاس آیا جس کی داڑھی وضو کی وجہ سے تر تھی' اس نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ سے اٹھا رکھے تھے۔ جب دوسرا دن آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح کی بات کی اور وہ آدمی اسی طرح اس دن بھی ہمارے پاس آیا۔ جب تیسرا دن ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے ایسی بات پھر کہی اور وہ آدمی تیسرے دن بھی اسی طرح نمودار ہوا۔

جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ نے اس آدمی کا پیچھا کیا اور اس سے کہا کہ میرا والد سے جھگڑا ہو گیا ہے اور میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میں گھر میں تین دن داخل نہیں ہوں گا اور میں چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رہوں۔ یہاں تک کہ وقت پورا ہو جائے۔

اس آدمی نے کہا: ''ہاں! ٹھیک ہے۔'' حضرت انس ؓ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو ؓ نے فرمایا کہ تین راتیں میں نے اس کے ساتھ گزاریں تو میں نے نہیں دیکھا کہ وہ رات کو (تہجد) کی نماز کے لیے اٹھا ہو۔ سوائے اس کے کہ جب وہ نیند سے بیدار ہوتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو یاد کرتا اور اس کی کبریائی بیان کرتا۔

عبداللہ ؓ کہتے ہیں کہ میں نے خیر کے سوا اس کی زبان سے کچھ نہیں سنا۔ جب تین دن گزر گئے تو مجھے اس کا عمل بہت تھوڑا معلوم ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا:

''اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے والد کے درمیان کوئی غصہ اور ناراضگی کی بات نہیں ہوئی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین بار ایسا کہتے سنا کہ ''تمہارے پاس ایک ایسا آدمی آرہا ہے جو اہل جنت میں سے ہے۔'' تو تینوں بار آپ ہی نمودار ہوئے تو میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ کے پاس رہوں اور آپ کے نیک عمل کا مشاہدہ کروں اور اس کی پیروی کروں۔ میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ کو یہ بلند مقام کیسے حاصل ہوا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

اس آدمی نے کہا: ''وہی کچھ جو تم نے دیکھا ہے۔'' میں جب جانے لگا تو اس نے مجھے پکارا اور کہا: ''وہی کچھ جو تم نے دیکھا ہے لیکن میرے دل میں کسی مسلمان بھائی کے لیے کوئی میل نہیں ہے اور میں کسی سے ان نعمتوں کے بارے میں حسد نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دے رکھی ہیں۔ عبداللہ ؓ نے کہا: ''ہاں! اسی چیز نے آپ کو اس بلند مقام کا مستحق بنایا ہے اور یہی چیز ہمارے پاس نہیں ہے۔''

(مسند احمد: ۱۶۶/۳' ح: ۱۲۷۲۷)

جب کبھی یمن کی طرف سے اسلامی فوج کے لیے کوئی کمک آتی تو حضرت عمر ؓ ان سے سوال کرتے کیا تم میں کوئی اویس بن عامر نام کا آدمی ہے؟ یہاں تک کہ اویس آئے۔ حضرت عمر ؓ نے سوال کیا: کیا تم اویس بن عامر ہو؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! حضرت عمر ؓ نے پوچھا: کیا تم قبیلہ قرن کے مراد خاندان سے ہو؟ انہوں نے کہا' ہاں!

حضرت عمر ؓ نے مزید استفسار فرمایا: کیا تم کو برص کی بیماری تھی جو ٹھیک ہو گئی' صرف ایک درہم کے برابر نشان باقی رہ گیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں! حضرت عمر ؓ نے مزید پوچھا: کیا تمہاری والدہ ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! حضرت عمر ؓ نے فرمایا:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا' اہل یمن کی کمک میں ایک آدمی تمہارے پاس اویس بن عامر نام کا آئے گا جو قبیلہ قرن کے مراد خاندان کا ہوگا' اس کو برص کی بیماری ہوگی جس سے وہ شفایاب ہو گیا ہوگا' صرف ایک درہم کے برابر نشان باقی رہ گیا ہوگا۔ اس کی ماں ہوگی جس کے ساتھ وہ ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتا ہوگا۔ اگر وہ اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دیں۔ اگر تم اس سے ملو تو اللہ سے اپنی مغفرت کی دعا ضرور کروانا۔ یہ بتا کر سیدنا عمر ؓ نے کہا: اس لیے تم میرے لیے مغفرت کی دعا کرو۔ انہوں نے حضرت عمر ؓ کے لیے مغفرت کی دعا کی۔ حضرت عمر ؓ نے ان سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: کوفہ کا' عمر ؓ نے ان سے پوچھا: کیا کوفہ کے حاکم کو تمہارے بارے میں سفارش لکھ دوں؟ انہوں نے کہا نہیں میں لوگوں میں گمنام رہنا پسند کرتا ہوں۔''

(مسلم کتاب فضائل الصحابۃ' من فضائل اویس القرنی: ۲۲۵-۲۵۴۲)

درویش گورنر

امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق ؓ نے شام کا دورہ فرمایا اور حمص تشریف لائے۔ آپ نے وہاں کے وزیر خزانہ سے غریب اور محتاج افراد کی فہرست طلب کی تا کہ ان کی ضروریات پوری کرنے کا بندوبست کریں۔ فہرست تیار ہو کر سیدنا عمر ؓ کے پاس آئی تو آپ ؓ ایک نام پڑھ کر حیرت سے چونک اٹھے۔

سعید بن عامر ؓ......! یہ سعید بن عامر ؓ کون ہے؟ امیر المؤمنین نے پوچھا۔ ''یہ ہمارے گورنر ہیں'' لوگوں نے جواب دیا۔ سیدنا عمر ؓ کا خدشہ درست نکلا مگر ان کی حیرت ابھی تک باقی تھی انہوں نے پوچھا: ''کیا تمہارا گورنر غریب ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا: ''جی ہاں! واللہ! ان پر ایسے دن بھی آتے ہیں کہ گھر میں آگ تک نہیں جلتی۔'' وہ اس وظیفے کا کیا کرتے ہیں جو ان کو گورنر کی حیثیت سے ملتا ہے؟'' وہ اسے حاجت مندوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا:

سیدنا عمر فاروق ؓ کی قناعت اور دنیا سے بے نیازی بھی بہت مشہور تھی مگر سعید ؓ تو ان سے بھی بازی لے گئے تھے۔ سیدنا عمر ؓ ان کا یہ حال سن کر رونے لگے اور آپ ؓ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپ ؓ نے ایک ہزار دینار کی تھیلی سعید ؓ کے پاس بھیجی اور کہلوایا کہ یہ مال آپ کی ضرورت کے لیے ہے۔ سعید ؓ نے تھیلی کھولی تو اس میں دینار تھے۔ جلدی سے تھیلی ایک طرف ڈال دی۔ اس کے ساتھ ہی ان کی زبان سے نکلا: ''اناللہ وانا الیہ راجعون''

گویا آپ پر بڑی مصیبت نازل ہوگئی ہو۔ گھر میں موجود اہلیہ کے کانوں میں یہ آواز پڑی تو خوفزدہ ہوگئیں۔ لپک کر آئیں اور پوچھا: کیا ہوا؟ کیا امیر المؤمنین وفات پا گئے؟ سعید ؓ نے جواب دیا: اس سے بھی بڑی مصیبت آپڑی ہے۔ پوچھا: کیا مسلمانوں کو دشمن سے شکست ہوئی ہے؟ فرمایا: نہیں! بلکہ اس سے بھی بڑی مصیبت نے آلیا ہے۔ اہلیہ نے حیرت سے سوال کیا کہ اس سے بڑی مصیبت کیا ہے؟

سعید ؓ نے کہا: دنیا، میری آخرت تباہ کرنے میرے پاس آگئی ہے اور فتنہ (دولت) میرے گھر میں داخل ہو گیا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرلیں۔ اہلیہ نے مشورہ دیا۔ سعید ؓ نے تھیلی ایک کونے میں پھینک دی اور خود نماز کے لیے کھڑے ہوگئے اور ساری رات عبادت میں گزاری۔ صبح ہوئی تو اسلامی فوج کو وہاں سے گزرتے پایا۔ انہوں نے تھیلی اٹھائی اور اس فوج کے حوالے کردی۔

☆......☆......☆......☆

امارت سے پہلے سعید ؓ مدینے کے ایک گوشے میں خاموشی کے ساتھ دن گزار رہے تھے کہ حمص کے گورنر عیاض بن غنم وفات پا گئے۔ اب سیدنا عمر ؓ کو اس ذمہ داری کے لیے کسی موزوں شخص کی تلاش ہوئی۔ آپ ؓ کی جوہر شناس نگاہیں سعید ؓ پر پڑیں اور آپ ؓ نے ان کو بلایا۔ سعید ؓ آئے تو آپ نے ان سے کہا سعید! میں اہل حمص کی ذمہ داری تمہیں سونپتا ہوں۔ سعید ؓ نے کہا: عمر! میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں مجھے دنیا کی طرف مائل نہ کریں۔

سعید ؓ نے اس ذمہ داری سے بچنے کے لیے بہت کوشش کی مگر سیدنا عمر ؓ نے ایک نہ سنی اور حمص کا گورنر مقرر کردیا۔ پھر ان سے پوچھا: تمہارے لیے روزی کا سامان کردیا جائے۔ سعید ؓ نے کہا: امیر المؤمنین میں اس کا کیا کروں گا؟ بیت المال سے ملنے والا وظیفہ بھی میری ضروریات سے زائد ہے۔ اس نئی ذمہ داری کے خوف سے ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ پھر وہ حمص چلے گئے۔ حمص کے لوگ اہل کوفہ کی طرح تھے۔ وہ حکومت کے ذمہ داروں کی آئے دن شکایتیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ حمص سے چند لوگ مدینہ آئے اور سیدنا عمر ؓ کی خدمت میں سعید ؓ کے خلاف چار شکایات پیش کیں۔

① جب تک کافی دن نہیں نکل آتا وہ گھر سے باہر نہیں نکلتے۔ ② رات کے وقت کسی کو جواب نہیں دیتے۔ ③ مہینے میں ایک دن گھر سے بالکل باہر نہیں نکلتے۔ ④ کبھی کبھی ان کو جنوں کے دورے پڑتے ہیں۔

حضرت عمر ؓ اپنے گورنروں پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ ان کے بارے میں ذرا سی بھی شکایت ملتی تو فوراً توجہ دیتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عمر ؓ نے سعید ؓ کو بلایا اور ان سے اہل حمص کی شکایات کے بارے میں پوچھا:

سعید! اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ سعید ؓ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر کہنے لگے: امیر المؤمنین اللہ کی قسم! میں ان باتوں کا ذکر کرنا پسند نہیں کرتا لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر والوں کے پاس کوئی خادم نہیں ہے۔ ہر صبح اٹھتا ہوں اور ان کے لیے آٹا گوندھتا ہوں۔ پھر آٹے میں خمیر اُٹھنے کا انتظار کرتا ہوں' اس کے بعد ان کے لیے روٹی پکاتا ہوں' پھر نہا دھو کر لوگوں کے لیے باہر نکلتا ہوں۔ رہا رات کے وقت جواب نہ دینے کا معاملہ تو دن میں نے لوگوں کے دکھ درد کے لیے چھوڑا ہے اور رات اللہ کی عبادت کے لیے۔

امیر المؤمنین! میرے پاس کوئی خادم نہیں اور نہ ہی ان کپڑوں کے سوا جو میں نے پہن رکھے ہیں کوئی لباس ہے۔ میں مہینے میں ایک مرتبہ ان کو دھوتا ہوں پھر ان کے سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں اور دن کے بالکل اختتام پر باہر نکلتا ہوں۔ امیر المؤمنین! مجھے کبھی کبھار غشی کا دورہ پڑتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے خبیب بن عدی ؓ کو قتل ہوتے دیکھا تھا۔ ان دنوں میں مشرک تھا۔ قریش والے ان کے جسم کے ٹکڑے کاٹتے اور کہتے جاتے کیا تمہارا جی نہیں چاہتا کہ تمہاری جگہ محمد ﷺ ہوتے۔ خبیب ؓ کا جواب تھا: اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے بیوی بچوں کے درمیان امن سے رہوں اور محمد ﷺ کو کانٹا بھی چبھ جائے۔ بخدا! وہ بات مجھے آج بھی یاد آتی ہے اور سوچتا ہوں کہ میں نے خبیب ؓ کی مدد کیوں نہ کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف نہیں کرے گا اور مجھ پر غشی طاری ہو جاتی ہے۔

سعید ؓ کے جوابات سن کر عمر ؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں کہا: اللہ کا شکر ہے سعید ؓ کے بارے میں میرا گمان درست نکلا۔ پھر ان سے فرمایا: سعید ؓ! واپس حمص جاؤ۔ امیر المؤمنین! مجھے امارت کے اس بوجھ سے اب نجات دلا دیں۔ سعید ؓ کے دل کی خواہش پھر ان کی زبان پر آ گئی۔ نہیں ہر گز نہیں۔ بخدا! تمہیں ضرور جانا ہوگا۔ تمہارے جیسا مہربان اور غم گسار اہل حمص کو نہ مل پائے گا۔ سیدنا عمر ؓ نے ان کی درخواست مسترد کر دی۔ چنانچہ سعید ؓ واپس لوٹ گئے۔

(استفادہ: کردار کے غازی)

(میمونہ بنت فاروق الرحمن یزدانی۔ میر پور آف شاہ کوٹ)

سچا رب......؟

عبدالباسط

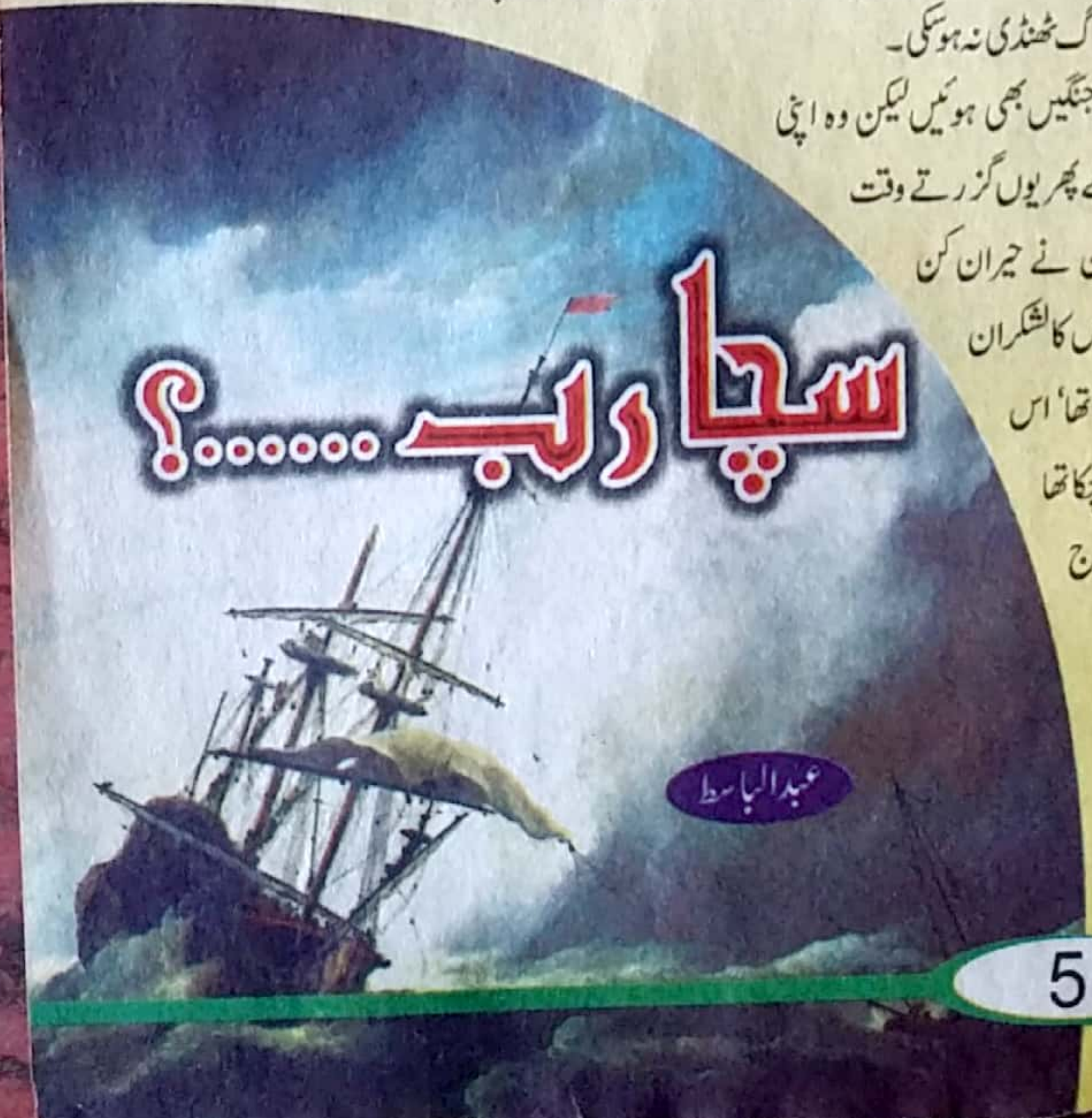

آج اس کا وہ شہر جہاں اس نے بچپن گزارا، جوانی کے دن گزارے، دشمن کے قبضے میں آ چکا تھا۔ اس کے قتل کا اعلان بھی کیا جا چکا تھا۔ اگر وہ شہر سے فرار نہ ہوتا تو یقیناً اسے قتل کر دیا جاتا۔ چنانچہ اس نے ہمسایہ ملک میں پناہ لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کا ذہن ماضی کی طرف چلا گیا۔ کبھی اس کے باپ کا شمار شہر کے سرداروں میں ہوتا تھا۔ اسی کے مشورے سے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ دنیا بھر سے حج کے لیے آنے والوں کو ستو گھول کر پلانے اور شربت سے تواضع کرنے کی وجہ سے اسے ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔

اس کا باپ اپنے ہی قبیلے کے ایک شخص سے شدید نفرت کرتا تھا۔ وہ شخص صادق اور امین تھا لیکن اس کے باپ کا کہنا تھا کہ اس کی وجہ سے ہمارے باپ دادا کا دین مٹتا جا رہا ہے۔ ہمارے خداؤں کی تحقیر ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس خاندان کے سرداروں نے مختلف طرح کے ظلم و ستم کے ذریعے اس شخص اور اس کے ماننے والوں کو شہر سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ پھر اس کی آنکھوں میں وہ منظر گھوم گیا، جب اس کا باپ اپنے اسی دشمن کے خلاف جنگ کرتے ہوئے بے بسی کی حالت میں مارا گیا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ اسے قتل کرنے والا کوئی عظیم اور بہادر شہسوار نہیں بلکہ بہت ہی چھوٹی عمر کے دو بچے تھے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ان بچوں نے برق رفتاری سے حملہ آور ہو کر اس کے باپ کو قتل کر دیا۔ اس جنگ میں شکست کھانے کے بعد انہیں میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ حتیٰ کہ وہ اپنے باپ کی لاش سمیت تمام سرداروں کی لاشوں کو میدان میں ہی چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اس کے بعد اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکتی رہی۔ وہ ہر روز اپنے ہتھیاروں کی طرف دیکھتا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہتا:

"وہ وقت کب آئے گا جب میں اپنے باپ کی موت کا انتقام لوں گا؟" بدلے کی اس آگ میں جلتا ہوا وہ اپنے سردار کے پاس پہنچا اور اسے بزدلی کا طعنہ دیتے ہوئے کہنے لگا: "آخر کیا بات ہے، ہم حملے کے لیے لشکر لے کر کیوں نہیں نکلتے، کیا ہماری تلواریں زنگ آلود ہو گئی ہیں؟ کیا ہمارے جوانوں کے بازوؤں میں طاقت نہیں رہی؟"

سردار نے پوچھا: "بتاؤ تم لشکر تیار کرنے کے لیے کیا سامان دو گے؟"

اس کے دل میں تو انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ کہنے لگا: "اپنا تجارت کا سارا مال میں لشکر کے لیے دیتا ہوں۔" سردار نے اعلان کروا دیا۔ جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ ہر آدمی اپنے اپنے ہتھیاروں کو تیز کرنے لگا: آخر وہ دن آ پہنچا، لشکر تیار ہو کر میدان جنگ کی طرف نکلا۔ اس نے بھی اپنا گھوڑا تیار کیا۔ تیروں کو زہر آلود کیا اور تلوار اپنے بدن پر سجا کر نکلا۔

دوسری طرف سے بھی لشکر نکلا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے، اسے یقین تھا کہ کئی مہینوں کی تیاری کے بعد ان کا لشکر فتح حاصل کر لے گا۔ ان کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ تلواریں، تیر اور دوسرے جنگی سامان سے ان کا لشکر لیس تھا، جبکہ دوسری طرف کمزور اور نہتے جن کے پاس جنگ کا سامان بھی مکمل نہیں تھا، لہٰذا آج وہ اپنے باپ کا انتقام ضرور لے سکے گا۔

جنگ شروع ہوئی تو سامنے والے لشکر نے بھرپور حملہ کیا۔ قریب تھا کہ ان کی فوج شکست کھا جاتی لیکن دشمن کے ایک دستے سے غلطی ہو گئی اور جنگ میں غلطی کا فائدہ مخالف لشکر کو ہی ملتا ہے۔ لہٰذا اس نے ایک کمانڈر کے ساتھ مل کر ایک بھرپور حملہ کیا۔ اس دفعہ دشمن کو کافی نقصان اٹھانا پڑا لیکن اس کے باوجود بھی وہ جنگ جیت نہ سکے، لہٰذا انہیں میدان جنگ سے پھر دوبارہ واپس آنا پڑا۔ اس کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہو سکی۔

دن گزرتے گئے، جنگیں بھی ہوئیں لیکن وہ اپنی شکست کا بدلہ نہ لے سکے پھر یوں گزرتے وقت کے ساتھ ایک دن دشمن نے حیران کن کامیابی حاصل کر لی۔ اس کا لشکر ان کے گھروں تک پہنچ چکا تھا، اس کے شہر کا محاصرہ کیا جا چکا تھا اور دور دور تک دشمن کی فوج نظر آ رہی تھی۔

شہر کے ایک معزز شخص کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو معافی مل چکی تھی لیکن اس کے جرم اس قدر زیادہ تھے کہ لشکر کے سپہ سالار کی طرف سے اعلان کر دیا گیا تھا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے مقدس پردوں کو بھی پکڑ لے تو بھی قتل کر دیا جائے۔ اب فرار کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ جان بچانے کی فکر میں اس نے اپنی بیوی کی بھی پرواہ نہیں کی۔ لیکن اس کے ذہن میں ایک سوال اٹھ رہا تھا...... اب پیچھے اس کی بیوی کیا کرے گی؟ کیا وہ اپنے شہر واپس آئے گا؟ یہی سوچتے ہوئے وہ چلتا چلتا سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ اسے یہ بھی پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں جائے گا۔ اس کے سفر کی منزل کیا ہو گی۔ کشتی میں بیٹھتے ہی اس نے اپنے معبودلات و منات کو پکارا اور کشتی چل پڑی۔ ابھی تھوڑا ہی راستہ طے ہوا تھا کہ طوفان نے آ گھیرا اور کشتی ایک خطرناک بھنور میں پھنس گئی۔ ہر طرف سے چیخ و پکار شروع ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے خود ساختہ خداؤں کو پکارنے لگے۔ اس نے بھی جلدی جلدی اپنے خداؤں لات، منات اور عزیٰ کو پکارنا شروع کر دیا لیکن طوفان بڑھتا ہی جا رہا تھا کہ ملاح نے آواز دی:

"اے پردیسی! کیا تم نہیں جانتے کہ ایسی حالت میں یہ رب کچھ نہیں کر سکتے۔ تو پھر کون سا رب ہے جو ہماری فریاد سنے گا؟" اس نے حیران ہو کر ملاح سے پوچھا۔ وہی جو محمد ﷺ کا رب ہے۔ ملاح نے جواب دیا۔

(باقی صفحہ 15 پر)

گلدستہ روضہ

دعا

☆......اللہ کے ہاں دعا سے بڑھ کر کوئی چیز مکرم نہیں۔ (ابن ماجہ)

☆......قضاء کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں لوٹاتی۔ (ترمذی)

☆......دعا کرو قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے۔ (ترمذی)

☆......تین افراد کی دعا رد نہیں ہوتی......روزہ دار کی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے......عادل حاکم کی...... مظلوم کی۔ (ترمذی)

☆......بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب کے زیادہ قریب ہوتا ہے تم سجدے کی حالت میں زیادہ دعا کیا کرو۔ (مسلم)

☆......دعاؤں میں وہ دعا زیادہ قبول ہوتی ہے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے کرتا ہے اس کی غیر موجودگی میں۔ (ابوداؤد)

☆......ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں جو بھی دعا مانگتا ہے وہ دعا قبول کر لی جاتی ہے۔ (مسلم)

(حافظ مبشر طفیل۔ حسن ٹاؤن رینالہ خورد)

مشہور انبیاء کرام کی ترتیب بعثت

1- آدم علیہ السلام 2- نوح علیہ السلام
3- الیاس علیہ السلام 4- ھود علیہ السلام
5- صالح علیہ السلام 6- ابراہیم علیہ السلام
7- اسماعیل علیہ السلام 8- اسحاق علیہ السلام
9- یعقوب علیہ السلام 10- لوط علیہ السلام
11- یوسف علیہ السلام 12- ایوب علیہ السلام
13- موسیٰ علیہ السلام 14- شعیب علیہ السلام
15- داؤد علیہ السلام 16- سلیمان علیہ السلام
17- یونس علیہ السلام 18- عزیر علیہ السلام
19- زکریا علیہ السلام 20- یحییٰ علیہ السلام
21- عیسیٰ علیہ السلام 22- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(عاقب مقبول، عثمان آئیڈیل سکول نشتر کالونی لاہور)

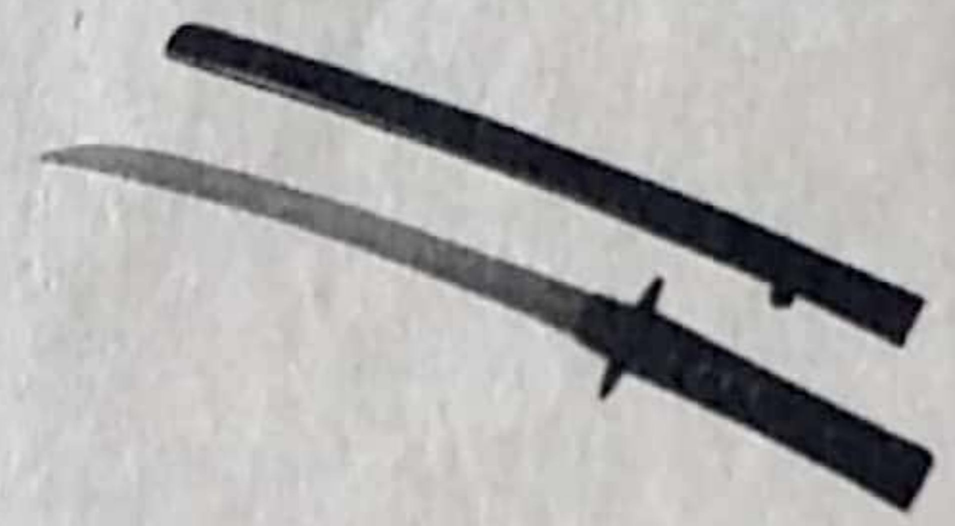

کمسن مجاہد اور جذبۂ جہاد

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلامی فوج کے ایک بہت بڑے جرنیل اور فارس کے بہت سے علاقوں کے فاتح تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ انہیں چھوٹی عمر میں ہی مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ جنگ بدر کے موقع پر وہ سولہ برس کے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب بدر کی طرف جا رہے تھے تو انہوں نے اپنے چھوٹے بھائی کو بھی دیکھا اور بلا کر پوچھا...... بھائی کیا وجہ ہے؟ اس طرح چھپ چھپ کر کیوں میدان کی طرف جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا: "مجھے خطرہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا تو بچہ سمجھ کر واپس کر دیں گے۔ حالانکہ میرا پختہ ارادہ ہے کہ میں میدان جنگ میں جاؤں اور اللہ مجھے شہادت سے نوازدے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ چھوٹے بھائی کے جذبات سے بہت متاثر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ میرے چھوٹے بھائی عمیر رضی اللہ عنہ جنگ میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور پوچھا تو اس نے اپنے ارادہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمیر! آپ ابھی بچے ہو۔ واپس چلے جاؤ۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سنی تو زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معصوم لڑکے کے جذبات دیکھے تو اجازت دے دی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس ننھے مجاہد کو تیار کر کے میدان جنگ کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ مجاہد تلوار کندھے پر لٹکائے جا رہا تھا تو تلوار بڑی تھی اور مجاہد چھوٹا تھا۔ تلوار قد چھوٹا ہونے کے سبب زمین پر لگ رہی تھی۔ میں نے نیام کو گرہ لگا دی تا کہ تلوار زمین سے بلند رہے۔ یہ ننھا مجاہد اسلام کی پہلی جنگ میں جواں مردی سے لڑا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ پہناتا ہوا شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہو گیا۔

(استفادہ: بچوں کی تربیت)

(اخت ابتسام ساجد جنجوعہ۔ نوکھر اڈا)

چند نصیحتیں

1- اپنی کشتی خوب مضبوط کرو، آخرت کا سمندر بہت گہرا ہے۔

2- اچھے اعمال کے ذریعے مکمل سامان سفر لے لو، آخرت کا سفر بہت دور ہے۔

3- اپنے گناہوں کا بوجھ ہلکا رکھو، آخرت کی گھاٹی بہت کٹھن ہے۔

4- اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کرو، حساب لینے والے کی نظر بہت گہری ہے۔

5- نماز خشوع و خضوع سے ادا کرو، اللہ کو ایسی نماز بہت پیاری ہے۔

(امۃ الرقیب۔ ساد و گورائیہ)

مبارک رحمۃ اللہ

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ کے والد مبارک رحمۃ اللہ غلام تھے۔ آپ بہت زیادہ متقی اور فرمانبردار تھے۔ ان کی دیانت ضرب المثل تھی۔ ایک دن ان کا آقا باغ میں آیا اور مبارک رحمۃ اللہ کو کہنے لگا کہ مجھے میٹھا انار لا کر دو۔ آپ تین مرتبہ انار لینے گئے لیکن کھٹا ملا۔ آقا نے کہا: میں میٹھا انار کہتا ہوں تو کھٹا لے آتا ہے۔ مبارک نے کہا مجھے میٹھے انار کی معلومات کیسے ہوتی، میں نے کبھی انار کھایا ہی نہیں۔ آقا نے کہا: آپ نے انار کیوں نہیں کھایا۔ مبارک رحمۃ اللہ نے کہا: مجھے آپ کی طرف سے کوئی اختیار نہیں تھا۔ آقا نے اس بات کی تحقیق کی تو پتہ چلا آپ نے سچ بولا ہے۔ آپ نے انہیں باغبانی کے کام سے ہٹا کر اپنے قریبی رشتہ داروں میں شریک کر لیا اور کچھ عرصہ بعد اپنی بیٹی سے شادی کر دی۔

(ضرار طیبی بن ابو سعید شہیدؒ۔ مرکز طیبہ مریدکے)

صدقہ

مال خرچ کرنے کا بہترین طریقہ صدقہ ہے۔ انسان اپنے رزق سے، علم سے، مال، صلاحیتیں اور ہر وہ چیز جو اللہ نے اس کو عطا کی ہے، اپنی خوشی اور اللہ سے اجر لینے کی خاطر دوسروں کو صدقہ دیتا ہے۔ مال کا صدقہ سب سے افضل ہے۔

صدقہ اصل میں نیت کا نام ہے نہ کہ مقدار کا نام۔ نیت خالص ہونی چاہئے اور صدقہ صرف حلال کمائی کا قبول ہوتا ہے۔ اپنی خوشحالی اور صحت مند زندگی میں صدقہ کرنا موت کے وقت صدقہ کرنے سے بہت بہتر ہے۔ مال کے علاوہ بھی صدقے کی بہت سی اقسام ہیں:

مثلاً: کھلے دل سے دوسروں سے ملنا اور اچھی بات کرنا صدقہ ہے۔ راستے سے تکلیف دہ چیز اٹھانا صدقہ ہے۔ تبلیغ دین کا کام کرنا، یہاں تک کہ اللہ اکبر، الحمدللہ اور سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے۔ یہ سب کا سب نفس کا صدقہ ہے۔ اگر کوئی مسلمان درخت لگائے اس میں سے پرندے کھائیں مسلمان کو اس کا اجر ملے گا۔ کوئی غریب کھائے اس کا بھی اجر ملے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو جائے تو بھی اس کا اجر لکھا جاتا رہے گا۔ یہ اس کا صدقہ جاریہ ہے۔ صدقے کے اور بھی بہت سے فوائد ہیں۔ اس سے مال میں برکت اور دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔ صدقہ قیامت کے دن انسان پر سایہ کرے گا، اس دن اور کوئی سایہ نصیب نہ ہوگا۔ صدقہ انسان کو بلاوجہ خوف سے بے نیاز کر دیتا ہے جبکہ بخل اور مال کی محبت سے انسان کی دنیا اور آخرت خراب ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مال کا اور نفس کا صدقہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اخت مزمل ثناء اللہ۔ میاں چنوں)

علم ہے زندگی ہم سے پوچھو
جس کو ملا ہے یہ سہارا
علم ہے اک ایسا سمندر
جس کا ملتا نہیں کنارا
جاہل جو کریں ہمارے علم کی توہین
یہ ہم کو نہیں ہو گا کبھی گوارا
علم سے بنائی ہم نے دنیا نئی
علم سے روشن ہوا ملک سارا
علم والے بلندیوں پہ پہنچے
جاہلوں نے یہ ملک بگاڑا
علم نے دی مجھے نئی زندگی
یہ علم مجھے ہے جاں سے پیارا
یہ دنیا تو جہالت کا گھر تھا
سرور محمد ﷺ نے اس کو سنوارا
علم ہے بندگی ہم سے پوچھو
جن کو ملا ہے یہ سہارا

(گمنام)

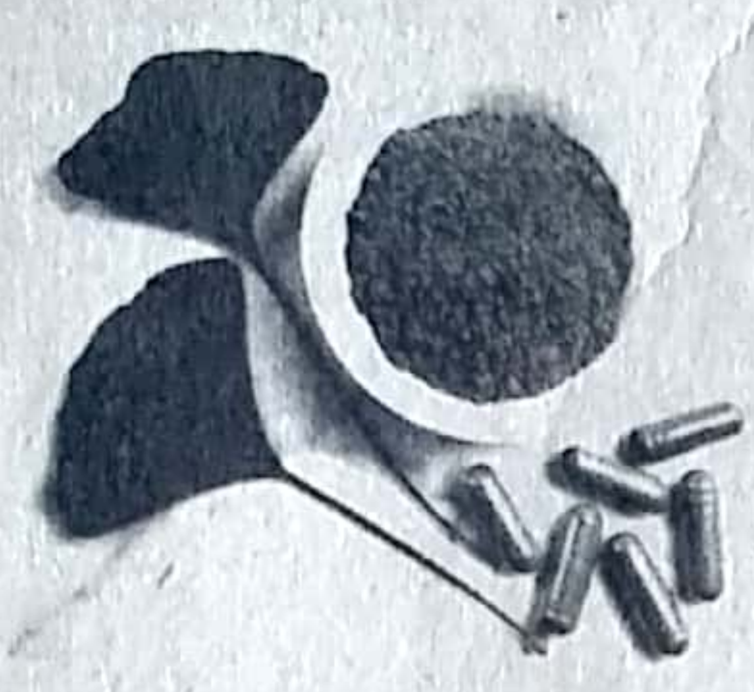

عجمی طبیب

روایت ہے ایک عیسائی بادشاہ نے اپنے ملک کے ایک نامور طبیب کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اس خیال سے بھیجا کہ وہ مدینہ میں رہ کر بیمار مسلمانوں کا علاج معالجہ کرے۔ اس طبیب کو مدینہ میں رہنے کی اجازت مل گئی اور وہ مطب کھول کر وہاں رہنے لگا لیکن کتنے ہی دن گزر گئے ایک مسلمان بھی علاج کروانے کے خیال سے اس کے مطب میں نہ آیا۔ طبیب نے اپنے طور پر خیال کیا کہ شاید یہ لوگ میرے عیسائی ہونے کی وجہ سے مجھ سے علاج نہیں کراتے۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بات کی شکایت کی کہ مسلمان مجھ سے نفرت کرتے ہیں اور اس وجہ سے علاج نہیں کراتے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسا بات ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ لوگ بیمار ہی نہیں ہوتے اور ان کے تندرست رہنے کی خاص وجہ یہ ہے کہ جب تک خوب بھوک نہ لگے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے اور جب کچھ بھوک باقی ہوتی ہے تو دسترخوان سے اٹھ جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد مبارک سن کر طبیب مطمئن ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ مدینہ کے مسلمان علاج کروانے کی غرض سے اس کے مطب میں کیوں نہیں آتے۔

(اقتباس: گلستان حکایات سعدیؒ)

(عامر شہزاد، موضع دوہیرہ ضلع جھنگ)

اس بات کو کئی صدیاں گزر چکی ہیں، روم کے ایک عالیشان محل کے کشادہ کمرے میں ایک پادری رئیسِ قبیلہ کے ساتھ محوِ گفتگو ہے۔ گفتگو کا محور عیسائیت ہے کہ رفتہ رفتہ اس کے مخالفین میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور بے شمار لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا انکار کرنے لگے ہیں۔ اچانک پادری نے پرجوش انداز میں کہنا شروع کیا: ”جزیرۂ عرب کے شہر مکہ میں ایک نبی کے ظہور کا وقت ہو چکا ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی تصدیق کریں گے اور لوگوں کو ظلم و ستم سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں گے۔“

یہ گفتگو ان کا ایک غلام بڑے غور سے سن رہا تھا۔ جیسے جیسے گفتگو سنتا گیا، اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑتی چلی گئی۔ اس غلام کے چہرے سے ذہانت و متانت ٹپکتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کسی اچھے خاندان کا چشم و چراغ ہے۔ وہ اس معاشرے سے بخوبی واقف تھا جو سوائے فحاشی، عریانی، بے حیائی اور ایک دوسرے پر ظلم و ستم ڈھانے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ بیٹھ کر سوچا کرتا کہ کب تک وہ غلامی کی زندگی بسر کرتا رہے گا؟ وہ ان ہزاروں غلاموں میں سے ایک تھا جنہیں زبردستی پکڑ کر بازارِ غلاماں میں بیچ دیا گیا تھا۔ کبھی کبھار اس کو اپنا ماضی یاد آتا، اپنی مادری زبان یاد آتی جسے وہ آہستہ آہستہ بھول رہا تھا اور رومیوں کی زبان اس کی مادری زبان پر غالب آ رہی تھی۔

اب اس کی عمر 30 سال سے اوپر ہو چلی تھی، بھرپور جوانی اس سے بار بار مطالبہ کرتی تھی کہ وہ غلامی کی زنجیروں کو توڑ ڈالے...... آخر وہ ایک بڑے باپ کا بیٹا تھا جو کبھی ایک بستی پر حکمران تھا۔ وہ اس دن کو کبھی نہیں بھول سکا تھا کہ جب وہ اپنی والدہ کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے فرات کے کنارے کسی بستی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ اس کا والد سنان النمیری ایران کے بادشاہ کسریٰ کی جانب سے عراق کی ایک بستی کا گورنر تھا اور خالص عربی النسل تھا۔ اس کی والدہ بھی بنو تمیم سے تعلق رکھتی تھیں۔ والدہ کی طرح اس کا باپ بھی اس سے شدید محبت کرتا تھا۔ گورنر کا بیٹا ہونے کے ناطے اس کا بچپن بڑا خوبصورت اور ناز و نعم میں گزر رہا تھا۔ وہ بچپن سے تیر اندازی کا ماہر تھا۔ تلوار کے کرتب دکھاتا اور دوڑ میں اپنے ساتھیوں سے آگے نکل جاتا۔ اس کی عمر پندرہ سال ہو چکی تھی۔

مگر وہ اپنے ڈیل ڈول کے اعتبار سے اپنی عمر سے کہیں بڑا نظر آتا تھا۔ اس زمانے میں وقت کی دو بڑی طاقتوں ایران اور روم میں بڑی لڑائی رہتی تھی۔ کبھی ایک کا پلہ بھاری ہو جاتا، کبھی دوسرے کا۔ ایک دوسرے کے علاقوں میں شب خون مارتے رہتے۔ مال و متاع لوٹ لیا جاتا، عورتوں کو لونڈیاں اور مردوں کو غلام بنا لیا جاتا۔ اس نوجوان کے ساتھ بھی ایسا ہوا، یہ اپنے وطن سے کچھ فاصلے پر تھا کہ اچانک رومی لٹیروں نے شب خون مارا، سامان لوٹ لیا، کتنے ہی قتل ہو گئے اور باقی کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا گیا۔ ان گرفتار ہونے والوں میں یہ نوجوان بھی شامل تھا۔ جو لوگوں کے ہاتھوں بکتا بکاتا روم پہنچ گیا تھا اور اب غلامی کی زندگی گزار رہا تھا۔ مقامی زبان پر خوب دسترس حاصل ہو چکی تھی اور عربی زبان آہستہ آہستہ بھول رہا تھا۔ مگر جب وہ اپنے ماضی پر غور کرتا تو بے اختیار کہہ اٹھتا میں عربی النسل ہوں اور صحرا کا بیٹا ہوں۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

یہ نوجوان جس کا تذکرہ ہم پڑھ رہے ہیں مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی کنیت ابو یحییٰ تھی اور ان کے بارے میں یہ تصور پایا جاتا تھا کہ وہ رومی النسل تھے۔ پادری سے رسول اللہ ﷺ کی بشارت سنی تو مکہ بھاگنے کا منصوبہ بنایا۔ وہ چونکہ روم سے آئے تھے لہٰذا مکہ والوں نے ان کا نام صہیب رومی رکھ دیا۔

مکہ کے معززین میں سے عبداللہ بن جدعان کی کفالت میں کاروبار شروع کر دیا اور جلد ہی ان کا شمار امیر ترین تاجروں میں ہونے لگا۔ تجارت کے ساتھ ساتھ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنے مقصد کو کبھی نہیں بھولے۔ ایک دفعہ انہیں لمبے تجارتی سفر پر جانا پڑا۔ جب سفر سے واپس آئے تو لوگوں نے بتایا کہ ایک شخص محمد بن عبداللہ ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ لوگوں کو اچھے اخلاق کا درس دیتے ہیں۔ نیکی کی دعوت دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ ایک رب کی طرف بلاتے ہیں اور غیر اللہ کی پوجا سے روکتے

ہیں۔صہیب ؓ نے پوچھا: ''کہیں وہی تو نہیں جن کا لقب امین ہے؟'' جواب ملا' ہاں وہی'

مزید تصدیق چاہی: ''اچھا جن کو صادق بھی کہا جاتا ہے؟'' لوگوں نے کہا: 'ہاں وہی۔''

تو ان سے کہاں ملا جا سکتا ہے۔ ان کا پتہ اور ٹھکانہ کہاں ہے؟ حضرت صہیب نے پوچھا۔

اللہ کے رسول ﷺ ان دنوں صفا پہاڑی کے دامن میں واقع ارقم بن ابی ارقم کے گھر (دارارقم) کو اسلام کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم کے لیے خاموشی سے استعمال کر رہے تھے۔ کسی خیر خواہ نے پتہ بتایا اور ساتھ ہی کہا کہ ذرا دیکھ بھال کر جانا، کہیں قریش کو پتا نہ چل جائے کیونکہ وہ اس دعوت کے سخت مخالف ہیں اور اگر اسلام قبول کرنے والے کا طاقتور قبیلہ نہ ہو یا غلام اور کمزور ہو تو اسے خوب مارتے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔ حضرت صہیب ؓ دار ارقم پہنچ گئے۔

گھر میں داخل ہونے لگے تو عمار بن یاسر ؓ نظر آئے۔ پوچھا: ''آپ کہاں؟''

دراصل دونوں کی منزل ایک ہی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے اور اکٹھے ہی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں داخل ہوئے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے دونوں کو گلے لگایا اور اکٹھے کلمہ پڑھایا۔ چنانچہ یہ دونوں عظیم شخصیات ایک ہی دن' ایک ہی وقت میں اسلام لائیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے لوگوں کو پہلے حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے لیے اجازت دے دی۔ جیسے جیسے حالات اجازت دیتے اہل ایمان ایک ایک کر کے نکلتے رہے۔ انہوں نے چاہا رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہجرت کریں مگر اللہ تعالیٰ کو ابھی ان کے ایمان کا مزید امتحان مقصود تھا۔

اللہ کے رسول ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو باقی ماندہ مسلمانوں پر عرصۂ حیات مزید تنگ ہو گیا۔ ان میں صہیب رومی ؓ سرفہرست تھے۔ یہ مالدار تو تھے مگر ان کا کوئی قبیلہ نہ تھا۔ مشرکین نے ان پر پہریدار مقرر کر دیئے کہ ہجرت نہ کر پائیں۔ ادھر انہوں نے جو مال کمایا تھا اس کو سونے' چاندی کی صورت جمع کر کے گھر کے کونے میں دفن کر دیا۔

اور پھر ایک سرد رات کو تیر کمان سنبھالا' تلوار گلے میں لٹکائی' پہریدار کو چکما دیا اور مدینے کی راہ پر چل دیے۔ پہریداروں کو جب احساس ہوا کہ صہیب ؓ نکل چکے ہیں تو فوراً پیچھا کیا۔ اتنے میں صبح نمودار ہو چکی تھی۔ چنانچہ انہوں نے صہیب ؓ کو گھیرے میں لے لیا۔ وہ کوشش کر کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور اپنی کمان میں تیر چڑھا کر قریش کو للکارا:

کامیاب تاجر

''اللہ کی قسم!
تم لوگوں کو خوب معلوم ہے
کہ میں تم سب سے زیادہ ماہر تیرانداز ہوں اور میرا نشانہ بڑا زبردست ہے۔ اللہ کی قسم! تم میری طرف بڑھنے کی غلطی کرو گے تو میں اپنے ایک ایک تیر سے تمہارے ایک ایک آدمی کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ (کیونکہ تم سب میرے تیروں کے نشانے کی زد میں ہو) پھر جو بچ گئے ان کا اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ میں قتل ہو جاؤں۔''

قریش میں سے ایک نے کہا: دیکھو! صہیب! ایسا ممکن نہیں کہ تم اپنی جان اور مال دونوں ہی سلامتی کے ساتھ مدینے لے جاؤ۔ تم تو اپنے ماضی کو فراموش کر بیٹھے۔ تم تو مکہ میں فقیر' مفلس اور قلاش ہو کر آئے تھے۔ یہاں تم نے بہت کچھ کمایا' کاروبار کیا اور مال دار بن گئے۔

حضرت صہیب ؓ نے ان کی گفتگو سنی' ذرا سا تامل کیا اور پوچھا: اگر میں تمہیں اپنا سارا مال دے دوں تو تم میرا راستہ چھوڑ دو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں!

آپ نے ان کو وہ جگہ بتائی جہاں مال دفن کیا تھا اور انہوں نے آپ کا راستہ چھوڑ دیا۔

حضرت صہیب ؓ نے ساری زندگی کی کمائی اللہ کے رسول ﷺ کی خاطر لوٹا دی۔ اب وہ تھے اور مدینے کا سفر تھا۔ آپ ؓ کو جب بھی تھکاوٹ ہوتی تو اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو دل میں تازہ کر لیتے۔ اللہ کے رسول ﷺ ابھی قباء میں ہی مقیم تھے کہ حضرت صہیب ؓ پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنے ساتھی کا والہانہ استقبال کیا' محبت سے گلے لگایا اور تین مرتبہ فرمایا:

''ابو یحییٰ! تجارت نہایت کامیاب رہی۔''

حضرت صہیب رومی ؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور انہوں نے فوراً کہا: اللہ کی قسم! اس واقعے کا میرے علاوہ کسی کو علم نہیں تھا۔ یہ یقیناً حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو بتا کر گئے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت صہیب رومی ؓ کی آنکھ میں درد تھا۔ آنکھ میں درد اور سامنے تازہ کھجوروں کا خوشہ' وہ چن چن کر کھا رہے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے متبسم نگاہوں سے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے فرمایا:

''صہیب تمہیں تو آشوب چشم ہے' اس کے باوجود کھجوریں کھا رہے ہو؟''

فوراً عرض کیا: میں بیمار آنکھ کی طرف سے نہیں بلکہ دوسری آنکھ کی طرف سے کھا رہا ہوں (جس میں درد نہیں ہے)۔

حضرت صہیب ؓ اتنے سخی تھے کہ جو بھی مال ملتا اس کو مستحقین میں تقسیم فرما دیتے۔ وہ نبی ﷺ کے اس فرمان پر عمل پیرا رہتے تھے کہ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! آپس میں خوب سلام کیا کرو اور کثرت سے کھانا کھلایا کرو۔''

حضرت عمر فاروق ؓ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا تو آپ ؓ نے اپنے مصلے پر حضرت صہیب ؓ کو کھڑا کیا بلکہ حکماً فرمایا: لوگوں کو نماز صہیب رومی ؓ پڑھائیں' حالانکہ اس وقت دوسرے کبار صحابہ کرام ؓ موجود تھے۔

آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں 38ھ میں ہوا۔

(استفادہ: تاریخ اسلامی کے چمکتے دمکتے واقعات' سنہرے اوراق، صحابہ کی زندگیاں)

(حذیفہ)

محمد ﷺ مثال میرے لیے

(تحریری تقریری مقابلہ کی اول انعام یافتہ تقریر)

مبارک ہو زمانے کو کہ ختم المرسلین ﷺ آیا
سحاب رحم بن کر رحمۃ للعالمین ﷺ آیا

صدر محترم اور معزز حاضرین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے آج جس موضوع پر لب کشائی کا موقع ملا ہے اس کا عنوان ہے ”محمد ﷺ مثال میرے لیے۔“

صدر ذی وقار! سرکار دو عالم ﷺ رشد و ہدایت کا ایسا منبع و مرکز ہیں جہاں ہر شخص چاہے وہ مومن ہے یا مجاہد، عابد ہے یا زاہد، عالم ہے یا جاہل، حاکم ہے یا محکوم، ہدایت کی روشنی پا سکتا ہے۔

جی ہاں! اگر کوئی سربراہ مملکت ہے تو وہ تاجدار مدینہ ﷺ سے امور سلطنت کے راز سیکھے۔ کوئی سپہ سالار ہے تو بدر و حنین کے جرنیل ﷺ سے فنون جنگ کے اسرار پائے۔ الغرض ہر شخص چاہے وہ ایوان سیاست وحکومت سے تعلق رکھتا ہے یا ایوان صنعت و تجارت سے یہ عظیم و فہیم ہستی ﷺ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے رہرو کی رہنمائی کے لیے تیار ہے۔

حال و مستقبل یا زمان و مکان کی کوئی حد کوئی شرط نہیں۔ ہر زمانہ، ہر حال، ہر ماحول، ہر سوسائٹی میں تاجدار مدینہ ﷺ چراغ ہدایت ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سامعین! پیارے نبی ﷺ کی ذات اقدس باعث تکوین روزگار ہے۔ حضور ﷺ نہ صرف دعائے خلیل ہیں بلکہ نوید مسیحا بھی۔ نہ صرف رحمت بلکہ خیر و برکت بھی لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ﷺ حد درجہ کریم بھی ہیں ”لطف و عنایت کا وافر حصہ اللہ پاک نے آپ ﷺ کی طبیعت میں ودیعت فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کی دلربا شخصیت میں وہ جاذبیت و کشش تھی کہ بڑے سے بڑا دشمن بھی جو آپ ﷺ کے خون کا پیاسا تھا، آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ حضور ﷺ کی ذات عالی صفات میں ہر قسم کے رنگ نمایاں ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں انبیائے سابقین واولین کی جملہ صفات جلوہ گر ہیں۔ آپ ﷺ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح صاحب حکومت بھی ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح صاحب کرامت بھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دردمندی بھی آپ ﷺ کو حاصل ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خاکساری بھی۔

الغرض! پیارے نبی ﷺ کی شخصیت تمام خوبیوں کی مرقع ہے۔ آسان اور مختصر جملوں میں آپ ﷺ غریبوں کے محب، مسکینوں کے محسن، بادشاہوں کے تاج، غلاموں کے مولا، یتیموں کے ملجا، بیواؤں کے ماویٰ، بے سہاروں کے سہارا، محبت کے جوہری، اخلاق کے مشتری ہیں۔ کسی شاعر نے بالکل سچ اور برحق کہا کہ

نہ تھا ان سا نہ ہے ان سا نہ ہوگا اس زمانے میں
وہی لاریب ہیں یکتا قدرت کے کارخانے میں

صدر ذی وقار! آپ ﷺ کی حیات طیبہ اقوام عالم کے لیے بہترین نمونہ بنادی گئی۔ آپ ﷺ کی مبارک زندگی کائنات کے تمام لوگوں کے لیے اور دنیا کے ہر طائفہ کے لیے مثالی زندگی ہے۔ جس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
(الاحزاب:21)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں عمدہ نمونہ ہے۔“

اس آیت کریمہ کی روشنی میں آپ ﷺ کی زندگی تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

صدر محترم! سچ تو یہ ہے کہ ذات محمد ﷺ رحمت کی وہ گھٹا تھی جو خشک و بنجر زمین پہ ابر رحمت بن کر چھا گئی۔ نور کی ایسی کرن جو اندھیرے گھروں کو اجالے میں بدل گئی۔ روشنی کی وہ قندیل جو بلاخیز طوفانوں میں ساحل مراد دکھا گئی۔ یہی وہ گوہر نایاب تھا محترم! جس کی ضیاپاشیوں سے کفر و باطل کے سنگریزے لعل بدخشاں میں بدل گئے۔

جناب عالی! زندگی کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جو آپ ﷺ کی رہنمائی سے بے نیاز ہو۔ نبی پاک ﷺ کا اسوہ حسنہ نوع انسانی کا بہترین دستور العمل ہے۔ حضور ﷺ نے دنیائے انسانیت میں جو معاشرتی، اخلاقی اور روحانی انقلاب برپا کیا، وہ آج تک کسی دوسرے معلم نے برپا نہیں کیا۔ یہ نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی تعلیم اور انہی کی دی ہوئی تربیت کا نتیجہ ہے کہ عرب کے بدو چند برسوں کے اندر انسانیت، شرافت، محبت، شفقت، ہمدردی، انکساری کی ان بلندیوں پر جا پہنچے جہاں موجودہ دور کا مہذب انسان پہنچنے سے قاصر ہے۔

سامعین کرام! سچ تو یہ ہے کہ پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات نے پوری انسانی زندگی کا نقشہ ہی بدل دیا۔ جن کی تعلیم نے بھیڑیوں کو گلہ بانی، غلاموں کو سلطانی سکھائی اور راہزنوں کو جہانبانی۔ ایسا معلم جس نے خشک میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہادیے۔

جناب صدر!

بے شک نبی پاک ﷺ کی ہستی رحمۃ للعالمین ﷺ ہیں۔ نہ صرف میرے لیے مثال بلکہ تمام عالمین کے لیے مثال ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(زین احمد بن شاہد اقبال۔ برائٹ فیوچر مڈل سکول عباس پارک مین بازار اسلام پورہ۔ جڑانوالہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا واقعہ

رسول اللہ ﷺ پانچ سالہ بدوی زندگی بسر کرنے کے بعد اپنی والدہ کے پاس شہر میں آ گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی والدہ کا سایہ بھی آپ ﷺ کے سر سے اٹھ گیا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے دادا عبد المطلب نے آپ کو اپنے پاس رکھ لیا۔ عبد المطلب کو بھی آپ ﷺ کے اخلاق کی وجہ سے آپ ﷺ سے محبت تھی۔ گو ان کے اور بھی بہت سے پوتے تھے لیکن وہ آپ کو ہی زیادہ چاہتے تھے۔ بیت اللہ کی اس مسند پر جس پر ان کے ساتھ کوئی نہیں بیٹھ سکتا تھا اگرچہ وہ ان کا کتنا ہی عزیز کیوں نہ ہو مگر وہ نبی ﷺ کو اس پر بیٹھنے سے منع نہ کیا کرتے تھے۔ بلکہ بسا اوقات آپ ﷺ کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر سات برس تھی۔ آپ کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ بہت علاج کیے گئے مگر کسی دوا سے آرام نہ ہوا۔ ایک دن عبد المطلب سے کسی نے کہا کہ عکاز بازار کے قریب ایک راہب رہتا ہے اگر آپ اپنے عزیز کو اس کے پاس لے جائیں تو اس کے علاج سے ان کی آنکھیں ضرور اچھی ہو جائیں گی۔

عبد المطلب بہت خوش ہوئے اور دوسرے ہی دن آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے کر راہب کے پاس چل دیئے۔ رات کو وہاں پہنچے تو راہب کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ آس پاس کے رہنے والوں سے پوچھا: راہب کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ راہب ہے تو یہاں مگر اب دروازہ نہیں کھلے گا کیونکہ وہ ایک سال متواتر مکان کے اندر بند رہتا ہے اور بالکل باہر نہیں آتا۔

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ راہب کے مکان میں زلزلہ آ گیا، دیواریں تھرتھرائیں، چھت لرزی اور راہب بے تاب ہو کر باہر کی طرف بھاگا اور حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ جب اس کی نگاہ نبی ﷺ پر پڑی تو پاس آیا اور عبد المطلب سے یوں گویا ہوا:

کیا یہ صاحبزادہ آپ کا ہی ہے؟ آپ اسے یہاں کیوں لائے ہیں؟

عبد المطلب بولے: ”ہاں! یہ میرا پوتا ہے اور اس کی آنکھیں دکھتی ہیں، سنا ہے کہ تم آنکھوں کا بہت اچھا علاج کرتے ہو۔“

راہب بولا: وائے آپ کی عقل پر، آپ طبیب کو مریض کے پاس، مقدس کو گناہگار کے پاس اور شفائے عالم کو مریض مجسم کے پاس لائے ہیں۔

اے عبد المطلب! میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا عبادت کر رہا تھا کہ یکایک سارا مکان لرز گیا۔ میں باہر نہ آتا تو خطرہ تھا کہ دب کر مر جاتا۔ یہ صاحبزادہ بڑے جاہ و جلال و بلند مرتبے والا ہوگا۔ یہ نبی آخری الزماں ﷺ ہے اس کے چہرے سے نور ٹپک رہا ہے۔ اسے یہودیوں سے بچاؤ۔ وہ کم بخت اگر اسے دیکھ پائیں تو اس کی جان کے دشمن ہو جائیں گے۔

جاؤ! اور اس کا منہ شفا کا سرچشمہ ہے، اسی کا لعاب دہن اس کی آنکھوں پر لگاؤ اور قدرت کا سرچشمہ دیکھو۔

عبد المطلب بیان کرتے ہیں کہ واپس آ کر میں نے آپ ﷺ کا لعاب دہن آپ ﷺ کی آنکھوں پر لگایا صبح کو جو دیکھا تو آپ ﷺ کی آنکھیں بالکل اچھی تھیں۔

(ابوبکر، عمر فاروق۔ سرگودھا)

بوجھو تو جانیں

عبادت، واقعہ، عہد، طبیب

اخلاق، طواف، کعبہ

ق	ع	ب	ا	د	ت	ۃ	ی
گ	د	د	ط	و	ا	ف	ک
ا	خ	ل	ا	ق	ک	ج	ق
ز	و	ھ	و	ا	ق	ع	ہ
ک	ع	ب	ہ	م	گ	ف	س
ھ	ع	ہ	د	ن	و	ش	ر
ش	و	ب	ط	ب	ی	ب	گ

بے نیازی ہو تو ایسی

سردیوں کی ایک صبح تھی۔ موسم کافی ٹھنڈا تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں موسم کو مزید سرد بنا رہی تھیں۔ ایک شخص بوجھل قدموں کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے گورنر کے گھر کے سامنے جا پہنچا اور اجازت ملنے پر اندر داخل ہوا۔ گھر پہلے ہی کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

علیک سلیک کے بعد اس نے وعظ و نصیحت شروع کی۔ گورنر نے دیکھا کہ نیک آدمی ہے، سردی بلا کی ہے اور یہ ہلکے پھلکے لباس میں آیا ہے۔ اس نے دربان کو حکم دیا کہ ایک چادر اور جبہ لاؤ اور اس واعظ پر ڈال دو۔ دربان نے شاہی حکم کی تکمیل کرتے ہوئے ایک قیمتی اور عالی شان جبہ اس واعظ مہمان پر ڈال دیا۔ وہ ولی اللہ پریشان ہو گیا کہ یہ دنیا کا عارضی مال مجھے کہیں دین سے دور نہ کر دے۔ اس شخص نے کمال حکمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے وعظ کے دوران اپنے کندھوں کو جھٹکا دینا شروع کر دیا جس سے دھیرے دھیرے جبہ کندھوں سے سرکتے ہوئے نیچے گر گیا۔ اس شخص نے اسے وہیں چھوڑا اور وہاں سے نکل گیا، جیسے طبیعت پر اس جبے کا وجود بہت ناگوار گزر رہا ہو۔ اس مہمان کی بے نیازی کا یہ منظر دیکھ کر گورنر حیرت میں مبتلاء ہو گیا اور درباریوں کی موجودگی میں اسے بے عزتی خیال کیا۔ اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا۔ سوچنے لگا کہ بڑا عجیب وغریب مہمان ہے۔

چونکہ میزبان خود گورنر تھا اس لئے اس نے اسے اپنی توہین سمجھا اور بدلہ لینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک خطرناک چال تیار کیا۔ وہ یہ کہ اس نے سونے کے سات سو دینار تھیلی میں بند کیے اور اپنے درباری کارندوں میں سے ایک نہایت ہی ہوشیار اور چاق و چوبند شخص کو بلا کر کہا کہ یہ دیناروں کی تھیلی اس مہمان کے حوالے کر کے آؤ جو اپنے آپ کو بڑا پرہیزگار سمجھتا ہے۔ اگر وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے تو ہر وہ بہانہ تلاش کرنا جس سے وہ اس کو لینے کے لیے تیار ہو جائے۔ اگر تم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے اور اس پرہیزگار شخص نے یہ تھیلی قبول کر لی تو میں تمہیں اپنا مقرب بناؤں گا اور انعام و اکرام سے نوازوں گا۔ وہ شخص تھیلی لے کر بستی کی طرف روانہ ہوا۔

جب بستی میں پہنچا تو لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھ کر اس کے گھر پہنچ گیا۔ اس نے نہایت ہی مؤدبانہ انداز میں عرض کیا کہ ''جناب والا! گورنر نے یہ رقم آپ کے لیے بھیجی ہے اسے قبول فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔'' اس ولی اللہ نے بڑی بے نیازی سے کہا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ گورنر کے کارندے نے تھیلی دینے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا لیکن اللہ کے اس نیک بندے نے اس کو لینے سے انکار کر دیا۔ اب قاصد بے بسی کے عالم میں بیٹھا ہے اور اس اللہ کے بندے کی بے نیازی دیکھ کر حیران ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس شخص کی توجہ دوسری طرف ہے تو چپکے سے اٹھا اور تھیلی دیوار کے ایک طاقچے میں رکھ کر چلتا بنا۔

ادھر گورنر بڑی بے تابی سے انتظار کر رہا تھا۔ آتے ہی پوچھا: ہاں بھئی کیا ہوا؟ کہنے لگا: قبول کر لی اور کیا ہونا تھا؟ یہ خبر سنتے ہی گورنر بڑا خوش ہوا کہ اب پوچھوں گا کہ آپ کی بے نیازی کدھر گئی۔ کیا محض دربار میں مجھے بدنام کرنے کے لیے تقویٰ کا ڈھونگ رچا رکھا تھا؟ گورنر نے چند دن اپنا راز کسی کو نہ بتایا۔ جب کچھ دن گزر گئے تو اس نے دربار کے دو قابل اعتماد کارندوں کو اس ولی اللہ کی طرف بھیجا اور ان کے ہمراہ اس شخص کو بھی جو اس سے پہلے تھیلی دے کر آیا تھا۔ انہیں یہ حکم دیا کہ انہیں میرا سلام کہنا اور کہنا کہ چند دن پہلے دیناروں کی ایک تھیلی گورنر کی طرف سے آپ کے پاس غلطی سے آ گئی ہے، برائے مہربانی واپس کر دیں تاکہ اسے اصل مقام تک پہنچایا جائے۔ انہوں نے جب جا کر یہ بات کہی تو جواب ملا ''میں نے تو کوئی تھیلی لی ہی نہیں تو اسے لوٹاؤں کیسے؟؟'' دونوں نے یک زبان ہو کر کہا: آپ نے چند دن پہلے ہی تھیلی وصول کی تھی اور یہ شخص آپ کو وہ تھیلی دے کر گیا تھا۔ انہوں نے غصے سے اس شخص کی طرف دیکھا اور کہا: ''کیا میں نے کوئی چیز تجھ سے لی ہے؟'' وہ شخص گھبرا کر کہنے لگا کہ ہرگز نہیں، بلکہ میں نے آپ سے آنکھ بچا کر وہ تھیلی اس طاقچے میں رکھ دی تھی۔ انعام اور قرب کے لالچ میں گورنر کو جا کر یہ بتایا کہ وہ تھیلی آپ نے وصول کر لی ہے۔ اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ میری غلطی ہے جس کا میں کھلے دل سے اعتراف کرتا ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ اس طاقچے میں دیکھو، دونوں سرکاری کارندوں نے دیکھا کہ اسی طاقچے میں تھیلی پڑی ہے اور اوپر مکڑی نے جالا بن رکھا ہے۔ انہوں نے وہ تھیلی پکڑی اور گورنر کے پاس واپس چلے گئے۔ سارا قصہ جب گورنر کو سنایا تو وہ یہ قصہ سن کر حیران رہ گیا اور ان کی پرہیزگاری کا معترف ہو گیا۔

پیارے بچو! آپ یقیناً منتظر ہوں گے اس مہمان گرامی کا نام سننے کو کہ جنھوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی اور آسائشوں کو ٹھکرا دیا۔ دنیا سے اتنا بے رغبت ہوئے کہ لوگ انہیں نہ اپنی مجالس میں بہکا سکے اور نہ تنہائی و خلوت میں۔

پیارے بچو! اس مہمان کو تاریخ طاؤس بن کیسان ؒ کے نام سے جانتی ہے۔ یہ یمن کے باشندے تھے۔ ان کا اصل نام ذکوان بن کیسان تھا۔ ان کا لقب طاؤس تھا۔ طاؤس عربی زبان میں مور کو کہتے ہیں۔ انہیں یہ لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ حقیقتاً اپنے تمام علماء سے ممتاز تھے۔ جس طرح مور تمام پرندوں میں اپنے حسن و جمال کی وجہ سے ممتاز ہوتا تھا۔

آپ دس ذوالحجہ کو 106 ہجری کی شام حجاج کرام کے ہمراہ میدان عرفات سے مزدلفہ کی جانب لوٹ رہے تھے۔ یہ آپ کا چالیسواں حج تھا۔ مزدلفہ پہنچے، اس کی پاک فضا میں پڑاؤ کیا۔ مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھی۔ آرام کی غرض سے ابھی زمین پر لیٹے ہی تھے کہ موت نے آ لیا اور اپنے خاندان اور وطن سے دور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ سے ملے کہ احرام باندھا ہوا تھا اور زبان پر لبیک لبیک کا دلفریب ترانہ تھا۔

اللہ تعالیٰ ان پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔

(اکرم صدیقی۔ جامعہ الدراسات الاسلامیہ، کراچی)

(بحوالہ: حیات تابعین کے درخشاں پہلو)

بارے میں اس کے خیالات ہیں۔ ہم سب بھی یہی سمجھتے ہیں۔ ہم چونکہ طالبات ہیں' اس لیے ہمیں اس چھوٹے سے پیارے سے ننھے منے سے رسالے سے بہت زیادہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اب روبینہ جی فرما رہی ہیں کہ بس کردو اس سے پہلے کہ یہ ہمارے جذبات کی چھوٹی سی "سند" کو ظالم جلاد ٹوکری کی نظر لگ جائے۔

ٹھہریے ٹھہریے! اقصیٰ کہہ رہی ہے کہ کیا میں اپنے ماموں جو آرمی میں شہید ہوگئے تھے' ان کی کچھ یادیں لکھ سکتی ہوں۔

(جی لکھ کر بھیج دیں۔ اشاعت کے قابل ہوا تو ضرور شائع کریں گے)

(طالبات: مدرسہ فاطمۃ الزہری للبنات۔ منڈیانوالہ لاہور کینٹ)

☆......☆......☆

......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے ایڈیٹر بھیا اور روضۃ الاطفال کی پوری ٹیم کو السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے۔

اب بات ہوجائے روضۃ الاطفال کی۔ روضۃ الاطفال کا شمارہ نمبر 135 بہت پسند آیا۔ ویسے تو تمام تحریریں بہت اچھی تھیں لیکن "میں ہوں مسلمان' سخاوت وحیا کے پیکر' کریک ڈاؤن اور میں نے نماز شروع کر دی" زبردست تحریریں تھیں۔

میں ایک پرانے سلسلے کی طرف آپ کی توجہ دلانے کے لیے "آپ کے خطوط" کی محفل میں حاضر ہوا ہوں۔ وہ پرانا سلسلہ ہے "کوشش جاری رکھیں"

مجھ جیسے روضۃ الاطفال کے کتنے ہی قارئین اپنی تحریریں شائع ہونے کی امید سے روضۃ الاطفال میں تحریریں ارسال کرتے ہیں لیکن بعض اوقات جب ان کی تحریریں اور خطوط روضہ میں شائع نہیں ہوتے تو جہاں انہیں مایوسی ہوتی ہے' وہاں انہیں یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ ان کی تحریریں اور خطوط ایڈیٹر بھیا کو ملے ہیں یا نہیں۔ اس لیے مجھ سمیت وہ غریب قارئین جن کی تحریریں روضۃ الاطفال میں شائع ہونے سے رہ جاتی ہیں' ان کے نام اور ان کی تحریروں کے نام "کوشش جاری رکھیں" کے سلسلے میں شائع کیے جائیں تاکہ انہیں اس بات کا یقین ہوجائے کہ ان کی تحریریں ایڈیٹر بھیا کو مل چکی ہیں۔ امید ہے کہ آپ "کوشش جاری رکھیں" کا سلسلہ دوبارہ شروع کریں گے۔ (یہ سلسلہ شروع کیا جاچکا ہے نئے نام سے)

(عابد علی۔ لالہ رخ واہ کینٹ)

بقیہ ...... سچا رب

ملاح کا جواب سن کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی وجہ سے تو وہ سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔ اگر اس خطرناک طوفان میں لات' منات اور عزیٰ کی بجائے محمد ﷺ کا رب ہی اس کی پکار کو سنتا ہے اور انہیں خطرناک طوفان سے بچاتا ہے تو پھر وہی سچا رب ہوسکتا ہے۔ اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہوئی۔ اگر لات' منات اور عزیٰ مشکل میں اس کی مدد نہیں کرسکتے تو پھر وہ سچے رب نہیں ہوسکتے۔ اس نے واپس جانے کا فیصلہ کرلیا۔

اللہ کی رحمت سے طوفان تھم گیا۔ وہ فوراً واپس پہنچا۔ جونہی ساحل پر اترا تو دور سے اسے اپنی بیوی آتی ہوئی دکھائی دی۔ اس کے چہرے پر خوشی کے آثار تھے آتے ہی اس نے کہا: عکرمہ! محمد رسول اللہ ﷺ نے تمہیں معاف کردیا اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔

کیا میری غلطی معاف ہوسکتی ہے؟ میں تو اسلام کو مٹانے کے لیے ہر حربہ آزماتا رہا اور محمد ﷺ کو نقصان پہنچانے کے لیے لشکر تیار کرتا رہا۔ کیا وہ سب کچھ بھی معاف ہوجائے گا......؟؟؟

عکرمہ نے حیران ہوکر پوچھا......

ہاں! وہ سب معاف کردیا گیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ تمہیں محمد ﷺ نے پناہ بھی دے دی ہے۔ اس کی بیوی نے جواب دیا۔ عکرمہ کے دل میں پیدا ہونے والی روشنی اب ایمان کے نور میں تبدیل ہوچکی تھی۔ اس نے فوراً کہا: "مجھے اس رحم دل نبی ﷺ کے پاس لے چلو"

عکرمہ کی بیوی اسے لے کر اس عظیم محسن محمد ﷺ کے پاس پہنچی۔ اپنے جاں نثاروں کے گرد یہ عظیم سپہ سالار جس کے چہرے پر فخر وغرور کی بجائے ہلکی سی مسکراہٹ تھی' یوں بیٹھے تھے جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند ہو۔

عکرمہ کو یوں آتے دیکھ کر ان کے جانثاروں نے فوراً تلواریں نکال لیں کہ کہیں یہ رسول اللہ ﷺ کو نقصان نہ پہنچادے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عکرمہ کو آنے دو۔ یہ اسلام قبول کرنے کے لیے آرہا ہے۔ یہ عکرمہ بن ابی جہل ؓ تھے جو اسلام کے بدترین دشمن' قریش کے سردار ابوجہل کے بیٹے تھے۔ جنہوں نے کفر چھوڑ کر اسلام کے موتیوں سے اپنے دامن کو بھر لیا اور پھر آقائے دوجہاں کے صحابی بن گئے۔

(استفادہ: ایمان کی روشنی)

(عبدالباسط)

محمد ﷺ مثال میرے لئے

تقریری مقابلے میں شریک دیگر نام

فاطمۃ الزہرہ' اقبال ٹاؤن لاہور۔ سید احمد سعید' نشتر کالونی لاہور۔ بنت اصغر' اسلام آباد۔ محمد بلال اشفاق' حاصل پور۔ محمد طلحہ سرور' جہانیاں۔ محمد عرفان احمد' پتوکی۔ محمد فاروق حسن' ڈسکہ۔ عاقب رباب' چکوال۔ سائرہ جعفر' فتح جھنگ۔ مریم مصطفیٰ' ساہیوال۔ محمد اسد' ساہیوال۔ رخسانہ کوثر' فیصل آباد۔ محمد اشفاق نذیر' گوجرانوالہ۔ ابوبکر اشرف' محمد پورہ' لاہور۔ محمد شہباز' ساہیوال۔ اسد محمود' لیاقت پور۔ ابن چاند محمد' کراچی۔ حبیب اللہ' جامعۃ الدراسات' کراچی۔ طوبیٰ زاہد' لاہور۔ ماریہ اظہر' ایبٹ آباد۔ خالد انجم' بہاولپور۔ محمد عثمان اشرف' ساہیوال۔ عروسہ کرن' خانیوال۔ شہر بانو' جڑانوالہ۔ محمد عاصم' گوجرانوالہ۔

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

یہ دریا...... یہ نہریں

148 12 جولائی 2013ء، 2 رمضان المبارک 1434ھ

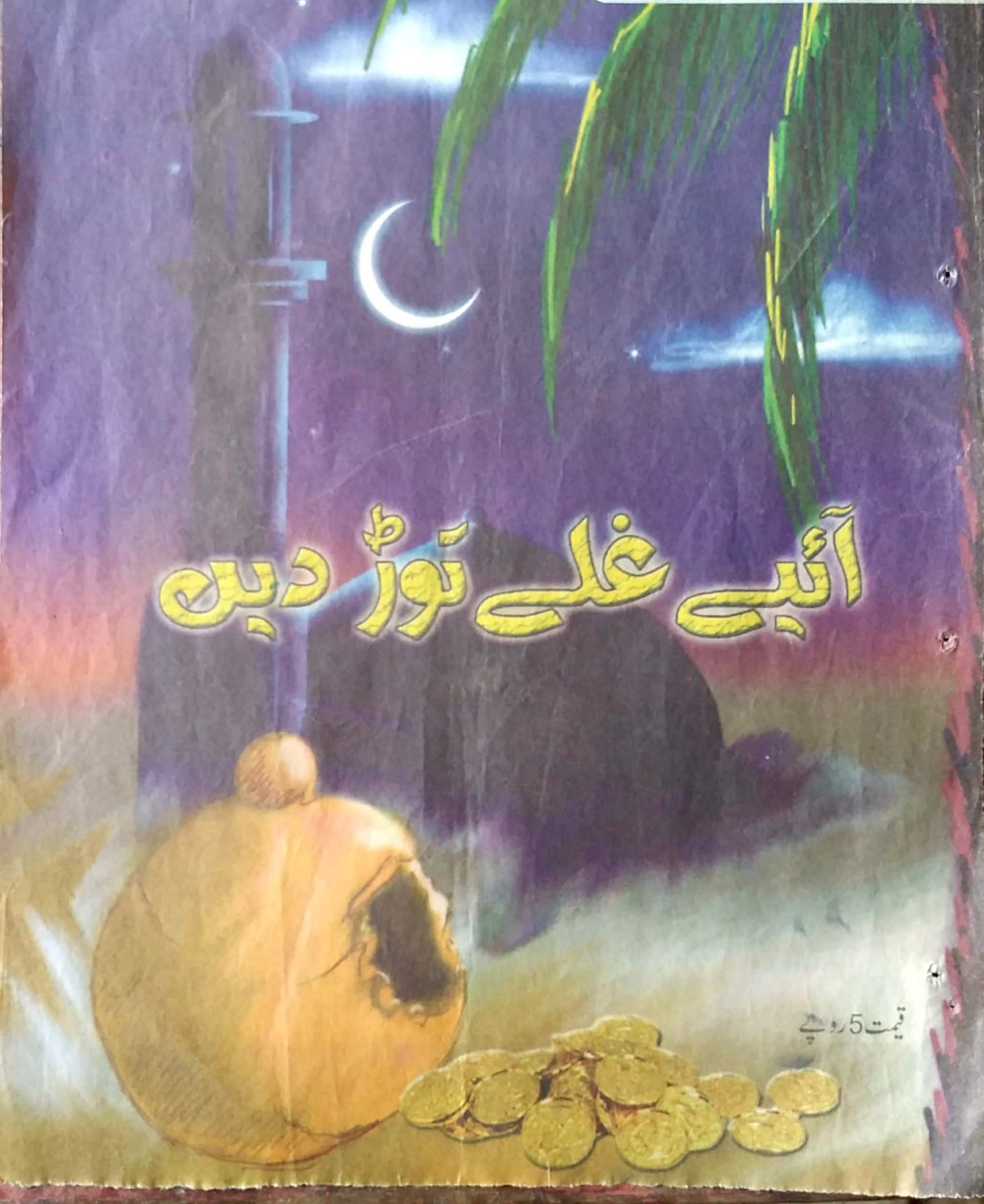

فرمانِ الٰہی جل جلالہٗ

رمضان کا مہینا وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا، جو لوگوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں، تو تم میں سے جو اس مہینے میں حاضر ہو وہ اس کا روزہ رکھے اور جو بیمار ہو یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے۔

(البقرہ:185)

(سیف الرحمٰن۔کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ نبوی ﷺ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان المبارک کا قیام کیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیے گئے۔''

(صحیح البخاری: 2013)

(سدرہ مصطفٰی۔راولپنڈی)

پہلی بات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ننھے منے ''روضہ'' دارو!

امید ہے کہ آپ سرسبز و شاداب اور تروتازہ ہوں گے اور

خوب لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔اب آپ کہیں گے کہ سخت گرمی ہے' بہاروں سے

بھوک نے برا حال کر دیا ہے اور آپ شادابی اور تروتازگی کی باتیں کر رہے ہیں......! شدید پیاس لگی ہے'

بھئی ذرا سن تو لیں! ہم نے بالکل درست کہا ہے۔گلشن میں بہار آتی ہے تو ہر طرف

ہریالی آجاتی ہے۔کلیاں کھل اٹھتی ہیں' پھول مسکرانے لگتے ہیں اور ان کی بھینی بھینی خوشبو

سارے باغ کو معطر کر دیتی ہے۔ٹہنیاں بادِ صبا کے جھونکوں کے ساتھ جھومنے لگتی ہیں۔بالکل

اسی طرح رمضان آتا ہے تو ایمان والوں پر گویا بہار آجاتی ہے۔شیاطین قید ہو جاتے ہیں۔

اللہ کی رحمتوں کی برکھا برسنے لگتی ہے۔قرآن کی تلاوت' اللہ تعالیٰ کی قربت اور زیادہ سے زیادہ

نیکیوں کی جستجو بڑھنے لگتی ہے۔ہر سحری اور افطاری پر لاکھوں اللہ کے بندے جہنم سے آزادی

اور جنت میں داخلے کا پروانہ حاصل کرتے ہیں۔دن بھر اپنے اللہ کے چہرے کے دیدار کے

لئے روزہ رکھنا اور رات کو قیام کر کے اپنے مالک کو راضی کرنا......سبحان اللہ کیسے پُر کیف مواقع

ہیں جو اللہ اپنے بندوں کے لئے فراہم کرتے ہیں۔دوستو! تیار ہو جائیں......رمضان میں

زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمانے کی دوڑ لگانی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روزہ دار

کے لئے دو خوشیاں ہیں' ایک جب وہ افطاری کرتا ہے اور دوسرا جب وہ اللہ سے

ملاقات کرے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔آمین

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو......!

والسلام

نیا چاند دیکھنے کی دعا

ربنا

اللّٰهُمَّ أَهِلَّهُ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْإِيمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضَى، رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ

(دارمی:336/1)

''اللہ سب سے بڑا ہے، اے اللہ! تو اسے ہم پر طلوع کر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ جس سے تو محبت کرتا ہے، اے ہمارے رب! اور جسے تو پسند ہے۔(اے چاند!) ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔''

(محمد آصف۔رحیم یار خان)

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

بچپن کی ذہانت

آپ کی عمر چھ برس تھی اور آپ دین سیکھنے کے لیے مسجد جایا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ بنی ہاشم سے تھیں۔ لوگ اپنی امانتیں ان کے پاس رکھ کر جایا کرتے تھے۔ ایک دن دو افراد آپ کی والدہ محترمہ کے پاس آئے اور ایک صندوق بطور امانت رکھ گئے اور یہ کہہ گئے: جب تک ہم دونوں اکٹھے نہیں آئیں گے تو یہ صندوق کسی کو نہیں دینا۔ کچھ دنوں کے بعد ان میں سے ایک شخص آیا اور کہنے لگا: وہ صندوق دے دیجئے۔ آپ کی والدہ نے وہ صندوق دے دیا۔ اب دوسرا شخص کچھ دنوں بعد آیا اور اس صندوق کا مطالبہ کیا۔ وہ پریشان ہوگئیں۔ جب آپ مدرسے سے واپس لوٹے تو گھر میں اس شخص کو پایا۔

آپ نے اسے کہا کہ وہ صندوق تیرا ساتھی لے گیا ہے مگر وہ کہنے لگا میں تو صندوق لے کر ہی جاؤں گا کیونکہ میری غیر موجودگی میں آپ نے وہ صندوق کیوں دیا؟ آپ نے یہ صورتحال دیکھی تو اپنی والدہ سے کہنے لگے' میں اس سے بات کرتا ہوں۔ انہوں نے اس لڑکے سے کہا کہ آپ یہ کہہ کر گئے تھے کہ اگر ہم میں سے کوئی اکیلا آئے تو اسے صندوق نہیں دینا؟ وہ کہنے لگا جی جناب پوچھ لیں اپنی والدہ سے۔ انہوں نے اس سے کہا تم یوں کرو کہ جاؤ اور اپنے ساتھی کو لے آؤ پھر وہ صندوق ہم سے لے جانا۔ وہ شخص لاجواب ہوگیا اور حیلے بہانے کرنے لگا مگر انہوں نے اس کا کوئی حیلہ بہانہ نہیں چلنے دیا۔

آپ اس بچے کا نام سننے کے منتظر ہوں گے۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ تھے جو چھوٹے ہوتے ہوئے بھی بڑے ذہین تھے۔ اسی طرح کا ایک اور واقع بیان کیا جاتا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید جو کہ مشہور عباسی خلیفہ گزرے ہیں اور ان کی ملکہ زبیدہ تھیں۔ ملکہ زبیدہ سے ہارون الرشید کو بہت محبت تھی۔ ایک رات ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ کے درمیان تکرار ہوگئی اور بحث وتکرار خوب بڑھی تو ملکہ کے منہ سے غصے میں یہ نکل گیا: اے دوزخی ہارون الرشید! یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید نے کہا کہ اگر میں دوزخی ہوں تو جا تجھے طلاق دیتا ہوں' طلاق دیتا ہوں' طلاق دیتا ہوں۔ ملکہ بھی نہایت تعلیم یافتہ تھیں' فوراً علیحدہ ہوگئیں۔ ہارون الرشید نے صبح اٹھتے ہی علماء کو محل میں طلب کیا۔ محل میں تمام علماء اکٹھے ہو چکے تھے۔ ان کے سامنے رات والا مسئلہ رکھا گیا اور فتویٰ مانگا گیا۔

تمام جمع شدہ علماء فضلاء کرام نے کہا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون دوزخی ہے اور کون نہیں۔ ہاں البتہ ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اگر اس بات کا فیصلہ نہ ہوا تو آپ کی ملکہ کو طلاق ہوجائے گی بلکہ ہو چکی ہے۔ اسی اثناء میں ان علماء وفضلاء کے درمیان سے ایک نوعمر لڑکا بولا: اگر آپ مجھے مکمل آزادی دیں تو میں اس مسئلے کا حل بتا سکتا ہوں اور فتویٰ بھی جاری کروں گا۔ ان شاء اللہ اس فتوے کو کوئی چیلنج بھی نہیں کر سکے گا کیونکہ فتویٰ حقیقت پر مبنی ہوگا۔ محل میں جمع شدہ تمام افراد میں حیرت کی لہر دوڑ ہوگئی اور جمع علماء وفضلاء پریشان ہوگئے کہ اتنے بڑے بڑے علماء اس مسئلے کو حل نہ کر پائے تو یہ 12 سال کا لڑکا کیا کرے گا۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ مسئلہ حل کریں جو آپ حکم دیں گے میں وہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لڑکا اپنی جگہ سے اٹھا اور بادشاہ کی طرف چلنے لگا۔ سارا محل حیرت سے لڑکے کی طرف متوجہ تھا۔ لڑکے نے بادشاہ کے قریب آتے ہی کہا: آپ تخت سے نیچے آجائیں۔ ہارون الرشید فوراً نیچے آگیا۔ لڑکا خود تخت پر بیٹھ گیا۔ لڑکے نے بادشاہ کو سامنے کھڑا کر کے کہا کہ میں آپ سے ایک سوال کروں گا۔ آپ نے صحیح اور سچ جواب دینا ہے۔ میرے فتوے کی بنیاد آپ کا یہی جواب ہوگا۔ بادشاہ کہنے لگا ہاں میں اللہ کو حاضر وناظر جان کر آپ کو بالکل سچ جواب دوں گا۔ لڑکے نے خلیفہ سے پوچھا: ہارون الرشید کیا تم کبھی کسی گناہ سے اس کی قدرت رکھنے کے باوجود اللہ کے خوف کی وجہ سے اس گناہ سے باز رہے ہو؟

ہارون الرشید نے کہا: ہاں! اللہ کی قسم میں باوجود قدرت رکھنے کے صرف اللہ کے خوف کی وجہ سے گناہ کرنے سے باز رہا ہوں۔ یہ سن کر لڑکے نے فتویٰ جاری کردیا کہ پھر آپ دوزخی نہیں ہیں اور ملکہ صاحبہ کو طلاق نہیں ہوئی۔

سارے علماء پریشان ہوگئے کہ یہ فتویٰ کیسے صادر کردیا۔ لہٰذا علماء نے اس کی دلیل مانگی تو انہوں نے قرآن مجید سے یہ آیت تلاوت کی۔ "پس جس شخص نے گناہ کا ارادہ کیا اور پھر اللہ کے خوف سے باز رہا پس اس کی جگہ جنت ہے۔"

مجلس میں موجود علماء اس بچے کی ذہانت وفطانت پر ششدر رہ گئے اور ان کے علم وفضل کی داد دینے لگے۔

(حمزہ حازم محمد عبداللہ)

معذرت

شمارہ نمبر 147 کے صفحہ نمبر 3 پر شائع ہونے والی تحریر "ایک نیکی......؟؟" میں بیان کیا گیا واقعہ کتاب وسنت کی روشنی میں صحیح ثابت نہیں ہے اور من گھڑت ہے۔ یہ تحریر غلطی سے شائع ہوگئی تھی۔ ادارہ اس کی اشاعت پر اللہ سبحان وتعالیٰ سے معافی کا طلبگار اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔

ننھے منے مجاہدو! ہمارا وطن عزیز رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں معرض وجود میں آیا۔ اس کو اسلامی قلعہ ہونے کے ساتھ ساتھ قدرت کی طرف سے ہر نعمت عطا کی گئی ہے۔ ہمارا وطن چار صوبوں پر مشتمل ہے۔ آیئے ہم آپ کو اپنے وطن کے دریاؤں، نہروں اور جھیلوں کی سیر کرواتے کرواتے آسمانی جنت کی نہروں تک لے جائیں۔ جانا چاہتے ہیں؟ یقیناً سب کا جواب "ہاں جی" میں ہی ہوگا۔

صوبہ پنجاب کے اہم دریا

دریائے راوی: یہ دریا بھارت سے نکلتا ہے اور لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، ساہیوال اور ملتان کے اضلاع سے گزرتا ہے۔

دریائے چناب: یہ دریا کشمیر سے نکلتا ہے اور سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، سرگودھا، جھنگ اور مظفر گڑھ سے گزرتا ہے۔

دریائے ستلج اور بیاس: یہ بھارت سے نکلتے ہیں اور قصور کے نزدیک پنجند کے مقام سے گزرتے ہوئے دریائے جہلم، چناب اور راوی میں مل جاتے ہیں۔

دریائے جہلم: یہ کشمیر میں جل ادم کے مقام سے نکلتا ہے اور تریموں ہیڈ پر دریائے چناب میں مل جاتا ہے۔

دریائے سندھ: پانچوں دریا دریائے سندھ میں گرتے ہیں۔

صوبہ سندھ کے اہم دریا: دریائے ہارن: یہ کیرتھار کے پہاڑی سلسلے سے نکلتا ہے۔

ملیر ندی: یہ ایک موسمی ندی ہے جو کراچی کے نزدیک گیزری کریک میں بہتی ہے۔.....**ارل ندی:** یہ مانچھر جھیل سے نکلتی ہے یہ تینوں ندیاں دریائے سندھ میں جا گرتی ہیں۔

حب ندی: یہ ایک اہم ندی ہے جو سارا سال بہتی ہے۔ یہ پب کے پہاڑی سلسلے سے نکلتی ہے اور بحیرہ عرب میں جا گرتی ہے۔

لیاری ندی: یہ ضلع کراچی میں بہتی ہے اور کیماڑی کے مقام پر بحیرہ عرب میں گر جاتی ہے۔

صوبہ بلوچستان میں سیلابی اور طوفانی دریا ہیں جو کہ بارشوں کے دنوں میں ہی پانی لاتے ہیں اور سارا سال نہیں بہتے۔

دریائے بولان: یہ دریا کولپور سے نکلتا ہے اور آب گم کے مقام پر زیر زمین چلا جاتا ہے اور پھر بابی نالی کے مقام پر دوبارہ نمودار ہو کر ساراوان ندی میں مل جاتا ہے۔

دریائے ناری: یہ ضلع بولان اور سبی کے علاقوں سے گزرتا ہے اور دریائے بوستان میں شامل ہوتا ہے۔

دریائے پشین لورا: یہ دریا توبہ کہار کے کوہسار سے نکلتا ہے اور ساراوان ندی میں مل کر کوئٹہ کے اضلاع میں بہتا ہے۔

دریائے مولا: یہ جھالاوان اور ضلع بولان میں بہتا ہے۔

دریائے ہنگول: بحیرہ عرب میں جا گرتا ہے۔

دریائے رخستان اور دریائے دشت: یہ مکران کے سلسلہ کوہ سے نکلتے ہیں اور بحیرہ عرب میں جا گرتے ہیں۔

صوبہ سرحد کے اہم دریا:

دریائے سندھ: یہ کوہ ہمالیہ کے سلسلہ کیلاش کی چوٹی سے نکلتا ہے اور چیلاس کے قریب آ کر پاکستان میں داخل ہوتا ہے اور ڈیرہ غازی خان کے قریب مٹھن کوٹ کے مقام پر پنجاب کے تمام دریا اس میں گرتے ہیں۔

دریائے کابل: یہ افغانستان کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اٹک کے مقام پر دریائے سندھ میں آ گرتا ہے۔

دریائے سوات: یہ کوہستان سوات کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور پشاور کے قریب دریائے کابل میں جا گرتا ہے۔

دریائے چترال: یہ ہندوکش کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور پشاور کے قریب دریائے کابل میں جا گرتا ہے۔

دریائے پنجکورا: یہ دریا دریائے سوات کا ساتھی ہے اس کے ساتھ ساتھ بہتا ہے۔

دریائے باڑا: تیرہ کی پہاڑیوں سے نکلتا ہے اور

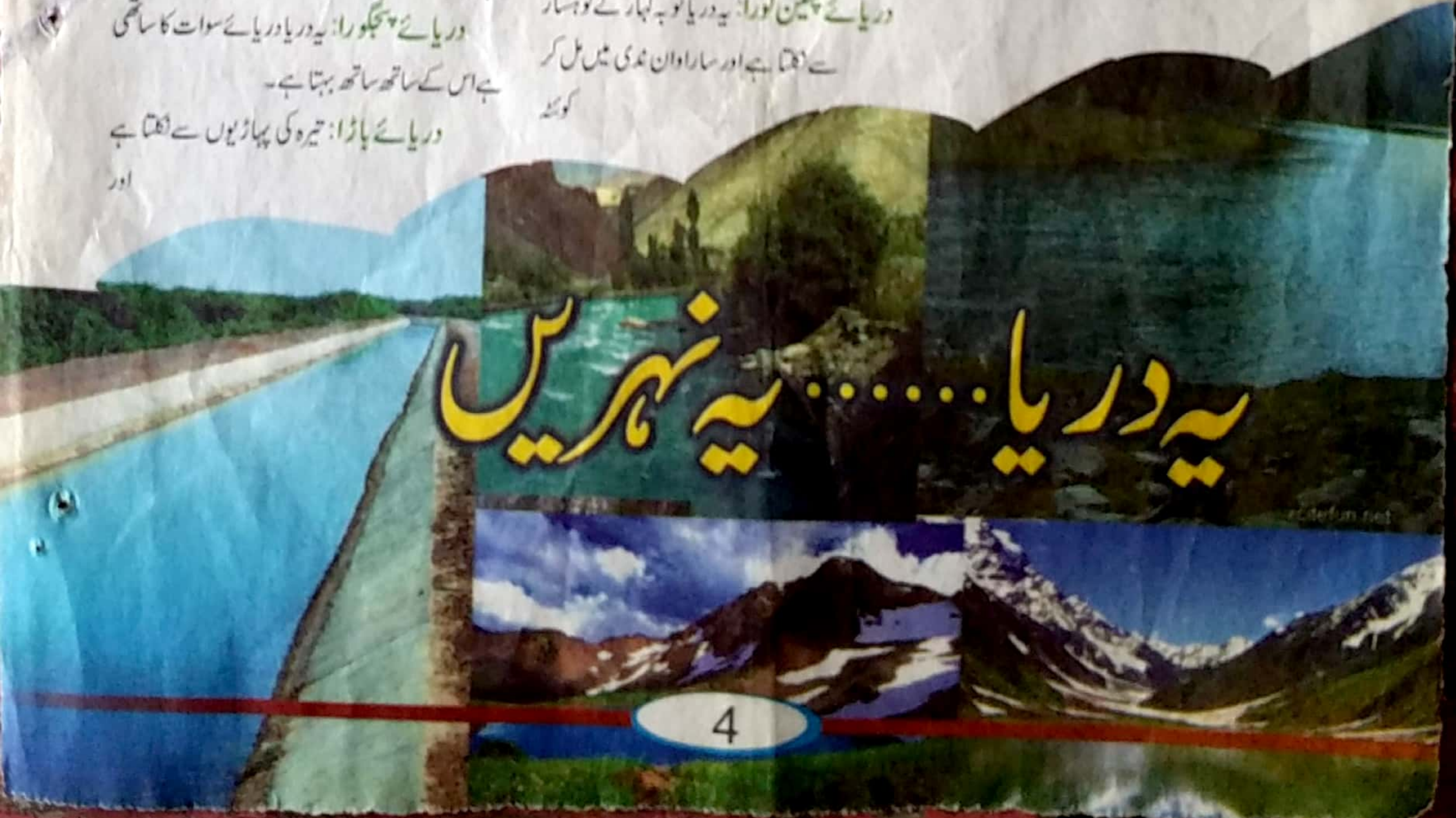

دریائے کابل سے جا ملتا ہے۔

صوبہ بلوچستان کے اہم دریا:

دریائے ژوب: یہ دریا بلوچستان کے علاقے سے نکلتا ہے اور دریائے سندھ میں جا گرتا ہے۔ مظفر آباد شہر کے عین وسط میں دریائے جہلم اور دریائے نیلم کا سنگھم ہے۔ یہاں ایک چوڑا پاٹ ہے جس کے اندر بہتے ہوئے دریائے نیلم اٹھمقام سے اور دریائے جہلم سرینگر سے پوری طغیانی کے ساتھ بہتے ہوئے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔

جاری پانی کو دریا اور نہر کہتے ہیں اور کسی ایک جگہ پر پانی کا اکٹھا ہو جانا جھیل کہلاتا ہے۔ پاکستان میں پائے جانے والی اہم جھیلیں: سیف الملوک جھیل، لالوسار جھیل، ست پارا جھیل، کچھورا جھیل، بالجی جھیل، حنا جھیل، راول جھیل، منگلا جھیل، مانچھر جھیل، مصنوعی جھیل (سید وشریف)، کلری جھیل، تربیلا جھیل، ڈرت جھیل، مصنوعی جھیل (چھانگا مانگا)۔

دنیا کے پانیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے، یہ میٹھا پیاس بجھانے والا ہے، جس کا پانی آسانی سے گلے سے اترنے والا ہے اور یہ نمکین ہے کڑوا اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا سامان نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو اور تو اس میں کشتیوں کو دیکھتا ہے پانی کو چیرتی ہوئی چلنے والی ہیں تا کہ تم اس کے فضل میں سے (حصہ) تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو"۔ (سورۃ الفاطر: آیت نمبر 12)

یعنی دنیا کے پانی نمکین، میٹھے، کھارے اور کڑوے ہوتے ہیں۔ اور یہ زیادہ دیر پڑے رہیں یا ان میں گندگی پڑ جائے تو یہ خراب بھی ہو جاتے ہیں اور مضر بھی۔ لیکن جو مومنوں، متقیوں، مجاہدوں، شہیدوں کا ہمیشگی والا گھر ہے جسے جنت کہا جاتا ہے اس کی نہروں کا خوبصورت تذکرہ اللہ رب رحمٰن نے سورۃ محمد آیت نمبر 15 میں کچھ یوں کیا ہے:

"وہ جنت جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے، اس کی صفت یہ ہے کہ اس میں کئی نہریں ایسے پانی کی ہیں جو بگڑنے والا نہیں، اور کئی نہریں دودھ کی ہیں، جس کا ذائقہ نہیں بدلا اور کئی نہریں شراب کی ہیں، جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہے، اور کئی نہریں خوب صاف کیے ہوئے شہد کی ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر قسم کے پھل اور ان کے رب کی طرف سے بہت بڑی بخشش ہے۔"

پیارے بچو! آپ میں سے جو جو بچہ صاف پانی، دودھ، شہد اور شراب کی نہروں کو پانا، اور ہر قسم کا مزیدار پھل کھانا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ...... پانچ وقت کی نماز ادا کرے۔ قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں سے شفقت کرے۔ اللہ کی راہ میں صدقہ وخیرات کرے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا خاص خیال رکھے۔ اس کی زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت وفرماں برداری میں گزرے۔ وہ اللہ کے دین کا داعی اور محافظ ہو۔ موت آئے تو متقیوں، صدیقوں، شہیدوں، صالحین میں اس کا شمار ہو۔ اور ایسا نیک ہو کہ اللہ تعالیٰ کہیں ﴿يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾...... اور پھر جب آپ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو آپ ان سب نہروں کو پا لیں گے۔ مزے مزے کی چیزیں کھائیں گے۔ نرم نرم بستر ہوں گے۔ ریشم کے لباس ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

(اخت سعد الرحمٰن)

ہماری زبان

زبان ہمارے جسم کا نہایت اہم عضو ہے۔ اکثر لوگ اس کا درست استعمال نہیں کرتے۔ عقلمند کہتے ہیں کہ پہلے سوچیں پھر بولیں یعنی "اچھی بات کہیں ورنہ خاموش رہیں"۔ اس اصول پر ہم عمل کر کے بہت سی برائیوں سے بچ سکتے ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے سارے اعضاء عاجزی کے ساتھ زبان سے کہتے ہیں کہ اللہ کی بندی! ہم پر رحم کر اور ہمارے بارے اللہ سے ڈر کیونکہ ہم تیرے ہی ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تو ٹھیک رہی تو ہم ٹھیک رہیں گے اور اگر تو نے غلط روی اختیار کی تو ہم بھی غلط روی کریں گے اور پھر اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ (جامع ترمذی)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی زبان کا غلط استعمال نہیں کرے گا میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر مجھ سے کہا کہ زبان سے زیادہ خطرناک اور خوفناک اور کوئی چیز نہیں"۔ (جامع ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: "جو چپ رہا وہ نجات پا گیا"۔ (مسند احمد، جامع ترمذی)

عمران بن حطان تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: ایک دن حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان کو مسجد میں اس حالت میں دیکھا کہ ایک کالی چادر لپیٹے ہوئے بالکل اکیلے بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے ابوذر رضی اللہ عنہ! یہ تنہائی اور یکسوئی کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ اکثر نصیحت کرتے تھے: "برے ساتھیوں کی ہم نشینی سے اکیلے رہنا اچھا ہے اور اچھے ساتھی کے ساتھ بیٹھنا تنہائی سے بہتر ہے اور کسی کو اچھی باتیں بتانا خاموش رہنے سے بہتر ہے اور بری باتیں بتانے سے بہتر خاموش رہنا ہے۔" (شعب الایمان للبیہقی)

اللہ تعالیٰ ہمیں اچھی اور میٹھی بات جو کہ صدقہ جاریہ ہے کہنے کی توفیق دیں اور بری باتوں سے بچائیں۔ آمین

خالد بشیر شہید رحمۃ اللہ علیہ

دین کا ایک تھا وہ مجاہد
ہنستا ہوا مسکراتا سا تھا وہ چہرہ
سجدے میں جا جا کر روتا تھا وہ اکثر
راتوں کو رب کو مناتا تھا وہ چہرہ
عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے رستے پر چل کر
شہیدوں کی صف میں کھڑا ہے وہ چہرہ
جنت کا مہمان حوروں کا دولہا
تھک کر بھی نہ کبھی تھکتا تھا وہ چہرہ

وہ ہر وقت رہتا تھا اللہ کی بڑائی میں
اک گل جو سارے چمن کا حسن تھا
اذانیں، تکبیریں، ترانہ سناتا تھا چہرہ
بہار گلشن کو بھی غمگین کر گیا وہ چہرہ
وہ رب کی عدالت میں زخمی ہی پہنچا
اور اس کا گواہ تھا اس کا ہی چہرہ
دین کا ایک تھا وہ مجاہد
ہنستا ہوا مسکراتا سا تھا وہ چہرہ

(عمر بن خالد بشیر شہید رحمۃ اللہ)

① پہلی امتوں میں محدث تھے، اگر میری امت میں کوئی محدث ہوا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

② اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔ (ترمذی)

گلدستۂ روضہ

③ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری کیا اور دل میں تقویٰ پیدا کیا ہے۔ (ترمذی)

④ جس راستے پر عمر رضی اللہ عنہ چلتا ہے شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

⑤ میں نے شب معراج میں عمر رضی اللہ عنہ کا محل دیکھا اور اس کی سیر کی۔ (بخاری و مسلم)

(سہیل عادل۔ کوٹ قادر بخش)

دین کے طالب علم کے لئے فرشتوں کا نزول

دین اسلام کا علم سیکھنے والا جب علم کی تلاش میں نکلتا ہے تو اللہ کریم اس کی منزل کو آسان فرما دیتے ہیں اور اس کا نکلنا اللہ کی راہ میں شمار ہوتا ہے اور ایسے شخص کے لئے جنت کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے اور اللہ کے فرشتے اس خوش نصیب کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

طالب علم کے اس عظیم مرتبہ کو احمد بن حنبل، ابن ماجہ، حاکم، ابن حنان اور الطیالس رحمہم اللہ نے نقل فرمایا ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ اور صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ خَارِجٍ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ إِلَّا وَضَعَتْ لَهُ الْمَلَائِكَةُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا بِمَا يَصْنَعُ. (سنن ابن ماجہ: 222)

"جب بھی کوئی شخص اپنے گھر سے علم کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس طالب علم کے لئے اس کے عمل سے خوش ہو کر فرشتے اپنے پر رکھ دیتے ہیں۔"

کتنی سعادت اور عزت کی بات ہے کہ مخلص طالب علم کے لئے معزز فرشتے اپنے پر بچھا دیں۔ یہ اس لئے ہے کہ طالب علم اپنے رب کی رضا کو تلاش کرتے اور اس کے دین کو پھیلانے کے لئے یہ کام کرتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کا بن جاتا ہے تو اللہ کریم اس سے گہری الفت اور چاہت رکھتے ہیں۔

﴿انتخاب: اعمال ایسے کہ فرشتے اتریں﴾
(ثمینہ کوثر۔ لورہ)

چلو ہجرت کریں!

ایک ہجرت وہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے ایمان کو بچانے کے لئے اپنا ملک اور اپنا گھر بار چھوڑ دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اصحاب کہف نے کیا۔ دوسری ہجرت یہ ہے کہ انسان گناہوں کو چھوڑ دے۔

اپنی بری عادتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی طرف بڑھنا بھی ہجرت کہلاتا ہے۔ ابھی تک تو زندگی ہمیں مہلت دیے ہوئے ہے کہ ہم خود کو تبدیل کر لیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے کتنے ہی لوگوں کے جنازے نہیں اٹھے جو پچھلے سال ہمارے ساتھ تھے لیکن اب مٹی تلے دفن کئے جا چکے ہیں؟ ان کے عمل کی مدت ختم ہو چکی ہے مگر ابھی

ہمارے پاس وقت ہے پھر ہم سست روی کا مظاہرہ کیوں کر رہے ہیں؟ تو چلیں ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ہجرت کرتے ہیں۔

☆جھوٹ سے سچ کی طرف
☆غیبت سے اچھے گمان کی طرف
☆غصہ سے بردباری اور تحمل کی طرف
☆شکوہ سے شکر کی طرف
☆ناراضگی سے عفوودرگزر کی طرف
☆فالتو باتوں سے اللہ کے ذکر کی طرف
☆زیادہ سونے سے اللہ کی عبادت کی طرف
☆تکبر سے عاجزی کی طرف
☆ظلم سے انصاف کی طرف
☆خیانت سے امانت کی طرف
☆لوگوں کے ڈر سے اللہ کے ڈر کی طرف
☆بری عادتوں سے اچھائی اور نیک اعمال کی طرف

اے اللہ کریم ہمیں گناہوں اور نافرمانیوں سے بچاتے ہوئے اپنی رضا رحمت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو ایسی ہی ہجرت کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین

(حنا، علی ارقم۔ ساہیوال)

نظم

کیوں آنکھوں میں بہتے اشکوں کی لڑی ہے
چپ رہ ہم وطن قیامت کی گھڑی ہے
ہوتا ہے کچھ گمان سا میدان حشر کا
ہر ایک شخص کو اپنی ہی پڑی ہے
مٹ جائے نہ میرا یہ دیس اس حالت میں
اطراف کی ہر قوم تماشے پہ کھڑی ہے
پھر سرخ سرخ ہے میرے دریاؤں کا پانی
لگتا ہے کہیں خون کی برسات پڑی ہے
ان ظالموں کو جڑ سے مٹادے اے ہمارے مولا
سب تلوار اٹھاؤ کہ یہ اٹھنے کی گھڑی ہے

(حافظ محمد اسامہ، محمد اذان۔ تحصیل صفدر آباد)

گلستانِ حدیث

① عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نہ تو جادو ٹونہ کرتے ہیں نہ براشگون لیتے ہیں اور نہ کسی پر الزام لگاتے ہیں بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (مسلم)

② حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کر کے نماز پڑھے اور اللہ سے مغفرت اور معافی طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیتا ہے۔ (ترمذی)

③ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص استغفار کو اپنا معمول بنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے نکلنے کی راہ نکال دیتا ہے اور اسے ہر پریشانی سے نجات دیتا ہے۔ نیز اس کو ایسی جگہ سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (مسند احمد، ابوداؤد)

④ حضرت عمیر انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے جو شخص خلوص دل کے ساتھ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔ اس کے نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں اور اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ (نسائی)

⑤ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر نماز جمعہ کے لئے آئے اور توجہ سے خطبہ سنے اور اس دوران خاموش رہے تو اس کے ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

(عابد علی۔ لالہ رخ واہ کینٹ)

کیا آپ جانتے ہیں؟

○ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے سب سے پہلے قتل ہونے والے ہابیل تھے۔
○ سب سے پہلے قتل کرنے والا شخص قابیل تھا۔
○ سب سے پہلا قتل عورت کی وجہ سے ہوا۔
○ آپ ﷺ پر سب سے پہلے مردوں میں سے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

○ عورتوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔
○ بچوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔
○ آپ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔
○ آپ ﷺ کی وفات کے بعد سب سے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔

(محمد احمد۔ خانپور)

سورج پوری آب و تاب سے گرمی برسا رہا تھا۔ شہر میں قحط کا سماں تھا کیونکہ پچھلی دفعہ فصل بہت کم ہوئی تھی البتہ نئی فصلیں پک کر تیار ہو چکی تھیں۔ ان کی کٹائی کی تیاریاں عروج پر تھیں مگر شہر نبی کے والی نے ایک نئی مہم کی تیاری کا حکم دے دیا۔ حالات پر نظر رکھنے والوں نے خبر دی کہ وقت کی ایک بڑی صلیبی طاقت کے بادشاہ نے اس شہر پر حملے کی خفیہ تیاری شروع کر رکھی ہے۔ مگر زمانے کی سب سے مدبر شخصیت نے صلیبیوں کے حملے کو روکنے، انہیں شکست سے دوچار کرنے کے لئے اور ان کی منصوبہ بندی ناکام بنانے کے لے ان پر پیشگی حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

پھر مدینہ کی گلیوں میں حبی علی الجہاد کی عظیم صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ کچھ کمزور ایمان والے تو اس آواز کو سن کر پریشان ہو جاتے ہیں لیکن پختہ ایمان کے حامل افراد سوچتے ہیں کہ موسم کی اس شدت اور قحط سالی کے باوجود اگر ہم اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے نکلیں گے تو یقیناً اس کا اجر و ثواب بھی کہیں زیادہ ہو گا۔

چونکہ سفر بہت لمبا، موسم سخت گرم اور بالمقابل وقت کی بڑی طاقت "روم" تھی سو اس سفر کے لیے مال و وسائل کی ضرورت تھی۔ لہٰذا نبی کائنات ﷺ جنگی ساز و سامان کی تیاری اور دیگر امور کو چلانے کیلئے صحابہ کو مال لانے کا حکم دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوچتے ہیں کہ اچھا موقع ہے' کیوں نہ آج میں نیکی کے معاملہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پہ سبقت لے جاؤں۔ اسی کشمکش میں گھر گئے اور سارے سامان کے دو حصے کیے اور ایک حصے کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ مگر یہاں کا منظر دیکھتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ تو اپنے گھر کا سارا سامان لے کر حاضر ہو چکے ہیں۔ نیکیوں کی اس دوڑ میں ان اصحاب محمد ﷺ میں سے کون تھا جو پیچھے رہتا۔ ہر کسی کو ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر تھی۔ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ایک ہی مجلس میں یکے بعد دیگرے 9 سو اونٹ اللہ کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں۔ پھر سو گھوڑے اور ان کا ساز و سامان بھی اس میں شامل کر دیتے ہیں۔ سرور کائنات ﷺ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرے پر خوشی اور تازگی چھا جاتی ہے۔ آپ ﷺ ان کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

جنگ و جدال کی تیاریاں عروج پر ہیں۔ شام ڈھلنے کو ہے۔ ابوعقیل رضی اللہ عنہ جن کی تنگ دستی کا یہ عالم ہے کہ گھر میں ایک وقت کا کھانا میسر نہیں۔ لیکن ایمانی جذبوں سے بھرا دل نبی ﷺ کی پکار پر اس کار خیر میں حصہ ڈالنے کیلئے مچلتا ہے وہ نیکی کے اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ایک یہودی کے باغ کو ساری رات پانی لگاتے ہیں اور اجرت میں ملنے والی دو صاع کھجوروں میں سے آدھی گھر میں بچوں کیلئے چھوڑ آتے ہیں اور آدھی دربار نبوی میں پیش کر دیتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ ان کے اس عمل پر بہت خوش ہوتے ہیں اور ان کھجوروں کو سارے مال کے ڈھیر پر بکھیرنے کا حکم دیتے ہیں جب منافقین کو اس بات کی خبر ملتی ہے تو وہ طنز و مزاح کرتے ہیں کہ تم ایک صاع کھجوروں کے بدلے روم کی سلطنت کو فتح کرو گے......؟

لیکن ان جاہلوں کو کیا معلوم کہ ان ایک صاع کھجوروں کی اللہ کے نزدیک کیا قدر و منزلت ہے؟ اللہ رب العزت مال کے کم یا زیادہ ہونے کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو اپنے بندوں کی نیتوں اور خلوص کو دیکھتا ہے۔

پیارے بچو! ایک کامیاب تاجر کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ وقت کے آنے سے پہلے اپنے مال کی خرید و فروخت کی تیاری کرتا ہے۔ ایک زمیندار موسم بدلنے سے پہلے مکمل پلاننگ کرتا ہے۔ اسی طرح ایک اچھے مسلمان کی یہ نشانی ہے کہ وہ اللہ کی نعمت اور اس کی رحمت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری رکھے۔ رسول

آئیے غلے توڑ دیں

عمار حنیف

اللہ ﷺ رمضان المبارک سے پہلے اس کی تیاری کیلئے اپنی کمر کس لیتے تھے۔ رمضان میں تو آپ کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ آپ ﷺ تیز آندھی سے زیادہ صدقہ و خیرات کرتے تھے۔ ایک رات آپ ﷺ کے پاس کچھ مال آیا تو آپ ﷺ ساری رات اسے تقسیم کرتے رہے۔ فجر کی نماز کے بعد جب تقسیم کا عمل مکمل ہو چکا تو آپ ﷺ گھر کی جانب لوٹے۔

پیارے بچو! ہم جس نبی ﷺ کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ خواہش کیا کرتے تھے کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو اور میں اس سارے کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں۔

ہمارے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور رمضان کا اضافہ کر دیا ہے۔ آیئے! ہم اپنے نبی اور ان کے باوفا ساتھیوں کی پیروی کریں۔ اپنے خزانوں کے منہ کھول دیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ چھوٹے بچوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنا جیب خرچ ایک غلے میں جمع کرتے رہتے ہیں تو آیئے غلے توڑ دیں۔

آیئے ہم اس رمضان میں اللہ کے راستے میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمائیں اور دوسروں کو بھی اس میں شریک کریں۔ تاکہ کافروں کی سازشوں کا توڑ ہو، اسلام دنیا میں غالب ہو، امت مسلمہ کے غم دور ہوں، غرباء و نادار لوگوں کی مدد ہو اور سب سے بڑھ کر ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں اپنی قربانی کا بدلہ قیامت کے دن مل جائے۔

یقیناً آپ دین کے سپاہی اور جنت کے راہی بننا پسند کریں گے۔ اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ فوری طور پر المحمد یہ روضہ سوسائٹی کے قریبی ذمہ دار سے فنڈ باکس حاصل کریں اور اپنے سب دوستوں میں بھی تقسیم کریں۔ دیکھیے جنت کی اس دوڑ میں کون کس سے کتنا آگے نکلتا ہے۔

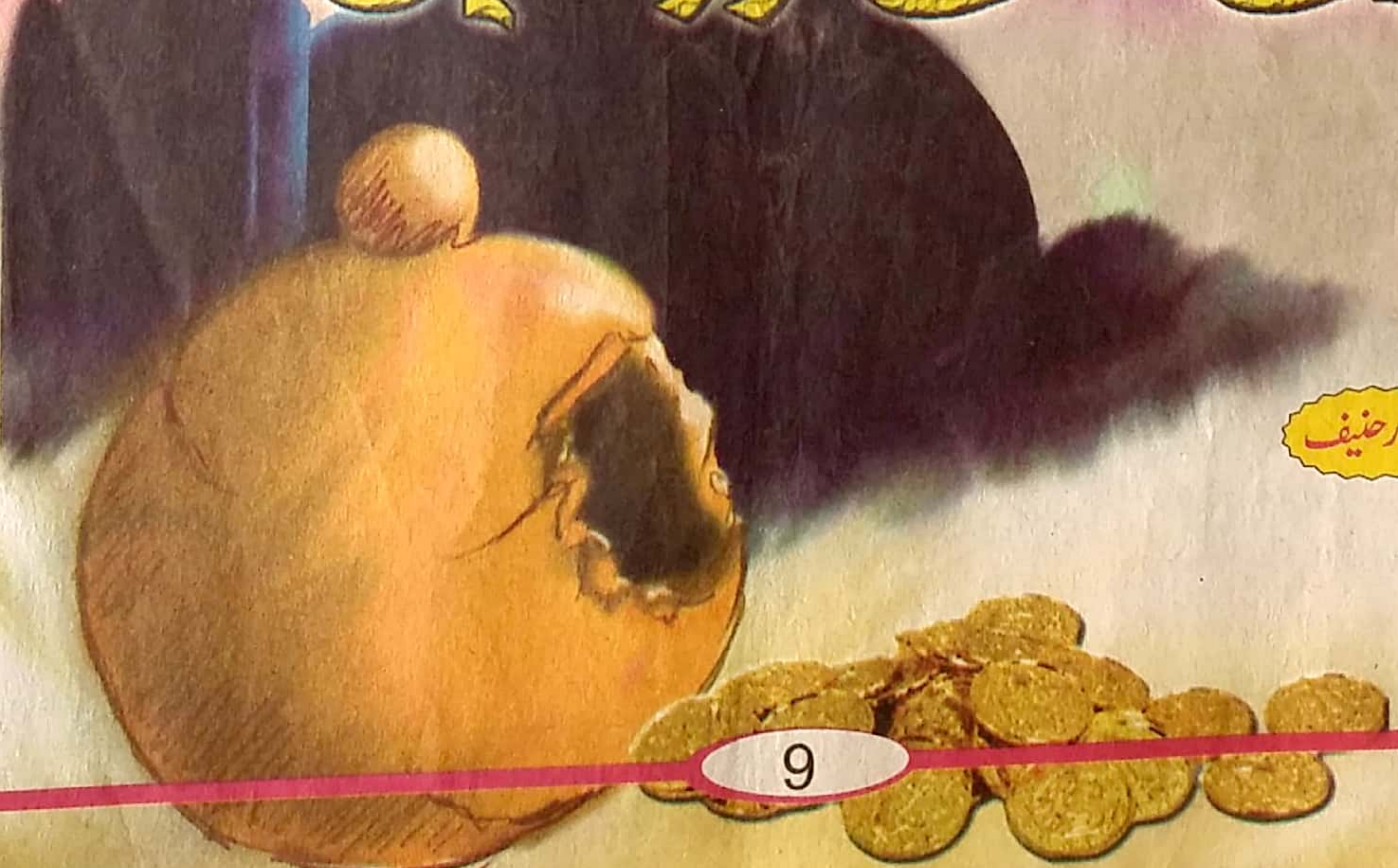

عزمہ کرن عبدالحکیم

حافظ فہد اللہ بن طاہر اقبال۔ گوجرانوالہ

اقراء سرور۔ سادہ کورائیہ

حافظ حبیب الرحمن۔ فضل الرحمن سرگودھا

مریم بتول۔ چکوال

حافظ محمد حبیب الرحمن۔ مرکز نعیم فیصل آباد

تصویری نمائش

بنت ارشد۔ حافظ آباد

اگلی تصویری نمائش کا موضوع

"برسات"

نوٹ پہلے تین انعام یافتگان کو 500 روپے کی کتب ارسال کی جائیں گی

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

102 25 رمضان المبارک 1432ھ 26 اگست 2011ء

یوم دفاع پاکستان

قیمت 5 روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

بلاشبہ ہم نے اسے قدر کی رات میں اتارا۔ اور تجھے کس چیز نے معلوم کروایا کہ قدر کی رات کیا ہے؟ قدر کی رات ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے متعلق اترتے ہیں۔ وہ رات فجر طلوع ہونے تک سراسر سلامتی ہے۔ (سورۃ القدر)

اشفاق احمد بگے، قصور

حدیثِ نبوی ﷺ

جب رات کا اندھیرا چھا جائے یا فرمایا: جب شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روک لو کیونکہ شیطان اس وقت پھیلتے ہیں اور جب رات کا کچھ حصہ چلا جائے تو انہیں چھوڑ دو اور دروازے بند کرو اور اللہ کا نام لو (بسم اللہ پڑھ کر بند کرو) کیونکہ شیطان بند دروازہ نہیں کھولتا اور اپنے مشکیزوں کے منہ تسمے سے بند کرو اور اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو اور اپنے برتن ڈھانک دو اور اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ پڑھو۔ خواہ ان پر کوئی چیز ہی رکھ دو اور اپنے چراغ بجھا دو۔

(بخاری: ۵۶۲۳۔ مسلم: ۲۰۱۲)

رقیہ ابدو، ننکانہ صاحب

پہلی بات

ننھے ساتھیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رمضان المبارک تیزی سے گزر رہا ہے ... ہمیں پتہ ہے کہ آپ سب کو رمضان المبارک کے مکمل ہونے کا انتظار ہوگا کیونکہ جناب ... آپ کو عید منانی ہے ... اور عید کے موقع پر نئے کپڑے ... نئے جوتے ... اور پھر سب گھر والوں اور پیار کرنے والوں سے عیدی کی وصولی ... سارا سال اس دن کا انتظار رہتا ہے نا ... لیکن ہم آپ کو آج عید کے بارے میں کچھ خاص بتاتے ہیں۔

عربی کی ایک مشہور کہاوت ہے کہ "عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے نئے جوتے پہنے بلکہ عید اس کی ہے جو آخرت سے ڈر گیا" آپ کو پتہ ہے نا کہ روزے رکھنا کتنا ضروری ہے۔ ہمیں پتہ ہے کہ آپ میں سے بہت سوں نے مکمل روزے رکھے ہوں گے۔ کچھ نے کم رکھے ہوں گے۔ کیونکہ ان پر روزے فرض جو نہیں ہوئے ... ہمارے ہاں اس سلسلے میں ایک نئی بدعت چل نکلی ہے اور وہ ہے روزہ کشائی کی ... یعنی جب بچہ پہلی مرتبہ روزے رکھتا ہے تو جناب اس پر خصوصی مبارک بادیں آتی ہیں۔ تقریب ہوتی ہے اور نجانے کیا کیا ...؟ حالانکہ روزہ تو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ اس کے رکھنے کی خوشی تو ضرور ہوتی ہے لیکن ہمارے ہاں جو نت نئے فیشن چل نکلے ہیں ان سے ضرور پریشانی ہوتی ہے کیونکہ یہ سب کچھ دین میں مداخلت اور اضافہ ہے جسے بدعت کہا جاتا ہے ... یہ گمراہی جو جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔ روزہ تو جہنم سے بچانے کے لیے آیا ہے' اس لیے ہمیں ایسے نت نئے فیشنوں سے خود بھی بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی بچانا چاہیے ... اور جب عید آ رہی ہے اور آپ سب کو فکر ہے کہ آپ کے کپڑے اور آپ کے جوتے اچھے اچھے ہونے چاہئیں تو آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بہت سے لوگ بھی ہیں اور گرد ... بلکہ ہر طرف پھیلے ہوئے ایسے بھی ہیں کہ جنہیں سال بعد بھی نئے کپڑے پہننے کو نہیں ملتے۔

آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ملک میں سیلاب ایک بار پھر آ چکا ہے۔ گزشتہ سال کی تباہی ابھی ویسی کی ویسی ہے۔ آپ جیسے لاکھوں بچے ایسے ہیں جن کے گھر برباد ہو گئے ہیں۔ کپڑے، بستر، سکول بیگ بہہ گئے ہیں۔ اب وہ کھلے آسمان تلے پانی کے اندر پڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے رمضان کے ان مبارک دنوں میں اللہ سے گناہوں کی معافیاں مانگی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ سے مدد بھی طلب کرنی ہے ... اپنے ننھے منے سیلاب زدہ بھائیوں اور بہنوں کی مدد بھی کرنی ہے اور اپنے گھر والوں ... دوستوں ... رشتہ داروں کو اس بارے میں خوب خوب آگاہ کر کے تعاون اور سامان جمع کرنا ہے اور سب کو عید کی خوشیوں میں شریک کرنا ہے۔ سب کو بتانا ہے کہ اس سال صدقہ فطر جو اسلام روپے ہے فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کو جمع کرائیں اور جتنی جلد ممکن ہو جمع کرا دیں تاکہ ہم سب مل کر عید کی خوشیوں میں شریک ہو سکیں۔ سب انہیں مسکرائیں ... اللہ کا شکر ادا کریں تاکہ اللہ ہم سب کو محفوظ و مامون رکھے۔ ہنستا مسکراتا شاد آباد رکھے۔ پاکستان بھی سلامت رہے۔ ہم سب اس کے محافظ بن کر رہیں۔

اور یہاں ہماری طرف سے آپ سب کو ایڈوانس "عید مبارک" ..... تقبل اللہ منا و منکم" کیونکہ اب اگلی ملاقات عید کے بعد ہو گی۔ آپ کے خطوط کا انتظار رہے گا۔

والسلام

علی عمران شاہین

ایڈیٹر: علی عمران شاہین
انچارج: محمد الیاس حامد
خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

بہادر بہن

یہ واقعہ اس بہادر اور نڈر بہن کا ہے جس نے بہادری اور جرأت کے ساتھ جنگی جوہر دکھائے اور اپنے مجاہد بھائی کو دشمن کی حراست سے چھڑانے کے لیے جنگ میں کود گئی۔ ان کا نام خولہ بنت ازور ؓ تھا۔ آپ مجاہدین کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ آپ کے والد حضرت ازور ؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کئی غزوات میں شامل رہے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

حضرت خولہ ؓ اور ان کے بھائی حضرت ضرار ؓ شام اور مصر کی اکثر جنگوں میں شریک رہے۔ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے اور مل کر جہاد کرتے تھے۔ وہ دونوں اپنی بہادری، دلیری اور سرفروشی کے لیے مشہور تھے۔

ایک مرتبہ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کے سپہ سالار خالد بن ولید ؓ تھے۔ رومی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ ہر قسم کے جنگی ساز و سامان سے لیس تھی۔ مجاہدین کی تعداد بہت کم تھی اور ان کے پاس ہتھیار بھی کم تھے۔ اس کے باوجود مسلمان جذبۂ شہادت سے سرشار تھے۔

حضرت خولہ ؓ اور حضرت ضرار ؓ بھی اس جنگ میں شامل تھے۔ حضرت ضرار ؓ بہت نڈر اور شیر دل مجاہد تھے۔ وہ جس طرف جاتے دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیتے۔

ان کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں جنہیں وہ یکساں مہارت سے چلا رہے تھے۔ اس طرح لڑتے لڑتے وہ دشمن کی فوج کے درمیان پہنچ گئے اور ان کا رابطہ اپنی فوج سے کٹ گیا۔

رومی سپہ سالار ایک اونچی جگہ سے انہیں لڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ موقع اچھا ہے۔ یہاں ان کا کوئی مددگار نہیں۔ اگر ان کو گرفتار کر کے اپنے بادشاہ کے پاس بھیج دوں تو وہ بہت خوش ہوگا اور مجھے انعام و اکرام سے نوازے گا۔

رومی سپہ سالار نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ جس طرح بھی ہو سکے۔ ضرار ؓ کو گھیر کر گرفتار کر لو۔ یہ سنتے ہی رومی فوجیوں نے ان کی طرف یلغار کر دی اور انہیں زمین پر گرا دیا۔ ان کی تلواریں ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گریں۔ اب حضرت ضرار ؓ پوری طرح رومی فوج کے نرغے میں آ کر بے بس ہو چکے تھے۔ سپاہیوں نے ان کو رسیوں سے جکڑ لیا اور سپہ سالار نے انہیں اپنے فوجی دستے کے ساتھ بادشاہ کی طرف روانہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے دستے کو ہدایات دے کر روانہ کر دیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کو حضرت ضرار ؓ کی گرفتاری کا پتہ چلا تو انہوں نے فوراً مجاہدین کا ایک دستہ تیار کیا اور حکم دیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے حضرت ضرار ؓ کو رومیوں کی قید سے چھڑا لائیں۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے دستے کو ہدایات دے کر روانہ کر دیا۔ اچانک ایک نقاب پوش مجاہد پیچھے سے نمودار ہوا اور سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا رومی سپاہیوں پر ٹوٹ پڑا۔ مسلمان حیران تھے کہ یہ کون دلیر مجاہد ہے جو تن تنہا دشمن پر اتنی شدت سے حملہ آور ہوا ہے اور اس نے اپنا چہرہ کیوں چھپایا ہوا ہے۔

یہ مجاہد تیزی سے ان رومی سپاہیوں کے سر پر پہنچ گیا اور جو نقاب پوش مجاہد کے بھائی حضرت ضرار ؓ کو گرفتار کر کے لے جا رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ رومی سنبھل پاتے، نقاب پوش مجاہد ان پر جھپٹ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے کئی رومیوں سپاہیوں کو ڈھیر کر دیا۔

رومی سپاہی اس اچانک افتاد سے بدحواس ہو گئے۔ وہ سمجھے کہ ان پر آسمان سے کوئی بلا نازل ہو گئی۔ ان میں افراتفری مچ گئی لیکن وہ بھاگتے وقت حضرت ضرار ؓ کو بھی ساتھ لے گئے۔

حضرت خالد ؓ نے اس مجاہد کو اپنے پاس بلوایا اور پوچھا: ''اے نقاب پوش مجاہد! ہم تمہاری بے خوفی اور سرفروشی سے بہت خوش ہوئے۔ تم نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ایسا کام کیا ہے جو بڑے سے بڑا جری اور بہادر سپاہی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ تو بتاؤ تمہارا نام کیا ہے اور تم نے اپنا چہرہ نقاب میں کیوں چھپا رکھا ہے؟''

اپنے سپہ سالار کی یہ بات سن کر نقاب پوش مجاہد تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا: ''اے امیر! میں خولہ بنت ازور ؓ ہوں اور میں ضرار ؓ کی بہن ہوں۔ میرے بھائی کو جب رومیوں نے گرفتار کیا تو مجھ سے رہا نہ گیا اور میں بے قرار ہو کر انہیں چھڑانے چل پڑی''، لیکن افسوس مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کو جب یہ پتا چلا کہ یہ کارنامہ ایک خاتون نے انجام دیا ہے تو ان کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔ انہوں نے کہا کہ جس قوم کی بیٹیاں خولہ ؓ جیسی بہادر اور نڈر ہوں اسے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی شکست نہیں دے سکتی۔ ان شاء اللہ۔ ہم آپ کے بھائی کو دشمن کی قید سے چھڑا کر ہی دم لیں گے۔ اس مرتبہ حضرت خالد ؓ نے فوج کا ایک بڑا دستہ رومیوں کے تعاقب میں بھیجا۔ حضرت خولہ ؓ بھی فوجی دستے کے ساتھ تھیں۔ رومی سپاہی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے اور قیدیوں کو چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ اس طرح خولہ ؓ نے بالآخر بھائی کو دشمن کی قید سے آزاد کرا لیا۔

دیکھا بچو! بہادر لوگ ہی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ساری بات ہمت اور کوشش کی ہوتی ہے۔

ثمینہ کوثر۔ ایبٹ آباد

عزم پورا کر دیا

یاسر ذوالفقار، عطرے والہ، خانیوال

4 ستمبر کی صبح اسے پیشاب میں خون آیا۔ وہ رات بھر گردے کے ناقابل برداشت درد سے تڑپتا اور کراہتا رہا تھا۔ اسے تیز بخار تھا لمحہ بھر کے لئے بھی آنکھ نہیں لگی تھی بے حال ہو کر اس نے ہسپتال جانے کا ارادہ کیا لیکن اس کی ذات میں ایک جذبہ اور احساس بیدار ہو کر اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ فلائٹ لیفٹیننٹ سید شمس الدین احمد ایسے وقت کہ جب چلنے سے قاصر تھا ہسپتال جانے سے گریز کر رہا تھا۔ جب برصغیر کے آسمان پر جنگ کی گھٹائیں تیزی سے گہری ہو رہی تھیں وہ بمبار ہوا باز تھا۔ فضائیہ میں آکر اس نے ملک سے وفاداری کا جو عہد کیا تھا اسے اس عہد کا پاس تھا۔ شمس الدین کو یہ گوارہ نہ تھا کہ آزمائش کی اس کٹھن گھڑی میں وہ عہد پورا کرنے سے قاصر رہے۔

وہ وقت آن پہنچا تھا جس کے لئے فضائیہ نے اسے بڑی جانفشانی سے تربیت دی تھی۔ لیکن گردے کے درد کی شدت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ 4 ستمبر کا دن گزر گیا' 4 ستمبر کا دن 4 ستمبر کی رات سے بہتر نہ تھا اور رات گزری ہوئی راتوں کی طرح علیل اور بے آرام تھی لیکن شمس الدین ہسپتال نہ گیا وہ ملک و ملت سے وفاداری کا عہد پورا کرنے کے انتظار میں گردے کا شدید درد کسی کو بتائے بغیر برداشت کرتا رہا۔ اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔

6 ستمبر کی سحر بھارتی سورمے چوروں کی طرح لاہور کی سمت سے بین الاقوامی سرحد میں گھس آئے۔ 28 سال کا جانباز شمس الدین ہوائی اڈے کے آپریشن روم میں داخل ہوا۔ (آپریشن روم سے مراد وہ جگہ جہاں ہوابازوں کو ہر قسم کی جنگی ہدایات دی جاتی ہیں) شمس اس کمرے داخل ہوا تو اس چہرے پر گردے کے درد کی بے رحم اذیت کے آثار نمایاں تھے لیکن اس کی آنکھوں سے جذبہ جہاد کا پتہ چلتا تھا۔ وہ زندگی کا بھیانک ترین خطرہ مول لینے آیا تھا۔

وہ بمبار ہوا باز تھا۔ بمبار طیارے میں ہواباز کے ساتھ ایک نیوی گیٹر (راہ دکھانے والا) بھی ہوتا ہے جبکہ لڑاکا طیارے میں صرف ایک ہوا باز ہی اڑتا ہے۔ شمس الدین جانتا تھا کہ اگر فضا میں گردے کا درد تیز ہو گیا تو نتیجہ شہادت ہو گا۔ شمس الدین کی اپنی اکیلی جان ہوتی تو اور بات تھی اسے اپنے ساتھ ایک نیوی گیٹر کو بھی لے جانا تھا' اس نے سوچا کہ اگر اس حال میں طیارے کو سنبھال نہ سکا اور طیارہ تباہ ہو گیا تو کیا خدا مجھے ایک بے گناہ انسان کی جان لینے پر بخش دے گا؟ اس کے عزم کی راہ میں یہی ایک سوال حائل تھا۔ کیا میں اپنے کمانڈنگ آفیسر کو بتا دوں کہ میں پرواز کے لئے جانا چاہتا ہوں لیکن شدید علیل ہوں۔ اس نے سوچا نہیں۔ اس کی ذات سے آواز اٹھی۔ وہ فوراً تمہیں ہسپتال بھیج دے گا۔ شمس نے اپنی زندگی کا خطرناک ترین فیصلہ کر لیا' اب سوال یہ تھا کہ اس کے ساتھ نیوی گیٹر کون ہو گا؟ اس آپریشن روم میں نگاہیں دوڑائیں۔ کمرے کے ایک کونے سنجیدہ سکواڈرن لیڈر شعیب عالم بیٹھا تھا۔ وہ نیوی گیٹر اور شہباز بھی تھا۔ شمس نے شعیب عالم کو دیکھا تو اس کا جی نہ چاہا کہ اس بھرے بھرے چہرے اور امنگوں سے بھرپور اس نوجوان کو اس عمر میں موت کے منہ میں لے جائے۔

اس نے قدرے پس و پیش کی اور اسے خیال آیا کہ وہ فائٹر پائلٹ ہوتا اور اکیلا اڑ جاتا لیکن ایمان کی حرارت نے اسے بے چین کر دیا۔ وہ بے قابو سا ہو کر شعیب عالم کے پاس جا بیٹھا اور آہستہ سے پوچھا۔ میرے ساتھ اڑو گے؟ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ شعیب انکار کر دیتا لیکن شمس الدین نے اسے بتانا شروع کر دیا کہ وہ کس جسمانی حالت میں پرواز کر رہا ہے تا کہ وہ سوچ سمجھ کر فیصلہ کرے۔ یہ زندگی اور موت کا نہیں صرف موت کا سوال تھا۔ صرف موت اپنے مقدس وطن کے لئے جان کا نذرانہ۔

سوچ لو شعیب عالم! اس نے کہا۔ اب بھی میرے ساتھ چلو گئے؟ کیوں نہیں۔ شعیب نے مسکرا کر کہا" میں تمہارے ساتھ اڑوں گا" شعیب انکار کیوں کرتا۔ جواں سال شمس کے آہنی عزم اور سرفروشی کو دیکھتے ہوئے اس نے فخر محسوس کیا کہ جواں سال شمس جیسے ہواباز کے ساتھ پرواز کرنے کا پھر شاید موقع نہ ملے۔ شعیب عالم کی پرعزم مسکراہٹ نے شمس پر سکون کی کیفیت طاری کر دی۔ علیل شمس الدین اچھا بھلا فلائیٹ لیفٹیننٹ شمس الدین احمد بمبار پائلٹ بن گیا۔

آپریشن روم کے باہر بلیک آؤٹ کی تاریکی تھی۔ کہیں ایک آدھ چراغ کی ٹمٹماتی ہوئی لو بھی نظر نہ آتی تھی۔ فضا میں جنگ کی تپش تھی جسے چاند کی مدھم مدھم سی چاندنی ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ شمس اور شعیب پہلی جنگی پرواز پر چلے گئے اور اس رات سے جنگ ختم ہونے تک دونوں دلیر ساتھی ہر رات دشمن کے فوجی ٹھکانوں اور ہوائی اڈوں پر بمباری کے لئے جاتے رہے۔ انہوں نے بمباری سے دشمن کے کئی اہم اڈوں اور ذخیروں کا صفایا کیا۔ ان کی جنگی پروازوں میں جو بات حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ شمس اور شعیب نے شمس کی بیماری کو صیغہ راز میں رکھا ورنہ اسے فوراً پرواز کے ناقابل کر دیا جاتا۔

معجزہ تو یہ ہوا کہ جب وہ زمین پر ہوتا تو اسے گردے کا

شدید درد بے حال کر دیتا لیکن وہ جونہی طیارے میں بیٹھ کر حملے کے لئے روانہ ہونے لگتا تو اس کا درد رفع ہو جاتا۔ اگر ڈاکٹر کسی بھی وقت شمس کا معائنہ کر بیٹھتا تو وہ رپورٹ لکھ دیتا کہ یہ ہوا باز اور اس کا نیوی گیٹر ہر رات خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔ صرف ایک رات یہ کرشمہ جل دے گیا۔ اس رات شمس اور شعیب اپنے بمبار B - 57 طیارے میں ہلواڑہ (لدھیانہ) کے ہوائی اڈے پر بمباری کیلئے گئے۔ ان کا طیارہ ٹارگٹ کے اوپر پہنچا تو نیچے سے طیارہ شکن توپوں اور مشین گنوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ شمس کے گردے سے درد کی ایسی ٹیس اٹھی جیسے کسی نے خنجر گھونپ دیا ہو۔ وہ آزمائش کا بھیانک لمحہ تھا۔ وہ تڑپ اٹھا۔ درد سے ادھ موا ہو گیا۔ دشمن کے زمینی توپچی فضا کی انچ انچ پر آگ اگل رہے تھے۔ طیارہ ان کی زد میں تھا۔ شمس کراہ رہا تھا۔ وہ تاک کر بم گرانا چاہتا تھا۔ وہ اندھا دھند بم گرا کر ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ بم واپس لانا اسے گوارہ تھا۔ وہ خدا کے حضور گڑگڑانے لگا۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگا اور زبان سے قرآن کی تلاوت جاری تھی کہ بم گرانے کے لیے غوطے میں چلے گئے۔

دشمن کی گنوں نے پہلے سے زیادہ قیامت برپا کر دی۔ طیارہ شکن توپوں کے جانے کتنے گولے بیک وقت طیارے کے قریب آ پھٹے۔ طیارہ ایسا بری طرح جھنجھوڑا گیا۔ شمس کا درد یکبارگی تھم گیا۔ وہ قرآن کی تلاوت کرتا رہا اور طیارے کو ٹارگٹ کی سیدھ سے بھٹکنے نہ دیا۔ زمینی توپچیوں کی نگاہیں اس کے طیارے پر تھیں۔ اب انہوں نے فائرنگ تیز شروع کر دی لیکن شمس کی نگاہ ٹارگٹ پر تھی اور شعیب عالم اس کے پیچھے مکمل سکون سے بیٹھا خدا کو یاد کر رہا تھا۔ جب طیارہ بم گرانے کے مقام پر آیا تو شمس نے شعیب کو خبردار کیا اور نہایت اطمینان سے بٹن دبا دیا۔ طیارہ شدید جھٹکے سے اوپر اٹھا اور ایک ہزار پونڈ کے آٹھ بم ہوائی اڈے کی طرف گرنے لگے اور

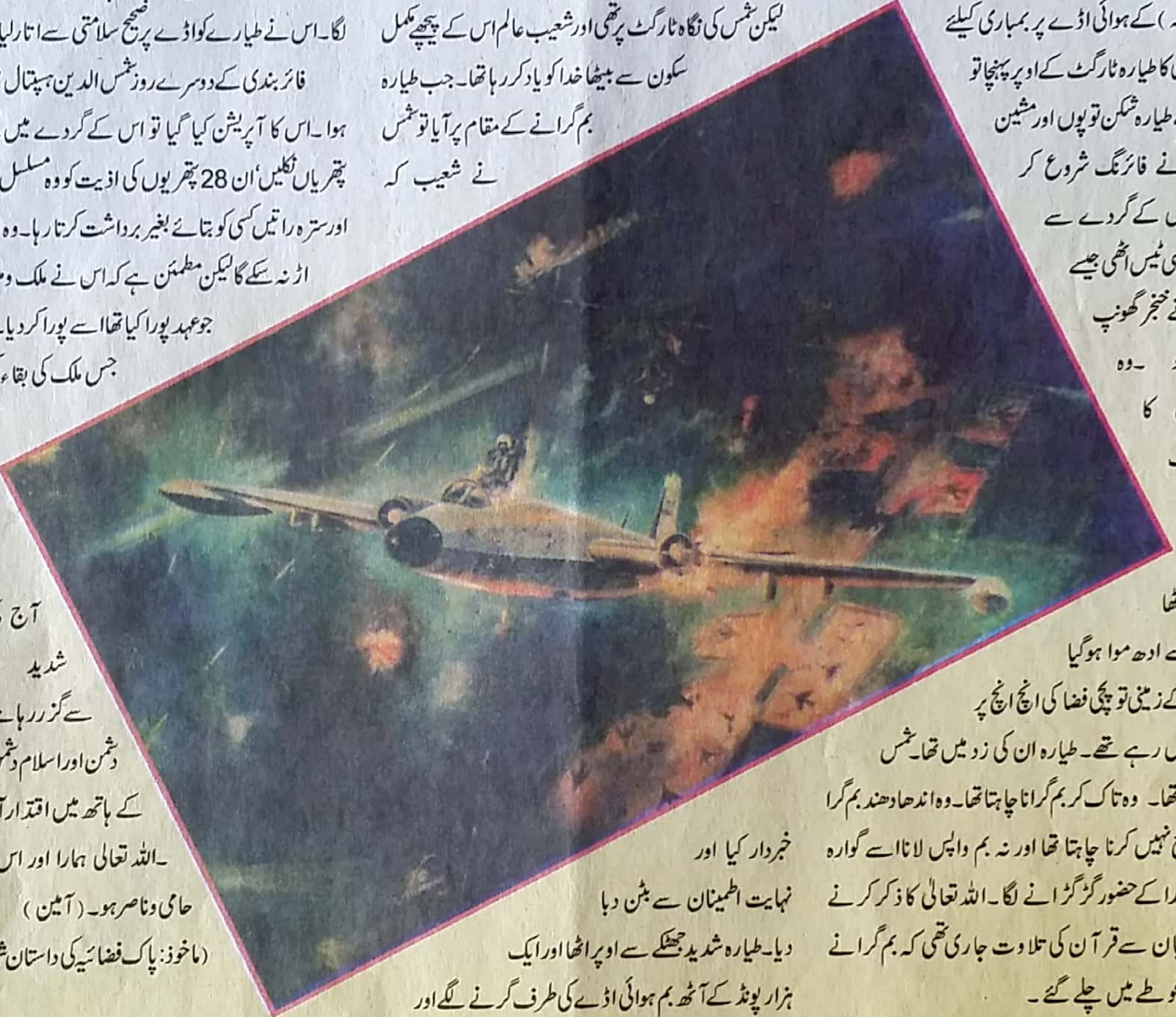

بھارت کا خطہ دور تک کانپ اٹھا۔ ان میں سے ایک بم پٹرول کے ذخیرے میں جا پھٹا۔ ایسا شعلہ اٹھا جو شب کی تیرگی میں ساٹھ میل دور سے بھی نظر آتا تھا۔ شعیب نے اسے واپسی کے راستے کا صحیح تعین کر دیا۔ حملہ کامیابی سے مکمل ہو گیا اور شمس پر فرض کا جو بوجھ تھا وہ اتر گیا تو گردے کا درد لوٹ آیا۔ طیارے کو سنبھالنا تو درکنار شمس کیلئے اپنے آپ کو سنبھالنا ناممکن نظر آنے لگا۔ اس نے طیارے کو اڈے پر صحیح سلامتی سے اتار لیا۔

فائر بندی کے دوسرے روز شمس الدین ہسپتال میں داخل ہوا۔ اس کا آپریشن کیا گیا تو اس کے گردے میں سے 28 پتھریاں نکلیں' ان 28 پتھریوں کی اذیت کو وہ مسلسل سترہ روز اور سترہ راتیں کسی کو بتائے بغیر برداشت کرتا رہا۔ وہ اب شاید اڑ نہ سکے گا لیکن مطمئن ہے کہ اس نے ملک وملت سے جو عہد پورا کیا تھا اسے پورا کر دیا۔

جس ملک کی بقاء کیلئے اتنی قربانیاں دی گئیں۔ آج ملک پھر شدید مشکلات سے گزر رہا ہے۔ ملک دشمن اور اسلام دشمن قوتوں کے ہاتھ میں اقتدار آ گیا ہے۔ اللہ تعالی ہمارا اور اس ملک کا حامی وناصر ہو۔ (آمین)

(ماخوذ: پاک فضائیہ کی داستان شجاعت)

عکاشہ رضی اللہ عنہ سبقت لے گیا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے امتیں دکھائی گئیں' مجھے میری امت دکھائی گئی۔ میں نے ان کی کثرت کو دیکھا تو بہت اچھا لگا کہ ان سے میدان بھرے پڑے ہیں۔ مجھے کہا گیا کہ اے محمد ﷺ! آپ خوش ہیں؟ تو میں نے کہا: ''ہاں'' پھر مجھے بتایا گیا کہ اے محمد ﷺ! آپ خوش ہیں تو میں نے کہا: ''ہاں۔''

پھر بتایا گیا کہ ان میں سے 70 ہزار لوگ ایسے ہوں گے جن کو بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور وہ وہ ہوں گے جو نہ دم کرواتے اور نہ کرتے ہیں اور نہ بدشگونی پکڑتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے بھی اللہ ان میں سے بنا دے۔ آپ ﷺ نے دعا کی' اے اللہ! عکاشہ کو ان میں سے بنا دے۔ ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے لیے بھی دعا کر دیں کہ اللہ مجھے بھی ان میں سے کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا ہے۔

محمد بن سلیم۔ دارالھدیٰ سکول' داروغہ والا لاہور

کھجور اللہ کی عظیم نعمت

کھجور کا شمار دنیا کے قدیم ترین پھلوں میں ہوتا ہے۔ اس کا اصلی وطن خلیج فارس کے نزدیک کہا جاتا ہے۔ کھجور کی ترقی زیادہ تر عراق میں ہوئی جو آج بھی کھجور پیدا کرنے والے دنیا میں پہلے نمبر پر ہے۔ کھجور پیدا کرنے والے دنیا کے اہم ممالک عراق، سعودی عرب، ایران، متحدہ عرب امارات، الجیریا اور پاکستان ہیں۔

کھجور کی اہم اقسام ان ملکوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ کارز، حیانی، زاہدی، میزبان، دگلت نور، خوردری، تاسفیرت، براکاوی، فاہمی، ام سلا اور اجوا ہیں۔"

پاکستان کا شمار کھجور پیدا کرنے والے دنیا کے چوتھے سب سے بڑے ملک کے طور پر ہوتا ہے۔ ملک پاکستان میں کھجور کے لیے خیر پور، ملتان اور ڈیرہ غازی خان کے علاقے اگرچہ زیادہ مشہور ہیں۔ مگر کھجور چاروں صوبوں میں ملتی ہے۔ بلکہ صوبہ سرحد میں کھجوریں اگرچہ کم ہوتی ہیں مگر ان کا معیار عمدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح لاہور کے آس پاس بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر عمدگی نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں کہ خیر پور ڈیرہ غازی خان کے علاقہ میں کھجور کی 95 اقسام کاشت کی جاتی ہیں اور وہاں اس کا مربہ بھی ڈالا جاتا ہے۔ عربی زبان میں کھجور کے لگ بھگ 100 مختلف نام ہیں۔ کھجور کا درخت ان درختوں سے ایک ہے جن کا ذکر توریت اور انجیل میں 48 مقامات پر آیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس کا تذکرہ 20 آیات میں آیا ہے۔

"کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے۔"

جسے کھجور میسر ہو وہ اسی سے روزہ افطار کرے جسے نہ ملے وہ پانی سے کھول لے کیونکہ وہ بھی پاک ہے۔

کیونکہ دن بھر کے روزے کے بعد توانائی کم ہو جاتی ہے۔ اس لیے افطاری کسی ایسی چیز سے ہو جو جلد ہضم ہو اور طاقتور بھی ہو۔

نبی کریم ﷺ کی سنت تھی کہ روزہ دار عجوہ کھجور یا کسی اور کھجور سے روزہ کھولتے۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ پکی ہوئی کھجور سے روزہ افطار کرتے تھے۔ اگر وہ نہ ہو تو پرانی کھجور سے اور اگر وہ بھی میسر نہ ہو تو پانی اور ستو وغیرہ سے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا کھجور سے روزہ افطار کرنا پسندیدہ عمل تھا لیکن آپ ﷺ کی کوئی عادت یا پسندیدہ مصلحت اور فائدے سے خالی نہیں ہے کیونکہ کھجور نہایت طاقتور غذا ہے اور اس کے کھانے سے تمام کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رات کا کھانا ہرگز نہ چھوڑو، خواہ ایک کھجور ہی کھالو کیونکہ رات کا کھانا چھوڑنے سے بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے۔ بڑھاپا یعنی انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ اب اگر اس کو کھانا نہ بھی ملے صرف کھجور ہی کھالے تو وہ ساری طاقت کھجور کھانے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس بات کو جدید سائنس اپنے تجزیہ میں اس طرح کہتی ہے۔

عہد رسالت میں فوجی کارروائیوں کے دوران مجاہدین کا کھانا زیادہ تر کھجور اور ستو پر مشتمل رہا۔ کھجور میں توانائی مہیا کرنے والے عناصر فوری اثر کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ کھجور پانی میں بھگو کر اس کا پانی پیا جائے تو جگر کی اصلاح کرتا ہے۔ طبیعت سے نشہ آور ادویہ کی گرانی کو دور کرتا ہے۔

کھجور کو دودھ میں ابال کر پینے سے فوری طور پر طاقت اس طرح آ جاتی ہے جیسے طاقت کا سیرپ پی لیا ہو۔ مخرج بلغم ہے۔ جلن کو رفع کرتی ہے۔ پیشاب آور ہے، قبض کشا ہے، ٹی بی کے مریضوں کو بھی فائدہ دیتی ہے۔

پیٹ کے کیڑے مارنے کے لیے نہار منہ مفید ہے۔

گردوں، مثانہ، آنتوں میں ورم درد کو روکنے دل کے دورہ پڑتے وقت کھجور کو گٹھلی سمیت پیس کر دینا جان بچانے کا باعث ہوتا ہے۔ احادیث میں اس مرض کے لیے عجوہ کھجور تجویز کی گئی۔ کھجور کی گٹھلیاں دل کے امراض، دمہ اور دل کے پھیلنے میں مفید ہیں۔ گٹھلیوں کو پیس کر کھلانا کالے موتیے میں بھی مفید ہے۔

سحری سے لے کر افطاری تک روزہ دار کچھ کھاتا نہیں ہے۔ اس لیے حرارت یا کیلوریز کم ہو جاتے ہیں۔ اس وقت کھجور ایک مکمل جامع اور متعدل غذا کا کام کرتی ہے۔ جس سے روزہ دار مختلف قسم کے ہونے والے امراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹروں کی تحقیق ہے کہ جسم کے حرارت کم ہونے سے لو بلڈ پریشر، فالج، لقوہ اور سر چکرانا وغیرہ ہو جاتا ہے۔ کھجور کے استعمال سے ان شاء اللہ بیماریوں سے محفوظ رہے گا۔ کیلی فورنیا میں کھجور کی ایک قسم "دجلۃ النور" بڑی مقبول ہے۔ ایک ریسرچ کے مطابق پکی ہوئی کھجوروں میں مٹھاس کی مقدار 48 فیصد پائی گئی جس میں 24 فیصد اور اسی قدر گلوکوز تھا۔ جبکہ عام شکر کی مقدار ایک فیصد کم تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انسان کو تندرست رکھنے کے لیے مطلوب عناصر خاطر خواہ مقدار میں موجود ہیں۔ ایک مسلمان مریض کو ایک غیر مسلم ڈاکٹر کے پاس لایا گیا، اس نے کہا:

آپ کو بہت کمزوری ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ رمضان کا مہینہ ہے اور بازار میں جگہ جگہ کھجوریں دستیاب ہیں، آپ زیادہ سے زیادہ کھجوریں کھائیں اور ہم تو آپ کے رمضان کا انتظار کرتے ہیں کہ رمضان کی وجہ سے شہر میں مختلف قسم کی کھجوریں آئیں گی اور ہم کھائیں گے۔

ایک غیر مسلم اسلام اور رمضان کی قدر و قیمت جان گیا ہے مگر اپنے آپ کو مسلمان و مومن کہلانے والے اس سے ناواقف اور ناقدرے ہی رہے کتنے ہی افسوس کی بات ہے۔

آمنہ مریحہ بنت یوسف۔ چک اگو قلعہ دیدار سنگھ

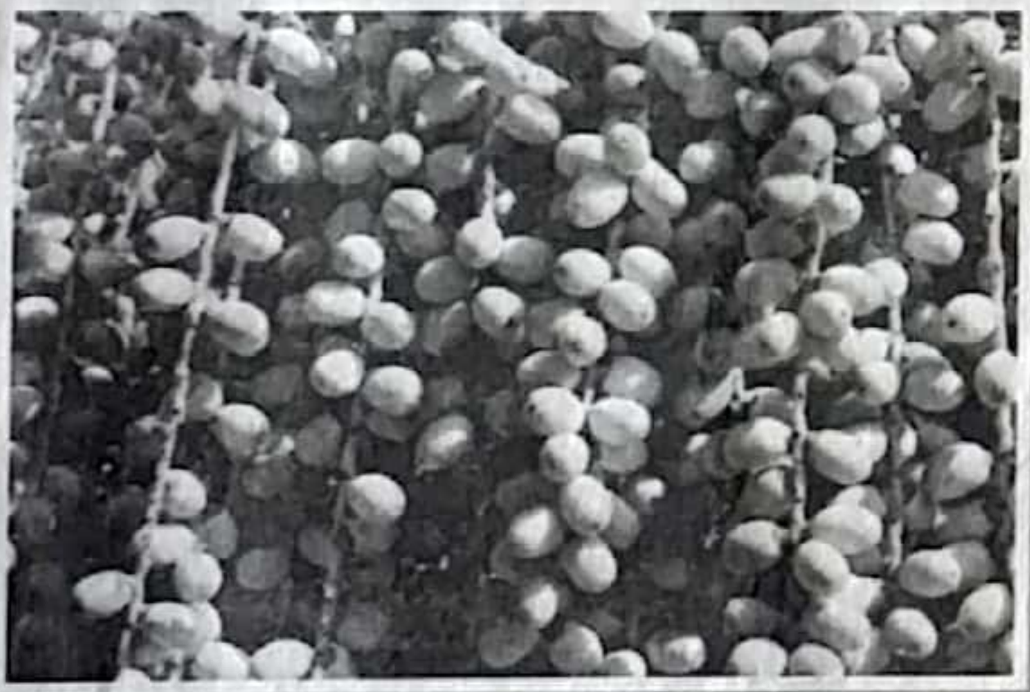

یوم دفاع پاکستان

محمد الیاس حامد

پیارے بچو! ہر سال 6 ستمبر کا دن پوری پاکستانی قوم ''یوم دفاع پاکستان'' کے طور پر مناتی ہے اور اس عزم کا اظہار کرتی ہے کہ وہ اپنے پیارے وطن کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ یہ دن 1965ء کے پاکستان اور بھارت کے مابین ہونے والے اس معرکے کی یاد دلاتا ہے جب اسی دن پاکستان کے دشمن اور ہمسایہ ملک بھارت نے بغیر کسی الٹی میٹم یا اطلاع کے رات کے اندھیرے میں پاکستانی قوم اور اس کی افواج کو غافل سمجھتے ہوئے اس کی سرحدوں پر حملہ کر دیا۔ پاکستان کی بیدار اور چوکس افواج نے اس کے اس بزدلانہ حملے کا بروقت اور پوری قوت کے ساتھ جواب دیا۔ پاکستان کو تر نوالہ اور آسان شکار سمجھنے والے طاقتور دشمن کو منہ کی کھانی پڑی۔

تاریخ شاہد ہے کہ 1965ء کے اس اہم معرکہ نے تاریخ اسلام میں ہونے والے بدر و حنین کے جنگی معرکوں کی یاد تازہ کر دی۔ اپنی فوجی طاقت کے نشے میں چور بھارت کے لیے پاکستانی افواج اور عوام کی جانب سے اس بے مثال جوش و جذبہ اور اتحاد کا مظاہرہ غیر متوقع تھا۔ آزمائش کی اس گھڑی نے ہمیشہ کی طرح کلمہ گو مسلمانوں کے تمام آپس کے اختلافات مٹا کر انہیں یک جان کر دیا تھا اور قوم کا ہر فرد اپنے وطن کا محافظ اور ایک جاں نثار مجاہد بن چکا تھا۔ ساری قوم اپنی فوج کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اپنے سے کئی گنا بڑے دشمن اور اس کی جدید ترین اسلحہ سے لیس افواج کے مقابلے میں سینہ سپر ہو گئی تھی۔

سترہ دن تک جاری رہنے والی اس جنگ کے دوران پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج نے اپنی پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور مہارتوں کا لوہا ساری دنیا میں منوانے کے ساتھ ساتھ بہادری و جانبازی اور جذبہ شہادت کی ایسی قابل تقلید مثال دنیا کے سامنے پیش کی جس کے لیے وہ خراج تحسین کی مستحق ہے۔

پاکستانی افواج کا شمار بلاشبہ دنیا کی بہترین افواج میں ہوتا ہے اور وہ پاکستان کے مضبوط دفاع کی علامت بھی ہیں۔

1965ء کے معرکے نے پاکستان کی افواج کے وقار میں بے پناہ اضافہ کیا اور اس کے دشمنوں پر یہ باور کر دیا کہ وہ ہمہ وقت دفاع وطن کے لیے چاک و چوبند اور تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کے دشمن باقاعدہ حکمت عملی کے تحت اس کی افواج اور حساس اداروں کو بدنام کرنے اور ان کی ساکھ کو خراب کرنے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر رہے ہیں۔ بھارتی اور مغربی ذرائع ابلاغ پچھلے کئی سالوں سے اس نفرت انگیز مہم کو جاری رکھے ہوئے ہیں جس کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے پاکستان کو اندرونی طور پر کمزور کرنا۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر ان کی طاقت اور قوت کو ختم کرنا دشمنان اسلام کی بنیادی کوشش ہے۔

یہ سلسلہ قیام پاکستان سے جاری ہے۔ مخالفین کی تمام تر مخالفت و مکاری کے باوجود پاکستان بن گیا اور ترقی کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

31 دسمبر 1950ء کو راجہ پرتاب سنگھ نے کہا ''بھارت اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک پاکستان کو صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح نہ مٹا دیا جائے۔'' جن سنگھی لیڈر ٹھاکر پرشاد نے نومبر 1964ء میں زہر اگلا ''پاکستان کا وجود بھارت کے جسم پر سرطان (کینسر) کی مانند ہے۔''

اگست 1965ء میں کشمیر کے محاذ پر نقل و حمل میں تیزی آ گئی اور بھارت نے پاکستان کو نئے محاذ پر الجھانے کی کوشش کی۔ ''درہ حاجی پیر'' اور ''کارگل'' کی فوجی چوکیوں پر بھارت نے قبضہ کر لیا۔ دراصل بھارت پاکستان کو اس طرف الجھا کر چھمب کی طرف سے پاکستان کے علاقے پر حملہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہاں سے پاکستان کی سب سے بڑی ریلوے لائن اور سڑک صرف پندرہ میل دور تھی۔ اس طرح پاکستان کے جنوبی حصے کو شمالی حصے سے کٹ کر رہ جانا تھا۔ حملے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ بھارتی کمانڈوز نے حملے کے لیے 2 اور 3 ستمبر کی درمیانی رات کا انتخاب کیا لیکن یکم ستمبر کو ہی پاکستانی دستوں نے ہلہ بول کر بھارتی کمانڈوز کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا۔ بھارتی کمانڈوز کا چھوڑا ہوا گولہ بارود، ٹینک، توپیں، مشین گنیں 17 روزہ جنگ میں بہت کام آئیں۔ 5 اور 6 ستمبر کی رات بھارت کی فوج چوروں کی مانند واہگہ کی سرحد پر ٹوٹ پڑی۔ جنرل چوہدری کو منزل سامنے نظر آ رہی تھی۔ لال بہادر شاستری نے کہا کہ آج شام تک آپ ایک بڑی خبر سنیں گے۔

بھارتی وزیر دفاع چاون نے کہا ''دوپہر تک لاہور پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا' شام تک ہماری فوجیں وزیر آباد پہنچ جائیں گی اور میں آل انڈیا لاہور سے پوری قوم کو خطاب کروں گا۔''

بھارتی فوجیوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ دوپہر کا کھانا شالامار باغ میں کھایا جائے گا اور جمخانہ کلب میں انہیں جام فتح

پیش کیا جائے گا۔ بھارت نے لاہور پر چار جگہوں سے حملہ کیا۔
①راوی سائفن۔ ②واہگہ بارڈر۔ ③برکی روڈ۔ ④بیدیاں۔ بھارتی فوج کا پروگرام تھا کہ سب سے پہلے لاہور شاہدرہ کے درمیان راوی کے پل پر قبضہ کیا جائے۔ اس کے بعد ایک ڈویژن گوجرانوالہ روانہ ہو جائے۔ دوسرا شیخوپورہ روڈ پر آگے بڑھے۔ دوسری طرف سے کھیم کرن پر حملہ کرنے والا ڈویژن قصور سے ہوتا ہوا لاہور والے ڈویژن سے آن ملے۔ یہاں سے ایک ڈویژن ملتان روڈ پر واقع ٹھوکر نیاز بیگ سے ہوتا ہوا ساہیوال روانہ ہو جائے۔ مگر دشمن نے یہ سوچا ہی نہیں تھا کہ اس نے زمین کے غضب اور آسماں کے قہر کو آواز دی ہے۔

دنیا نے دیکھا کہ آنچل پرچم ہو گئے۔ پھول انگارے بن گئے۔ ہوا پھندا بن گئی۔ بی آر بی نہر سمندر بن گئی۔ ہمارے بہادر ایسا لڑے کہ دشمن کے لیے موت بن گئے۔ ہمارے جوان اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہوئے کفن لپیٹے دشمن کے سامنے آہنی دیوار بن گئے۔ وطن کے محافظ بھوکے پیاسے لڑتے رہے' کٹتے رہے اور شیروں کی طرح للکارتے رہے۔ رن کانپ رہا تھا' دشمن لاشیں چھوڑ کر بھاگ رہا تھا۔ حوصلہ چھوڑ کر بھاگ رہا تھا اور پاکستانی توپ خانے نے بھارتی سورماؤں کا بھرکس نکال دیا۔ آخر کار بھارتی کمانڈر انچیف جنرل چوہدری یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ ہمارے بڑھتے ہوئے قدم بی آر بی نے روک لیے ہیں۔ اسی نہر کے کنارے میجر عزیز بھٹی شہید نے بہادری کی نئی داستان رقم کی اور شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کر کے نشان حیدر حاصل کیا۔ سارا عالمی میڈیا بھارتی فوج کے حق میں خبریں نشر کر رہا تھا۔

اخبار بمبئی کے نامہ نگار نے لکھا تھا "میں اس وقت لاہور کے ایک سبزہ زار پر بیٹھا ہوا ہوں اور لاہور ریلوے سٹیشن پر ترنگا لہرا رہا ہے۔ انارکلی میں بھارتی سپاہی شاپنگ کر رہے ہیں۔"

بی بی سی سے خبر نشر ہوئی کہ لاہور پر بھارت کا قبضہ ہو چکا ہے۔

راجستھان محاذ پر بھارت کو بھاگنا پڑا۔ چونڈہ میں ٹینکوں کی عظیم جنگ ہوئی۔ بھارتی خاص بٹالین "فخر ہند" اور بکتر بند لشکر "کالا ہاتھی" خاص طور پر لائے گئے تھے مگر ہماری انفنٹری (پیدل فوج) کے جوان کفن بردوش دشمن کے لیے پیام اجل بن گئے۔ جلد ہی میڈیا کے بیانات بدلنے شروع ہو گئے۔

9 ستمبر کو نیویارک ٹائمنر نے لکھا کہ "بھارتی فوج کسی جگہ پاکستانی فوج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہی۔"

10 ستمبر کو واشنگٹن پوسٹ نے خبر شائع کی "پاکستانی فوج نے چند ہی روز میں بھارت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔"

ٹاپ آف نیوز نے لکھا کہ "بھارتی ایئر فورس کے مقابلے میں پاکستانی ایئر فورس کا نقصان نہ ہونے کے برابر ہے۔"

16 ستمبر کو ٹائمنر آف انڈیا نے سرخی لگائی "جس غیض وغضب سے دشمن لڑ رہا ہے' اس کے سامنے انڈین آرمی کا پاکستان میں داخل ہونا آسان نہیں۔ یہ عظیم سپاہیوں کی منظم اور بہادر فوج ہے۔"

بری فوج کے ساتھ ساتھ پاکستان ایئر فورس بھی پیچھے نہ رہی۔ ہمارے شاہین ہواباز محمود عالم (ایم ایم عالم) نے 30 سیکنڈ میں بھارت کے 5 طیارے تباہ کر کے عالمی ریکارڈ قائم کیا۔ بھارت کے پاس نیٹ' ویمپائر' کینبرا جیسے اعلیٰ طیارے تھے جبکہ پاکستان کے پاس ادنیٰ "سیبر" طیارے تھے جو کم تعداد میں تھے۔ اس کے باوجود پاکستانی شاہینوں نے نہ صرف بھارتیوں کو اپنی فضاؤں میں آڑے ہاتھوں لیا بلکہ ان کی حدود میں جام نگر کا ہوائی اڈہ تباہ کیا اور ایئر مارشل ارجن سنگھ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ بھارتی آسمان کی حفاظت سے معذور ہے۔

پاکستانی نیوی کو "دوارکا" پر حملے کا حکم ملا۔ "دوارکا" کراچی کے جنوب میں 210 میل کے فاصلے پر واقع کاٹھیاوار میں ایک بندرگاہ تھی جس کا پرانا نام سومنات تھا۔ یہاں پر دوربین اور راڈار جیسے سسٹم کے علاوہ بمبار طیاروں کے غول بھی تیار رہتے تھے اور بار بار کراچی پر حملہ کرتے تھے اور یہیں سے ہی بھارت کی پانچ گنا طاقتور بحری فوج کے حملے کا ہر وقت خطرہ رہتا تھا۔ بھارتی بحری طاقت میں "وکرانت" جیسا جہاز شامل تھا۔ جس پر 80 بمبار طیارے موجود رہتے تھے۔ وکرانت کو تباہ کر دیا گیا۔ ہماری بحریہ کو تقریباً سوا سو میل دشمن کے بحری علاقے سے گزرنا پڑا۔ اس کے علاوہ "غازی" آبدوز نے بھی کارنامے سرانجام دیے اور مثال بن گئی۔ ایک فریگیٹ جنگی جہاز ڈبو دیا گیا۔ بحریہ کی توپوں نے تین بھارتی طیارے گرائے۔ اس جنگ کے دوران پاکستانی فوج نے ہر محاذ پر بھارتی فوج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ صرف بی آر بی سیکٹر میں بھارت کے 400 فوجی آفیسر اور 10 ہزار جوان ہلاک و زخمی ہوئے۔ بھارت کے 112 طیارے اور پاکستان کے صرف 14 لڑاکا اور 2 بمبار طیارے تباہ ہوئے۔ فوج کے ساتھ ساتھ عوام نے بھی شجاعت کی انمول مثالیں قائم کیں۔

آخری صحابی رسول ﷺ

علقمہ بن خالد بن حارث بن ابی اسید بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم بن افصیٰ ان کے دو نام علقمہ اور عبداللہ ہیں۔

ابو معاویہ کنیت ہے اور ابن ابی اوفی کے نام سے زیادہ مشہور ہیں۔ انہوں نے صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیا۔ حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ہمرکاب تھے۔ بیعت رضوان میں شرف جانثاری حاصل کیا۔ حدیبیہ کے بعد غزوہ خیبر ہوا۔ سب سے پہلے میدان جنگ میں اترے۔ پھر حنین میں دادِ شجاعت دی۔ ہاتھوں میں کاری زخم لگا جس کا نشان برسوں بعد تک رہا۔ اسلام کی مدافعت میں سات جنگوں میں شرکت کی۔

عہد نبویؐ میں تو مدینہ ہی میں آباد رہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے بعد جب کوفہ آباد ہوا تو وہیں چلے گئے اور قبیلہ اسلم کے محلّے میں گھر بنا لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں جب خارجیوں نے سر اٹھایا تو اس کی سرکوبی میں یہ پیش پیش رہے۔ چونکہ قبول اسلام کے بعد اکثر اوقات یہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ منورہ میں ہی رہے۔ اس لیے ان سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔ بعض کے نزدیک ان کی مرویات کی تعداد (995) ہے' جن میں سے 10 متفق علیہ اور (5) میں امام بخاری رحمہ اللہ اور ایک میں امام مسلم رحمہ اللہ منفرد ہیں۔

ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کسی موقع پر رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو پس پشت نہیں ڈالتے تھے۔ ان کی بیٹی فوت ہو گئی جس پر لوگوں (عورتوں) نے رونا پیٹنا شروع کر دیا تو ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سخت ناراض ہوئے اور ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ہاں! آنسو بہا سکتی ہو۔ اس کے بعد مسنون نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابن اوفی رضی اللہ عنہ دور بنی امیہ تک زندہ رہے۔ آخری عمر میں نابینے ہو گئے تھے۔

86 یا 88ھ میں کوفہ میں وفات پائی اور یہ وفات پانے والے آخری صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔

(بحوالہ: بخاری' مسند احمد 353/4-354/4)

محمد اشفاق نذیر۔ گوجرانوالہ

تاریخ اسلام کا روشن ستارہ

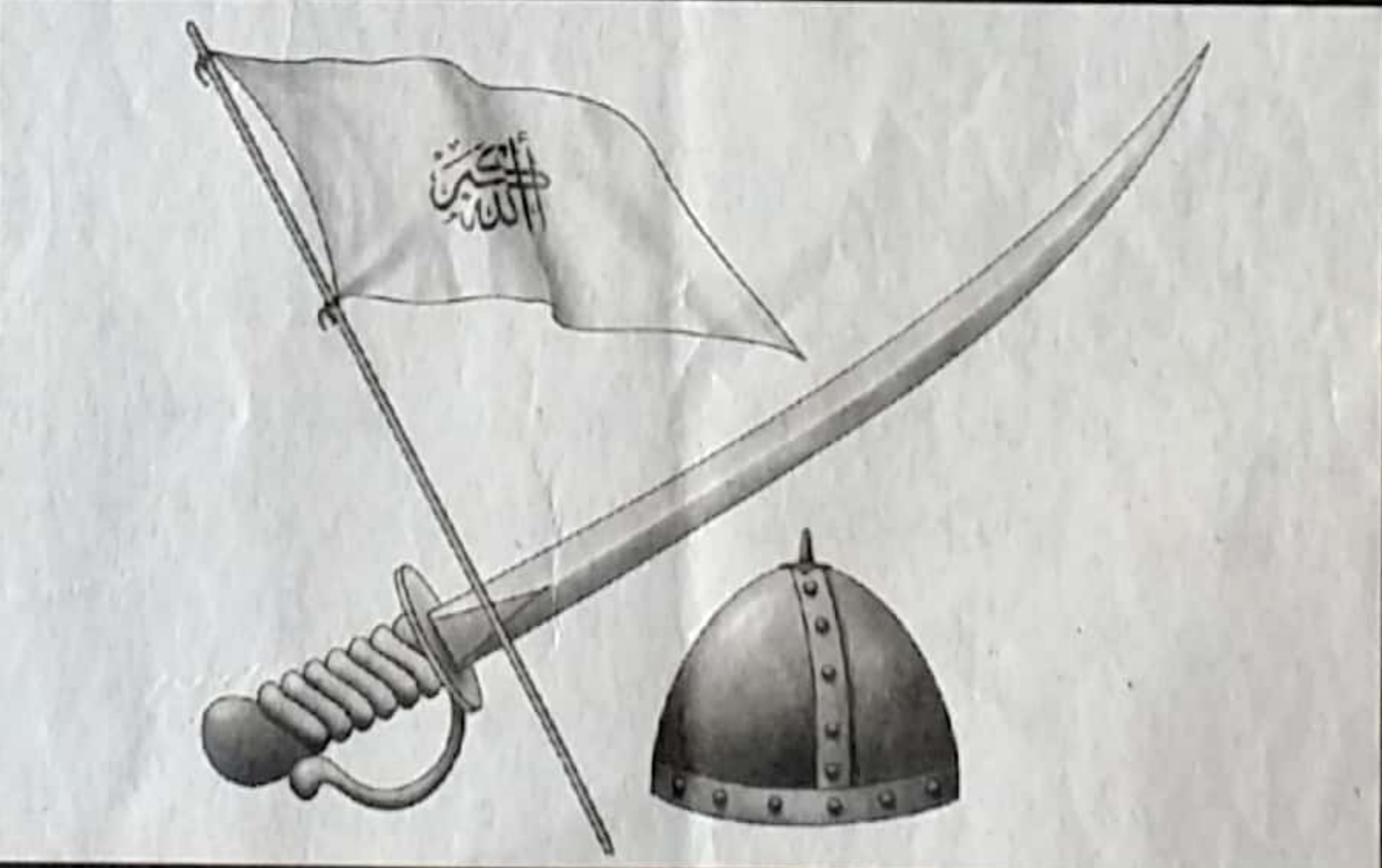

اخت عبدالواسع، گوجرانوالہ

یہ ۶۵۸ھ کی ایک گرم دوپہر تھی. قاہرہ کے سبھی مکین دھوپ سے خائف اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے تھے ہر طرف سناٹے کا راج تھی اچانک انتہائی بھاری بھرکم بوٹوں کی آواز آتی ہے. حفاظت پر متعین سپاہی فوراً اس آواز کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کے سامنے سفارتی لباس پہنے دو شخص کھڑے تھے. لمبے لمبے بال، میلے کپڑے چہروں پر ظلم و بربریت کا عکس انداز انتہائی وحشیانہ اور چلنے کا انداز بھی متکبرانہ تھا. یہ لوگ اپنے حلیے سے ہی پہچانے جارہے تھے کہ یہ تاتاری ہیں. تاتاری دنیا کے بیشتر حصے کو اپنے وحشی پن کا نشانہ بنا چکے تھے. مسلمانوں کے ملکوں سے صرف ایک مصر ہی ان کے ظلم سے بچا تھا۔

تاتاری سفیر حن کی آمد کی خبر نے قاہرہ میں ہل چل مچادی تھی. اس وقت مصر کے بادشاہ کے دربار میں کھڑے تھے. ان کا انداز ایسا تھا کہ جیسے مصر ان کی جاگیر اور بادشاہ ان کا غلام ہے انہوں نے درباری آداب کی برابر بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے نہایت گستاخانہ انداز میں اپنے آقا ہلاکو خان کا خط بادشاہ کے سامنے پھینک دیا. بادشاہ نے ان کے اس رویے کو تحمل سے برداشت کرتے ہوئے ہلاکو خان کا خط پڑھوا کر سنا، خط میں لکھا تھا:

''یہ اس کا فرمان ہے جو ساری دنیا کا آقا ہے۔ اپنی شہری پناہیں ختم کر دو اور اطاعت قبول کر لو. اگر ایسا کرو گے تو تمہیں امن و چین سے زندہ رہنے دیا جائے گا، ورنہ تمہارے ساتھ جو ہوگا اسے بلند و بالا آسمان کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکے گا''۔

بادشاہ نے نہایت نرم لہجے سے ایلچیوں سے کہا: ''ہلاکو کا ہم نے کچھ نہیں بگاڑا اس لئے اسے ہم پر حملہ کرنے سے باز رہنا چاہئے''۔

بادشاہ کے جواب سے تاتاریوں کے بگڑے چہرے مزید بگڑ گئے اور وہ نہایت بدتہذیبی سے بولے:

''ہم نہایت خودسر اور ضدی حکمران ہو تم ہم سے واقف نہیں، ورنہ انکار نہ کرتے''۔

ایلچیوں کا لہجہ بادشاہ کی برداشت سے باہر تھا۔ تم ایلچی ہو اور ایلچی رہو اور ہمیں سبق نہ پڑھاؤ۔ ایلچیوں کے گستاخانہ رویہ سے امرائے مصر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔

''خاموش''، پہلی صف میں بیٹھے ایک نوجوان امیر کی آواز سے دربار لرز اٹھا. اس کی تلوار میان سے باہر آ چکی تھی۔ ''اگر مجھے بادشاہ کا لحاظ نہ ہوتا تو اللہ کی قسم! تمہاری گردنیں تمہارے دھڑ سے علیحدہ کر چکا ہوتا۔ نوجوان کی آواز جوش غضب سے لرز رہی تھی.

بادشاہ مکرم! ان کا رویہ سفارتی آداب کے منافی ہے شاید ہلاکو نے اپنے سپاہیوں کو انسانوں کے قتل کے سوا کچھ نہیں سکھایا۔ ورنہ یہ اس طرح یہاں بول نہ رہے ہوتے۔ مجھے اجازت دیں کہ ان کے سر کاٹ کر لاشیں قاہرہ کے چوراہوں پر لٹکا دوں تا کہ آئندہ ہلاکو اپنے ایلچیوں کو مصر بھیجتے وقت سفارتی آداب ضرور سکھائے۔

یہ امیر جس کی تلوار بھرے دربار میں تاتاریوں کے خلاف میان سے باہر آ گئی تھی۔ پیارے بچو! یہ بہادر، نڈر امیر کون تھا.....چلیں آگے چلتے اور آپ کو بتاتے ہیں۔

ساتویں صلیبی جنگ کا اعلان کر کے فرانس کے بادشاہ کے مصر کے سرحدی شہر ''دمیاط'' کا محاصرہ کر لیا۔ اس موقع پر یہ نوجوان ہاتھ میں نیزہ تھام کر اپنے عرب گھوڑے کو دوڑاتا ہوا آگے بڑھا اور آن کی آن میں عیسائی فوج کی صفیں درہم برہم کر دیں۔ عیسائی سپاہی اس نوجوان کو پکڑنے اور قتل کرنے کے ارادے سے نکلے لیکن اس کی شہسواری اور نیزہ بازی کے آگے ان کی ایک نہ چلی اور وہ بانکا سپاہی عیسائی لشکر کی صفیں توڑتا ہوا قلب لشکر میں پہنچتا ہوا قلعہ میں داخل ہو گیا۔ فرانس کے بادشاہ نے جس کا نام ''لوئی'' تھا اس نے جب محسوس کیا کہ کھلے میدان میں مسلمانوں کا پلڑہ بھاری ہے تو اس نے پسپا ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ کامیاب پسپائی کے لئے اس نے اپنی فوج کے تجربہ کار دستوں کو آگے بڑھایا تا کہ مسلمانوں کو جنگ جاری رکھنے کا دھوکہ دے سکے لیکن اس کی یہ چال ''نوجوان'' کی نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ نوجوان نے سالار لشکر سے اجازت لے کر اپنے دستوں کے ساتھ ایک لمبا چکر کاٹا اور عیسائی افواج کے عقب میں پہنچ گیا۔ عقب میں پہنچ کر ''نوجوان'' نے اپنے سپاہیوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ بھاگتے ہوئے عیسائی سپاہیوں کو قتل عام کرنے لگا جب کہ ''نوجوان'' دوسرے حصے کے ساتھ عیسائی لشکر کے قلب کی طرف بڑھا جہاں لوئی فوجوں کی کمان کر رہا تھا. فرانس کے نائٹ اپنے بادشاہ کو بچانے کے لئے جان توڑ کر لڑے لیکن ''نوجوان'' کے زوردار حملوں نے چند ہی لمحوں میں ان کو تتر بتر کر دیا اور بادشاہ لوئی عین میدان جنگ میں ''نوجوان'' کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا. اس طرح ساتویں صلیبی جنگ عیسائیوں کی ذلت آمیز شکست پر ختم ہوگئی۔ اس جنگ میں صلیبی مقتولوں، زخمیوں اور قیدیوں کی تعداد 50,000 کے لگ بھگ تھی۔ ڈیڑھ ماہ کی قید کے بعد جب بادشاہ لوئی ایک بہت زیادہ فدیے اور جنگی قیدیوں کی رہائی کے عوض وطن واپس روانہ ہوا تو اس ''نوجوان کو'' عروج پر پہنچا دیا۔ اس کی شجاعت کے قصے عام ہونے لگے اور لوگ دل سے اس کی عزت کرنے لگے جس کی شجاعت اور دلاوری نے جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹ دیا تھا......بچو! آپ حیران ہو رہے ہوں گے یہ کون نوجوان ہے......؟؟ بھئی تھوڑا سوچیں یہ کون بہادر ہوسکتا ہے۔

ہلاکو خان کی قتل و غارت کی خبریں مصر پہنچ رہی تھیں۔ تاتاریوں کے ظلم سے بچ کر آنے والے تاتاریوں کی وحشت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے تھے گویا کہ وہ کوئی مافوق الفطرت چیز ہو۔ مصری مسلمان بھی خوف و ہراس اور مایوسی کی اس فضا کی لپیٹ میں آ رہے تھے جو قوموں کی زندگی کے لئے زہر سے زیادہ مہلک ثابت ہوتی ہے. خوف اور مایوسی کی یہ فضا دیکھتے ہوئے ''نوجوان'' نے مشورہ دیا کہ تاتاریوں کی لاشیں مصر کے چوراہوں میں لٹکائی جائیں' تا کہ مسلمانوں کے دلوں سے

اور فہد تو سربوں پر اپنی دور مار بڑی گن کے ساتھ کہ جس کے ساتھ گولہ بھی پھینکا جاتا ہے' فائر کرتا ہوا آگے تک چلا گیا۔ اتنا آگے کہ سربوں کی کھودی ہوئی خندق کے سامنے پہنچ گیا جو کہ اس سے صرف دس میٹر کے فاصلے پر تھی۔ اب وہ سربوں کے سر پر پہنچ کر ضرب لگانے ہی والا تھا کہ گولیاں آئیں اور فہد کے سینے کو چھلنی کر گئیں...... فہد شہید ہو کر گر پڑا۔ فہد کے منہ سے ایک روشنی نکلی۔ مصطفیٰ کو یقین ہو گیا کہ فہد شہید ہو گیا ہے۔ مصطفیٰ آنسو بہاتا ہوا مجاہدین کی طرف واپس بھاگا اور مجاہدین کے امیر سے کہنے لگا کہ فہد کی لاش کو فوراً اٹھانا چاہیے' ورنہ سرب لے جائیں گے۔ امیر نے دو مجاہدوں کو روانہ کیا لیکن ایک تو وہاں سربوں کا فائر بڑا شدید تھا' دوسرا یہ کہ سرب لاش بھی لے جا چکے تھے۔

اس معرکے کو دو ماہ سے زیادہ عرصہ بیت گیا۔ فہد کی لاش سربوں ہی کے پاس تھی۔ پھر ریڈ کراس (سرخ صلیب) نے بوسنیا کی فوج سے رابطہ کیا تا کہ لاشوں کا تبادلہ کیا جا سکے۔ دونوں طرف سے سربوں اور بوسنوی مسلمانوں کی لاشوں کے تبادلے کی فہرست مرتب ہوئی۔ بوسنوی مسلمانوں کی لاشوں میں عربی مجاہد کا نام بھی دیا گیا...... اب عرب مجاہد کی لاش کو پہچاننے کے لیے مجاہدین کے امیر کے ساتھ چند اور مجاہد بھی تھے۔ مجاہدین کے امیر کہتے ہیں کہ ہم لاشوں والی جگہ پر گئے تو وہاں بے شمار لاشیں تھیں۔ ایک طرف سربوں کی لاشیں تھیں اور بوسنوی مسلمانوں کی بھی تھیں۔ سربوں کی لاشیں جو نئی تھیں یعنی ان کو قتل ہوئے دو دن ہی ہوئے تھے' ان کا بھی حال یہ تھا کہ انتہائی مکروہ قسم کی بدبو اٹھ رہی تھی اور شدت کے ساتھ پھیل رہی تھی۔ اب میں ان لاشوں کے درمیان اپنے آپ پر بڑا ضبط اور جبر کر کے آگے بڑھتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ ایک لاش کو دیکھا اس پر لکھا ہوا تھا ''عرب'' میں نے اور میرے ساتھیوں نے اس لاش کو جو چٹیل جگہ پر پھینکی ہوئی تھی' اٹھا کر لے آئے۔

یہ لاش نیلون کے ایک تھیلے میں بندھی تھی اور اوپر سے رسیوں کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ سرب فوج کی طرف سے ہمیں بتلایا گیا کہ اس علاقے میں بوسنوی لوگوں کی لاشوں کے ساتھ ہی ایک عرب کی لاش ہے جس پر ہم نے عرب لکھا ہوا ہے۔ یہ لاش سردخانے میں بھی نہ رکھی گئی تھی بلکہ ایک میدان میں پھینکی ہوئی تھی۔ ہم اس کو اٹھا کر لے آئے۔ جیسی بندھی ہوئی تھی' ویسی ہی لے آئے۔

اب قبر کھودی گئی اور دفن کا وقت آ گیا۔ ہم نے اسے بالکل نہیں کھولا جب قبر کے قریب کیا تو سر کی جانب جو رسی تھی میں نے اسے کھول کر چہرہ دیکھنے کا ارادہ کیا لیکن ذہن میں خیالات آنے لگے' مجاہد ساتھیوں نے بھی سوچنا شروع کر دیا کہ کھولیں گے تو نہ جانے کیا منظر ہو گا...... اڑھائی ماہ کے بعد کیا کیڑوں نے لاش کو کھایا ہو گا' جسم کی حالت بدل گئی ہو گی' کیا کھال پھٹ گئی ہو گی' کھولیں گے تو بو آئے گی...... کس قدر آئے گی......؟

یہ اور اس طرح کے کتنے خیالات دماغ میں تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگے کہ بالآخر خیالات کے اس گھمسن گھیرے میں...... میں نے رسی کو کھولنا شروع کر دیا۔ میرا ہاتھ کانپنے لگا' جسم بھی کانپنے لگ گیا...... کانپتے اور لرزتے ہوئے جب میں نے فہد کا چہرہ ننگا کیا تو وہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ (سبحان اللہ) چہرے پر باوقار داڑھی بہت حسین لگ رہی تھی...... جسم میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی اور جسم سے مہندی جیسی مہک اٹھ رہی تھی...... میں جو کہہ رہا ہوں اس پر اللہ بھی گواہ ہے اور وہ مجاہدین جو اس موقع پر موجود تھے وہ بھی گواہ ہیں کہ منظر یہی تھا...... اڑھائی ماہ کے بعد کچھ بھی نہ بدلا تھا۔ حتیٰ کہ اس کے جسم کی مہک بھی۔

(بحوالہ: بوسنیا کے عرب شہداء۔ از مولانا امیر حمزہ)

ثناء عبدالغفار، وقاص سیف الاسلام۔ لاہور

لکڑی تلوار بن گئی

جنگ بدر میں بہادری اور دلیری کے جوہر دکھاتے اور دشمنوں کو کاٹتے ہوئے صحابی رسول ﷺ حضرت عکاشہ بن محصن ؓ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے انہیں لکڑی کا ایک چھٹا تھما دیا اور فرمایا: عکاشہ! ''اسی سے لڑائی کرو''

عکاشہ ؓ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر ہلایا تو وہ ایک لمبی مضبوط اور چم چم کرتی ہوئی سفید تلوار میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انہوں نے اسی سے لڑائی کی یہاں تک کہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اس تلوار کا نام عون یعنی مدد رکھا گیا تھا۔ یہ تلوار مستقل طور پر حضرت عکاشہ ؓ کے پاس رہی اور وہ اسی کو لڑائیوں میں استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دور عہد صدیقی میں مرتدین کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو اس وقت بھی یہ تلوار ان کے پاس تھی۔

اس معرکہ کے علاوہ احد' خندق اور تمام دوسری مشہور جنگوں میں جوش و پامردی کے ساتھ نبرد آزما تھے۔ ماہ ربیع الاول 7 ہجری میں چالیس آدمیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بنو اسد کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مدینہ کی راہ میں چشمہ عمیر پر خیمہ فگن تھے۔

حضرت عکاشہ ؓ نہایت تیزی کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے موقع پر جا پہنچے لیکن وہ خائف ہو کر پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ اس لیے کوئی جنگ پیش نہ آئی۔ دو سو اونٹ اور بھیڑ بکریاں کو مال غنیمت کے طور پر لے آئے۔

12 ہجری میں خلیفہ اول نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو طلیحہ کذاب کی بیخ کنی پر مامور فرمایا۔ جس نے آپ ﷺ کے بعد علم نبوت بلند کیا تھا۔

حضرت عکاشہ ؓ اور حضرت ثابت بن اقرم ؓ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اتفاقاً راہ میں غنیم کے سواروں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ جس میں خود طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ بن خویلد شامل تھے۔

طلیحہ نے حضرت عکاشہ ؓ پر حملہ کیا اور سلمہ حضرت ثابت بن اقرم ؓ پر جا پڑا۔ وہ شہید ہوئے تو طلیحہ نے پکار کر کہا:

''سلمہ جلدی میری مدد کو آؤ یہ مجھے قتل کر ڈالے گا۔''

وہ فارغ ہو چکا تھا اس لیے یکایک ٹوٹ پڑا اور دونوں نے اس شیر کو نرغہ میں لے کر شہید کر دیا۔ اسلامی فوج ظفر موج جب دونوں شہیداں ملت کے قریب پہنچی تو ایسے اپنے عظیم اور قیمتی ساتھیوں کی شہادت پر شدید رنج و غم میں مبتلا ہو گئے۔

حضرت عکاشہ ؓ کے جسم پر نہایت خوفناک زخم تھے اور تمام بدن چھلنی ہو گیا تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ امیر لشکر گھوڑے سے اتر پڑے اور تمام فوج کو روک کر اسی خون آلودہ لباس میں انہیں اس جگہ دفن کیا۔

(بحوالہ: اسد الغابۃ والاستیعاب)

محمد اشفاق نذیر۔ گوجرانوالہ

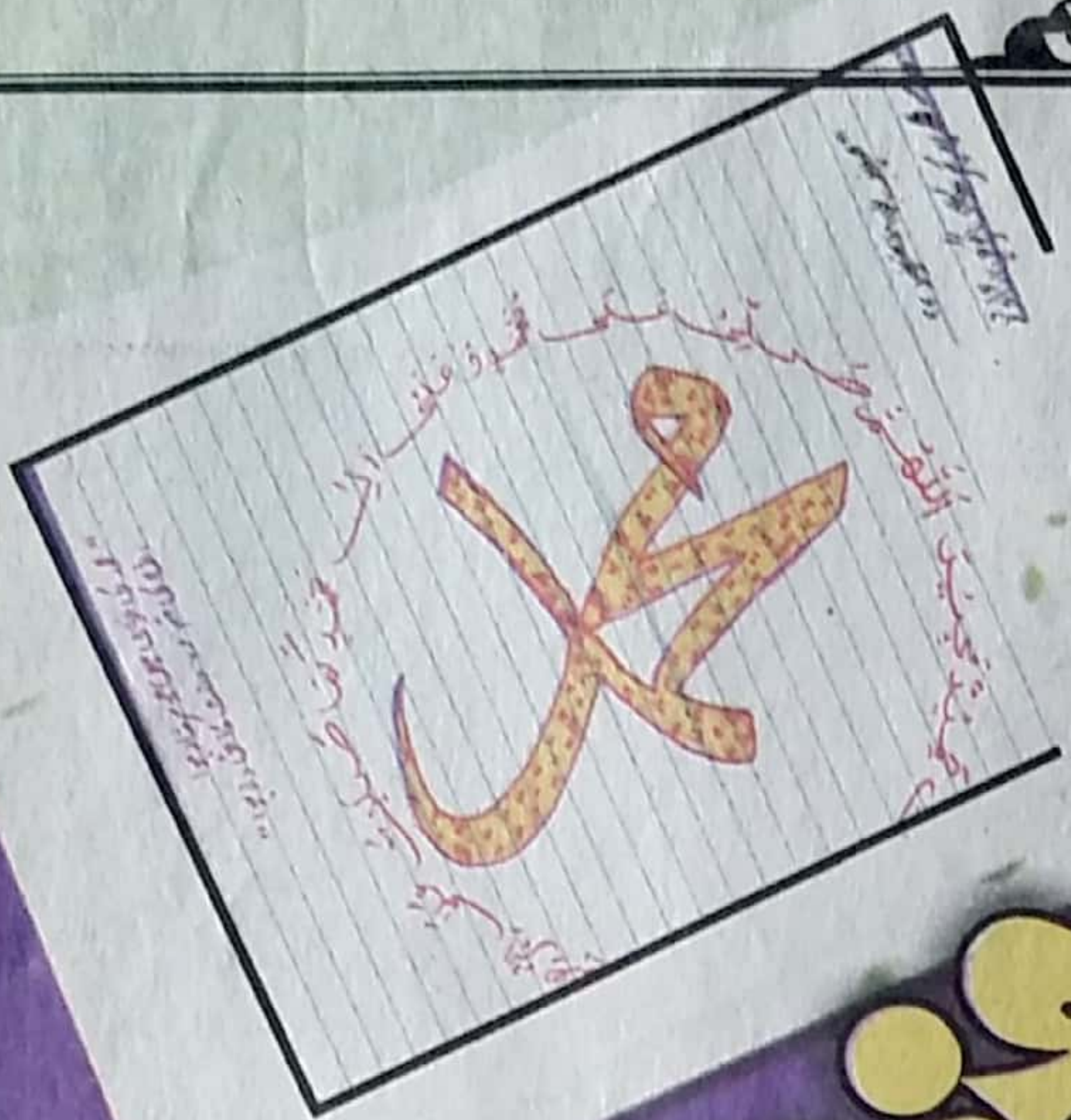

روضہ آرٹ گیلری

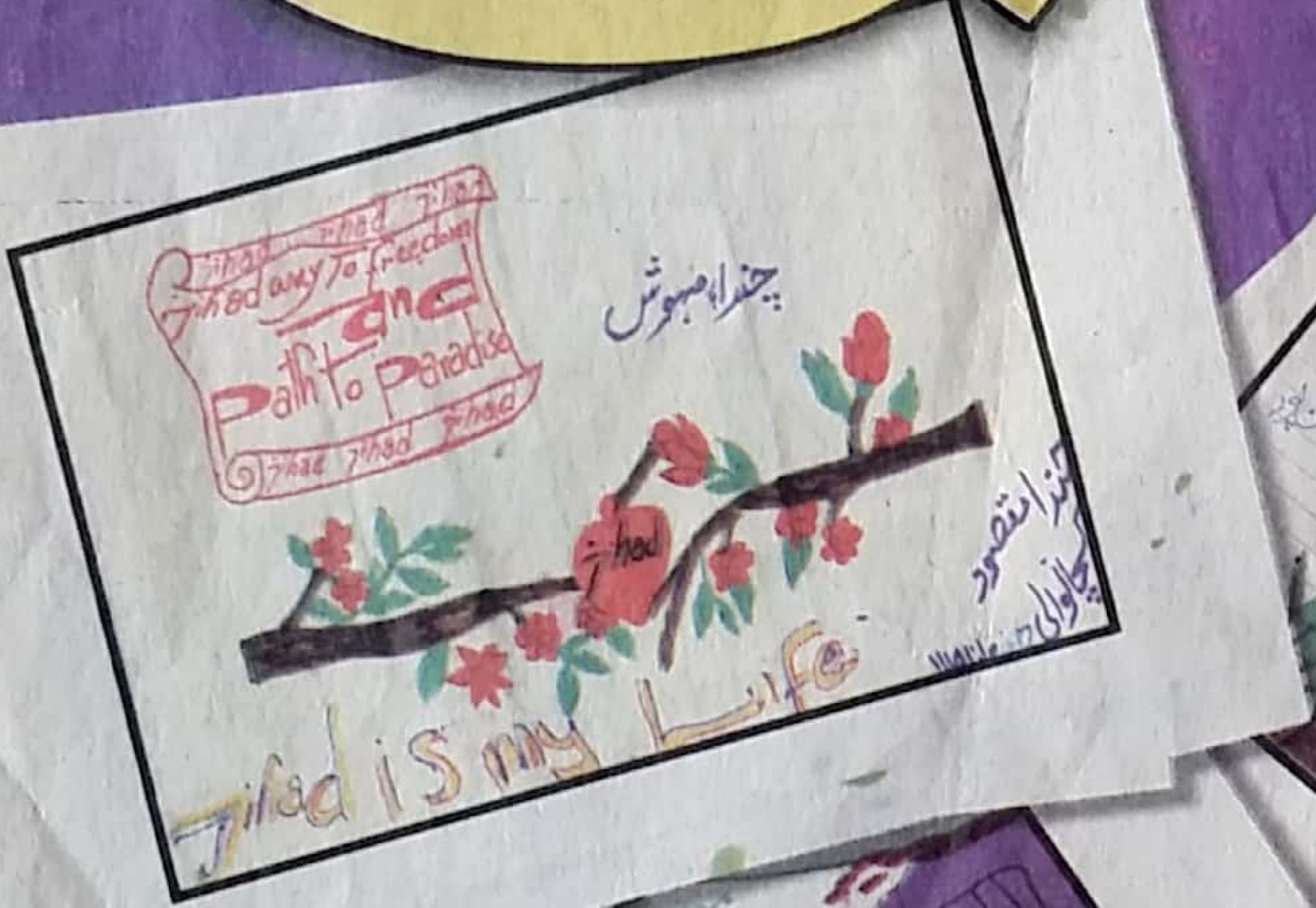

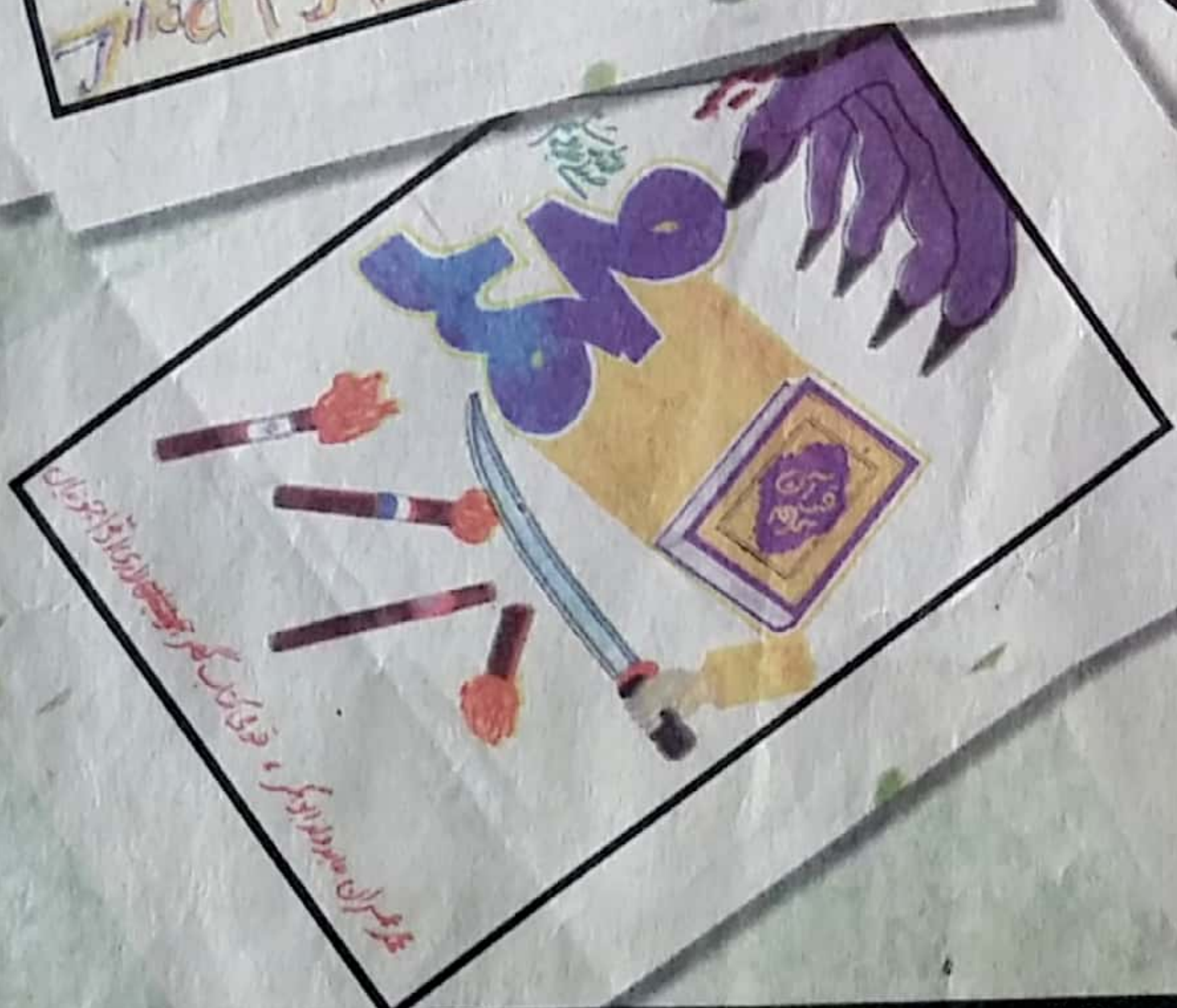

حضرت صالحؑ کے قصے سنائے۔ اب مجھے اسلام کی بہت سی باتیں معلوم ہیں۔ بھائی میں نے "قرآن" کے موضوع پر تقریر بھی کی تھی میں وہ بھی بھیج رہی ہوں (جی وہ مل گئی ماشاء اللہ بہت اچھی ہے)۔ بھائی مجھے کہانیاں پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن ابھی میں سارے لفظ نہیں پڑھ سکتی۔ میں ان شاء اللہ حفظ کروں گی میں تجوید کے ساتھ قرآن پڑھتی ہوں (اللہ آپ کو صدا خوش رکھے اور قرآن حفظ کرنے کی توفیق دے۔ آمین)۔

(منال انجم' کلاس نو دارارقم سکول)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سنائیں جی کیا حال ہیں آپ کے؟ یقیناً ٹھیک ہوں گے؟ (الحمد للہ! بالکل خیریت سے ہیں)

آپ نے کہا ہمت کرکے قلم تھام (جی نہیں! ہم نے کہا تھا "کر لے ہمت ___ تھام قلم" خیر ___) تو ہم نے سوچا موقع اچھا ہے۔ میں نے پہلے بھی روضہ کے صفحات میں حاضری دینے کی کوشش کی مگر دوبار کے علاوہ جناب ایڈیٹر صاحب نے اجازت نہ دی تو میں آرام سے بیٹھ گیا۔ (حالانکہ آپ کی عمر کام کرنے کی ہے آرام کی نہیں)

کافی دنوں سے سوچ رہا تھا کہ کچھ لکھوں کہ آپ کی ٹوکری اتنی ظالم بھی نہیں۔ آپ نے کہا کہ تمام سوچوں کو جھٹلا دو تو میں نے جھٹلا دیا اور لکھنے بیٹھ گیا۔ بڑی امید ہے کہ خطوط کی محفل میں ہمارا استقبال کیا جائے گا۔ پزل گیم کا سلسلہ بچوں کے ذہنوں کو کھولنے کا بہتر ذریعہ ہے۔

اب آپ سے اجازت چاہتا ہوں مگر ایک بات کہتا چلوں کہ "تذکرہ شہدا" اچھا سلسلہ ہے۔ گزارش ہے اس کو یونہی چلتا رکھیے گا۔ ان شاء اللہ

(محمد عثمان ریاض۔ قصور)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں اس روضہ کی نئی قاریہ ہوں (اھلا وسھلا مرحبا)۔ جب میں نے روضہ اور اس میں لکھے گئے تمام مضمون پڑھے تو یقین کریں (کر لیا) بہت مزہ آیا۔ سوچا کہ میں بھی اس میں کچھ لکھ دوں اور آخرکار میں نے لکھنے کے لیے قلم اٹھا لیا۔ آپ سے گزارش ہے کہ آپ مجھے ٹوکری کی زینت بنانے کی بجائے روضۃ الاطفال کی زینت بنائیں (انسان ٹوکری کی زینت نہیں بنتے بلکہ کاغذ بنتے ہیں' اس لیے آپ کو ٹوکری کی زینت نہیں بنائیں گے۔ پکا)۔ ہم اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں (ہم کون؟) اس لیے ہمارا بھی دل چاہا کہ حصہ لیں۔ اس دور میں جہاں صرف جھوٹے میگزین چھپتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے آپ کو جھوٹ سے پاک رسالہ چھاپنے کی توفیق عطا فرمائی (الحمد للہ)۔ میں امید کرتی ہوں کہ آپ میرے خط کو روضۃ الاطفال میں ضرور شائع کریں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور زیادہ نیکی کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(بسمہ رزاق)

کتنے خوش نصیب تھے یہ لوگ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس آیت کے مصداق بنے "وہ دوزخ سے بچا لیا جائے گا جو بہت تقویٰ والا ہے اور اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا ہے۔" (92:17,18)

عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں اس حدیث میں بشارت دی گئی کہ "میں نے جنت میں ایک قصر دیکھا اور پوچھا کہ یہ کس کا محل ہے' مجھ سے کہا گیا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کے لیے دعا کی گئی کہ "اے اللہ! عثمان کے نئے پرانے سب گناہ معاف فرما دے۔"

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرمایا: "یہ ایسے آدمی ہیں جو اللہ اور رسول ﷺ سے پیار کرتے ہیں اور اللہ اور رسول ﷺ ان سے محبت کرتے ہیں۔"

سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرمایا: "ان کے لیے رحمٰن کا عرش بھی جھوم اٹھا۔"

عبداللہ بن عمرو الانصاری رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے آمنے سامنے بغیر ترجمان کے گفتگو کی۔

حنظلہ رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں فرمایا: "رحمٰن کے ملائکہ نے ان کو غسل دیا۔"

جبکہ یہ کتنے بدنصیب تھے:

فرعون: اس کے بارے میں فرمایا: "فرعون اور اس کے ساتھی صبح وشام آگ پر پیش کیے جاتے ہیں۔" (46:40)

قارون: فرمایا گیا "ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔" (81:28)

الولید بن مغیرہ: جس کے متعلق کہا گیا میں اس کی جان سختی سے نکالوں گا۔ (17:74)

امیہ بن خلف: جس کے متعلق ارشاد ہوا "ہر بادی ہو ہر عیب جینی اور چغل خور کے لیے۔" (1:104)

ابولہب: جس کے بارے میں فرمایا گیا "ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ برباد ہو گیا۔" (1:111)

العاص بن وائل: جس کو عذاب کی وعید سنائی گئی "ہرگز نہیں جو کچھ وہ کہتا ہے ہم دیکھیں گے اور اسے زیادہ سے زیادہ عذاب دیں گے۔" (79:19)

(استفادہ: غم نہ کریں)

(اخت ابوطلحہ جرار۔ سیکھو نو کھر' گوجرانوالہ)

ہٹ جاؤ ہمارے رستے سے

ہٹ جاؤ ہمارے رستے سے' جاں ہاتھ پہ رکھ کر نکلے ہیں
نکلے ہیں جدھر ہم دیوانے' دیواروں میں در نکلے ہیں
سر کوئی نہیں جھکنے والا' طوفاں یہ نہیں رکنے والا
قرآں سے جو راہیں نکلی ہیں ہم ان راہوں پر نکلے ہیں
ہم پر کوئی آفت آئی ہے کوئی تو قیامت آئی ہے
کوئی تو لگی ہے چوٹ ہمیں' حجروں سے جو باہر نکلے ہیں
آنے والے ہر لمحے کی' اب پیاس بجھائی جائے گی
آنکھوں سے ٹپکی ہے شبنم' شبنم سے سمندر نکلے ہیں
بے خوف کبھی پھر ہو جانا' دروازے کھول کے سو جانا
چوروں کا خاتمہ کرنے کو' دربان پیمبر نکلے ہیں
دل نے اتنا تڑپایا ہے' میداں میں ہمیں لے آیا ہے
جینے کی تمنائیں لے کر' مرنے کو مظفر نکلے ہیں

(مظفر وارثی)

(انتخاب: حافظ محمد رمضان)

شعر

شعلہ شمع خدائی بھی کہیں بجھتا ہے
رہ گئے اپنا سا منہ لے کر بجھانے والے
نقش اسلام نہ اعدا کے مٹانے سے مٹا
مٹ گئے آپ ہی جتنے تھے مٹانے والے

(آصفہ جاوید۔ موڑ کچا کھوہ وہاڑی)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

72 ۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ ۱۱ جون 2010ء

رحمان کے مہمان

خوفناک آندھی

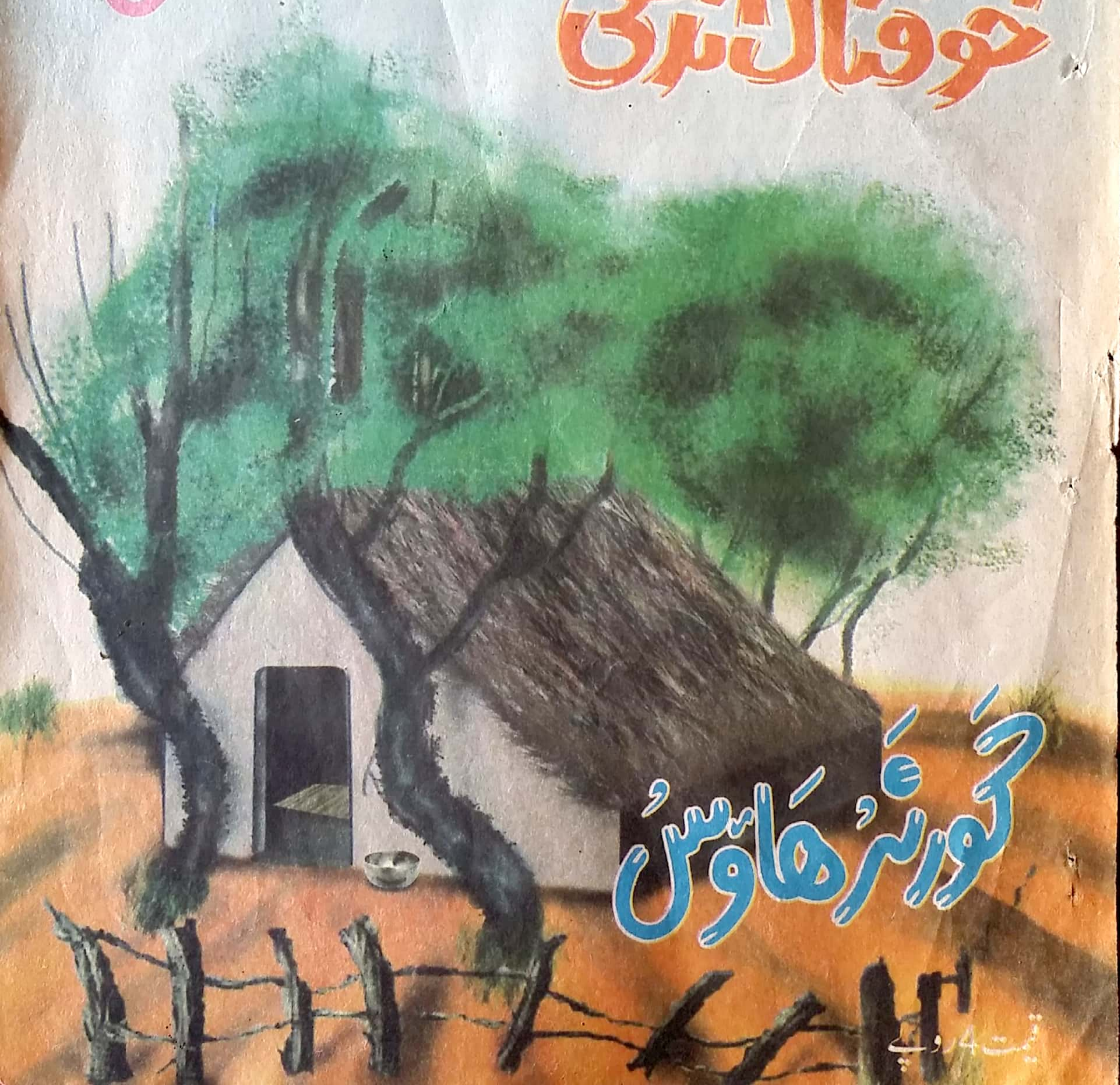

گورنر ہاؤس

قیمت 4 روپے

دعا ہر مصیبت کا علاج

حدیث نبوی ﷺ ہے، دعا مفید ہے اس مصیبت کے لئے جو اتر چکی اور جو ابھی نہیں اتری اور مصیبت نازل ہوتی ہے تو دعا اس سے ٹکراتی ہے اور قیامت تک دونوں کی ٹکر جاری رہتی ہے۔

دعا کے آداب

۱۔ دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کر دعا کرنی چاہیے۔ (ترمذی)

۲۔ دعا میں ہاتھوں کی ہتھیلی منہ کی طرف کرنی چاہیے۔ (ابوداؤد)

۳۔ دعا میں تکلف اور ترنم سے پرہیز کیا جائے۔ (بخاری)

۴۔ دعا پہلے اپنے لیے پھر اپنے والدین کے لئے اور بھائی، بہنوں اور عام مسلمانوں کے لئے کرنی چاہیے۔ (مسلم)

۵۔ دعا میں یوں نہ کہنا چاہیے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھ دے کیونکہ اللہ کو روکنے والا کوئی نہیں۔ (بخاری)

٦۔ گناہ کے کام اور رشتہ داری کاٹنے کے لئے دعا نہیں کرنی چاہیے۔ (مسلم)

۷۔ دعا کرنے والا دعا کے بعد آمین کہے۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ دعا کی قبولیت کے لئے حلال روزی موثر ذریعہ ہے۔ حرام خور بیت اللہ شریف میں بھی دعا کرے تو رد کر دی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

حافظ محمد سلیم دیپالپور

ضروری بات

امیر محترم پروفیسر حافظ محمد سعید حفظہ اللہ تعالیٰ ''روضۃ الاطفال'' کا تازہ شمارہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھے اور ہم ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے تھے۔ امیر محترم نے فرمایا ''میں نے اس رسالے کا حرف بحرف تنقید کے لیٹے پڑے ہے'' پھر انہوں نے جو کمی کوتاہیاں تھیں ان کی نشاندہی کی اور اس کے معیار کو بہتر کرنے کے لئے تجویزیں دیں۔ پیارے دوستو! ہم حافظ صاحب کے سامنے اپنی کوتاہی پر خاصے شرمندہ بھی تھے وہاں بہت خوش بھی کہ آپ کا پیارا میگزین امیر محترم بے پناہ مصروفیت کے باوجود پڑھتے ہیں اور اس کی بہتری کے لئے وقتاً فوقتاً نصیحت کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے جہاں اپنی کمی کوتاہی کا پتا چلتا ہے وہاں خوشی بھی ہوتی ہے اور کام کو اور زیادہ بہتر کرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے لیکن یہ کام ہمارے اکیلے کا نہیں، یہ پیارا میگزین ہم سب کا میگزین ہے اور اسے ہم سب نے مل کر بہتر سے بہتر کرنا ہے اور اسے زیادہ سے زیادہ بچوں تک پہچانے کی کوشش کرنی ہے۔ آپ کو یہ جان کر بھی خوشی ہوگی کہ امیر محترم کارکنان کی ہر میٹنگ میں باقاعدہ روضۃ الاطفال کو عام کرنے اور زیادہ سے زیادہ بچوں تک قرآن وسنت کی اس دعوت کو پھیلانے کے لئے مسئولین کو تلقین کرتے ہیں، انہیں ٹارگٹ دیتے ہیں اور پھر محاسبہ کرتے ہیں۔ پیارے دوستو! جہاں امیر محترم خود روضۃ الاطفال کے لئے اتنی دلچسپی اور محنت سے کام لے رہے ہیں تو کیوں نہ ہم بھی اپنی تمام تر کوششیں اپنے پیارے رسالے کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے پر صرف کریں؟ ہم نے پچھلے شمارہ میں آپ کو خوش خبری سنائی تھی کہ الحمدللہ روضۃ الاطفال کی تعداد آخری بیس شماروں میں 60 ہزار سے بھی بڑھ گئی ہے۔ ہم اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، مگر دوستو! اگر پاکستان میں بچوں کی تعداد کو دیکھا جائے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ساتھ دعوت کے اس کام کو بہت آگے لے کر جانا ہے اور یہ کام ہم سب نے مل کر کرنا ہے۔ دعوتی میدان میں ہماری جو بھی سرگرمیاں ہوں گی اس کے لیے ہم نے ''نیکی کے ہم لوگ سپاہی'' کا سلسلہ شروع کر دیا ہے، جس میں آپ کی دعوتی سرگرمیوں کی تمام رپورٹ شائع ہوں گی۔ آیئے میں اور آپ سب مل کر نیکی کے فروغ کے لئے دن رات ایک کر دیں، ایسے ہی جیسے ہمارے امیر محترم نے کر رکھا ہے۔ اللہ ہم سب سے اپنے دین کا زیادہ سے زیادہ کام لے، آمین۔

والسلام آپ کا بھائی **عبدالوارث ساجد**

فرمان الٰہی

کافروں کو دوست مت بناؤ

اے مومنو! اگر تم میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ تم چھپ کر ان سے دوستی کرنے کی کوشش کرتے ہو، حالانکہ وہ اس دین حق کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے وہ رسول کو اور تمہیں صرف اس لیے (وطن سے) نکالتے ہیں کہ تم اپنے مالک اللہ پر ایمان لائے ہو۔ اور مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ علی الاعلان کرتے ہو اور تم میں سے جو شخص یہ کام (کافروں سے دوستی) کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (سورۃ الممتحنہ: 1)

(عمر فاروق، رائے ونڈ)

ربنا

ہر تکلیف سے نجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی پاک ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! گزشتہ رات مجھے بچھو کے کاٹنے سے بہت تکلیف پہنچی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو شام کے وقت یہ دعا پڑھ لیتا۔

اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق

ترجمہ: ''میں تیرے کلمات کے ذریعے سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو تو نے پیدا کی'' تو یہ بچھو تجھے نقصان نہ پہنچاتا۔ (مسلم)

(میاں عقیل احمد، 653 گ ب جڑانوالہ)

E.mail: rozaah@hotmail.com

آفس: 042-38720257 ایڈیٹر: 0321-4275767 ترسیل: 042-7240945

جہاد

قرآن کی روشنی میں

تحریر: طٰہٰ احمد حماد

جہاد کے لئے تیاری رکھو

"اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلہ کے لئے تیار رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ایسے دوسرے دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے۔ اللہ کی راہ میں تم لوگ جو کچھ بھی خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہیں کیا جائے گا۔" (سورۃ انفال آیت نمبر ٦٠)۔

جہاد کے لئے نہ نکلنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے

"اے ایمان والو، تمہیں کیا ہو گیا ہے، تمہیں اللہ کی راہ میں نکلنے کے لئے کہا گیا تو تم زمین سے چمٹ کر رہ گئے؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا ہے؟ (جان رکھو) دنیا کی زندگی کا سامان آخرت میں بہت کم ثابت ہوگا۔ اگر تم (جہاد کے لئے) نہ اٹھو گے تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا اور تمہاری جگہ کوئی دوسری قوم لے آئے گا اور تم اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" سورۃ توبہ آیت نمبر ٣٨۔٣٩) دوسری آیت میں فرمایا "نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر جانو۔" (سورۃ توبہ، آیت نمبر ٤١)

جہاد جنت میں جانے کی ضمانت

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا میں تمہیں ایسی تجارت سے آگاہ نہ کروں جو تمہیں عذاب الیم سے بچا لے (وہ یہ ہے کہ) ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے گا اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر عطا فرمائے گا یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔" (سورۃ صف آیت ١٠ تا ١٢)

جہاد اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر اور حصول رحمت کا ذریعہ ہے

"مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی عذر کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں کی بہ نسبت جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ بڑا رکھا ہے اگرچہ ہر ایک کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھلائی ہی کا وعدہ فرمایا ہے مگر اس کے ہاں مجاہدوں کی خدمات کا معاوضہ بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑے درجے ہیں۔ مغفرت اور رحمت ہے اللہ بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ نساء آیت نمبر ٩٥۔٩٦) دوسری آیت میں فرمایا "اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے پھر مارا جائے یا غالب رہے اسے ہم عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے۔ (سورہ نساء آیت نمبر ٧٤)

جہاد کے نتیجہ میں سکون قلب عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے

"ان سے لڑو اللہ تمہارے ہاتھوں سے انہیں سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل و رسوا کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا اور بہت سے مومنوں کے دل ٹھنڈے کرے گا اور ان کے قلوب کی جلن کو مٹا دے گا اور جسے چاہے گا توبہ کی توفیق بھی دے گا اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ (سورۃ آیت ١٤۔١٠)

اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد میں حصہ لینا

"مومن تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے پھر کوئی شک نہ کیا اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ اپنے دعوی ایمان میں سچے ہیں۔" (سورۃ حجرات آیت ١٠)

شرعی عذر کی بناء پر جہاد میں شریک نہ ہونے والے لوگ گنہگار نہیں

"اگر اندھا، لنگڑا اور مریض جہاد کے لئے نہ آئے تو کوئی حرج نہیں جو کوئی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو منہ پھیرے گا اسے وہ دردناک عذاب دے گا۔" (سورۃ فتح آیت ١٧)

جہاد سے جی چرانا نفاق کی علامت ہے

"جہاد (غزوہ تبوک) سے پیچھے رہ جانے والے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا انہیں پسند نہیں اور انہوں نے لوگوں سے کہا "اس شدید گرمی میں جنگ کے لئے نہ نکلو اے محمد ﷺ ان سے کہو جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے کاش انہیں اس کا شعور ہوتا۔ (سورۃ توبہ آیت ٨١)

دوران جنگ پیٹھ پھیرنے کی سزا جہنم ہے

"اے ایمان والو، جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دوچار ہو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو، جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا اپنی ہی کسی دوسری فوج کے حصہ سے جا ملنے کے لئے، تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔" (سورہ انفال آیت ١٥۔١٦)

کفر کو مغلوب کرنے کے لئے جہاد کرنے کا حکم ہے

"تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے پھر اگر (مشرک اور کافر شرک اور کفر پھیلانے سے) باز آجائیں تو سمجھ لو کہ ظالموں کے سوا اور کسی پر دست درازی روا نہیں۔" (سورہ بقرہ آیت نمبر ١٩٣) اور فرمایا۔

"اے مسلمانوں کافروں سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین پورے کا پورا اللہ کے لئے ہو جائے پھر اگر وہ فتنہ سے رک جائیں تو اللہ ان کے اعمال دیکھنے والا ہے۔" (سورہ انفال آیت نمبر ٩٣)

مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والوں کے خلاف جہاد

"اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" (سورۃ بقرۃ آیت ١٩٠) "آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبائے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر۔" (سورۃ نساء آیت ٧٥)

قرآن کہانی

خوفناک آندھی

قوم عاد مقام احقاف میں رہتی تھی جو عمان اور حضر موت کے درمیان ایک بڑا ریگستان ہے۔ ان کے آباء میں ایک بڑے کا نام عاد بن عوض بن ارم بن سام بن نوح ہے۔ پوری قوم کو لوگ ان کے بڑے ”عاد“ کے نام سے پکارنے لگے۔ یہ لوگ بت پرست اور بہت بداعمال اور بدکردار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو ان لوگوں کی رشد و ہدایت کے لئے بھیجا مگر اس قوم نے اپنے تکبر اور سرکشی کی وجہ سے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلا دیا اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔

حضرت ہود علیہ السلام بار باران سرکشوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے مگر اس شریر قوم نے نہایت ہی بے باکی اور گستاخی کے ساتھ اپنے نبی سے یہ کہہ دیا: کیا تم (اے ہود) ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ کو پوجیں اور جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے انہیں چھوڑ دیں تو تم لاؤ (وہ عذاب) جس کا ہمیں وعدہ دے رہے ہو اگر تم سچے ہو۔ (الاعراف) آخر عذاب الٰہی کی جھلکیاں شروع ہو گئیں تین سال تک بارش نہ ہوئی اور ہر طرف قحط و خشک سالی کا دور دورہ ہو گیا یہاں تک کہ لوگ اناج کے دانے دانے کو ترس گئے۔

اس زمانے کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی بلا اور مصیبت آتی تھی تو لوگ مکہ معظمہ جا کر خانہ کعبہ میں دعائیں مانگتے تھے تو بلائیں ٹل جاتی تھیں۔ چنانچہ ایک جماعت مکہ معظمہ گئی۔ جب دعائیں مانگنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے تین بدلیاں بھیج دیں۔ ایک سفید، ایک سرخ اور ایک سیاہ اور آسمان سے ایک آواز آئی کہ ”اے قوم عاد! تم لوگ اپنی قوم کے لئے ان بدلیوں میں سے ایک بدلی کو پسند کرلو۔“ ان لوگوں نے کالی بدلی پسند کرلی اور یہ لوگ اس خیال میں مگن تھے کہ کالی بدلی خوب زیادہ بارش دے گی۔ چنانچہ وہ سیاہ بادل قوم عاد کی آبادیوں کی طرف چل پڑا۔ قوم عاد کے لوگ کالی بدلی دیکھ کر بہت خوش ہوئے حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! دیکھ لو عذاب الٰہی ابر کی صورت میں تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔ مگر قوم کے گستاخوں نے اپنے نبی کو جھٹلا دیا اور کہا کہ کہاں کا عذاب اور کیسا عذاب؟ یہ تو بادل ہے جو ہمیں بارش دینے کے لئے آرہا ہے۔ (روح البیان)

یہ بادل پیچھے کی طرف سے آبادیوں کی طرف برابر بڑھتا رہا اور ایک دم اس میں سے ایک آندھی آئی جو اتنی شدید تھی کہ اونٹوں کو ان کے سواروں کے ساتھ اڑا کر کہیں سے کہیں پھینک دیتی تھی، پھر اتنی زوردار ہوگئی کہ درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ کر اڑا لے جانے لگی۔ یہ دیکھ کر قوم عاد کے لوگوں نے اپنے محلوں میں داخل ہو کر دروازوں کو بند کرلیا مگر آندھی کے جھونکے نہ صرف دروازوں کو اکھاڑ کر لے گئے بلکہ پوری عمارتوں کو جھنجوڑ کر ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل یہ آندھی چلتی رہی یہاں تک کہ قوم عاد کا ایک ایک آدمی مر کر فنا ہو گیا اور اس قوم کا ایک بچہ بھی باقی نہ بچ پایا۔

حبیب الرحمٰن، قصور

جب آندھی ختم ہوئی تو اس قوم کی لمبی لمبی لاشیں زمین پر اس طرح پڑی ہوئی تھیں جس طرح کھجوروں کے درخت اکھڑ کر زمین پر پڑے ہوں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

”اور رہے عاد تو وہ ہلاک کیے گئے نہایت سخت گرجتی آندھی سے، وہ ان پر قوت سے لگا دی گئی سات راتیں اور آٹھ دن لگا تار تو ان لوگوں کو بکھیرے ہوئے دیکھو گویا وہ کھجور کے درخت ہیں گرے ہوئے تو تم ان میں سے کسی کو بچا ہوا دیکھ رہے ہو؟“

پھر قدرت خداوندی سے کالے رنگ کے پرندوں کا ایک غول نمودار ہوا جنہوں نے ان کی لاشوں کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ اور حضرت ہود علیہ السلام نے اس بستی کو چھوڑ دیا اور چند مومنین کو جو ایمان لائے تھے، ساتھ لے کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور آخری زندگی تک بیت اللہ شریف میں عبادت کرتے رہے۔

کوشش جاری رکھیں

عبدالجبار محمدی، سیالکوٹ، حافظ ارسلان شکور، فیصل آباد، قاسم شوکت، گوجرانوالہ، عمان علی، چونیاں، خالد محمود، حافظ آباد، عائشہ، کراچی، حافظ رضوان، حافظ عمران، بہاولپور، وسیم، ستیانہ بنگلہ، حافظ محمد عثمان، بنت حاجی محمد یعقوب، فاروق آباد، ثمرہ، فیصل آباد، عبدالوکیل، فورٹ عباس، اسماء ماہ جبیں، فرح، اقراء اقبال، محمد عمران، لاہور، صائمہ یونس، لاہور۔

گورنر ہاؤس

حافظ بشریٰ ادریس، ازکالاباغ

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ حضرت عمرؓ کے زمانے میں شام کے گورنر تھے اور وہاں کا ان کو اس لیے بنایا گیا کہ شام کا اکثر علاقہ انہوں نے فتح کیا تھا۔ اس وقت شام ایک بہت بڑا علاقہ تھا۔ حضرت عبیدہ بن جراحؓ اس کے گورنر تھے اور شام کا صوبہ بڑا ذرخیز تھا، مال و دولت کی ریل پیل تھی۔

حضرت عمرؓ مدینہ میں بیٹھ کر سارے عالم اسلام کی کمان کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ ایک دفعہ معائنہ کرنے کے لئے شام کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ شام کے دورہ کے دوران ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عبیدہؓ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنے بھائی کا گھر دیکھوں جہاں تم رہتے ہو جناب عمرؓ کے ذہین میں تھا کہ ابوعبیدہ اتنے بڑے صوبہ کے گورنر ہیں اور یہاں دولت کے فراوانی ہے۔ اس لیے ان کا گھر دیکھنا چاہیے کہ انہوں نے کتنا مال جمع کیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب دیا اے امیر المومنین آپ میرے گھر کو دیکھ کر کیا کریں گے اس لیے کہ جب آپ میرے گھر کو دیکھیں گے تو آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، تو عمرؓ نے اصرار فرمایا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ امیر المومنین کو لے کر چلے۔ شہر کے اندر سے گزر رہے تھے، جاتے جاتے جب شہر کی آبادی ختم ہوگئی تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟

حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب دیا بس اب تو قریب ہے پورا شہر جو مال و اسباب سے فراوانی سے جگمگ کر رہا تھا گزر گیا آخر میں لے جا کر کھجور کے پتوں سے بنا ہوا ایک چھونپڑا دکھایا اور فرمایا اے امیر المومنین میں اس میں رہتا ہوں۔ جب عمرؓ اندر داخل ہوئے تو چاروں طرف نظریں دوڑا کر دیکھا سوائے ایک مصلے کے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اے ابوعبیدہ تم اس میں رہتے ہو؟ یہاں تو کوئی ساز و سامان کوئی برتن، کھانے پینے اور سونے کا انتظام کچھ بھی نہیں ہے۔ تم یہاں کیسے رہتے ہو۔

انہوں نے کہا اے امیر المومنین! الحمدللہ، میری ضرورت کے سارے سامان میسر ہیں۔ یہ مصلیٰ ہے اس پر نماز پڑھ لیتا ہوں اور رات کو اس پر سو جاتا ہوں اور پھر اپنا ہاتھ اوپر چھپر کی طرف اٹھایا اور وہاں سے ایک پیالہ نکالا جو نظر نہیں آ رہا تھا اور وہ پیالہ دکھا کر فرمایا: اے امیر المومنین! برتن یہ ہے حضرت عمرؓ نے اب جب اس برتن کو دیکھا تو اس میں پانی بھرا ہوا تھا اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے بھیگے ہوئے تھے اور پھر حضرت عبیدہؓ نے فرمایا کہ امیر المومنین! میں دن رات تو حکومت کے سرکاری کاموں میں مصروف رہتا ہوں، کھانے وغیرہ کے انتظام کرنے میں فرصت نہیں ہوتی۔ ایک خاتون میرے لیے دو تین دن کی روٹی ایک وقت میں پکا دیتی ہے۔ میں اس روٹی کو رکھ لیتا ہوں جب سوکھ جاتی ہے تو اس کو پانی میں ڈبو دیتا ہوں اور رات کو سوتے وقت کھا لیتا ہوں جناب عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا! کہ اے ابوعبیدہؓ اس دنیا کی ریل پیل نے ہم سب کو بدل دیا مگر اللہ کی قسم تم ویسے ہی ہو جیسے رسول ﷺ کے زمانے میں تھے۔ اس دنیا نے تم پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔

(سیر اعلام النبلاء)

مکہ مکرمہ کی فضیلت

1۔ مکہ مکرمہ سرکارِ دو جہان ﷺ کا آبائی شہر ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے "بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کیلئے بنایا گیا وہ مکہ مکرمہ میں ہے جو جہانوں کیلئے ہدایت ہے۔ (آلِ عمران)

2۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم بے شک تو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے اور مجھے اگر یہاں سے نکالا نہ جاتا تو میں مکہ مکرمہ سے نہ نکلتا۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

3۔ مکہ مکرمہ سطح سمندر سے 280 میٹر بلند ہے۔

4۔ بیت اللہ کے مشرق میں مقام ابراہیم ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہو کر بیت اللہ کی تعمیر کرتے تھے، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان موجود ہیں۔

5۔ بیت اللہ کے دروازے کے سامنے آبِ زم زم کا کنواں ہے۔

6۔ مکہ مکرمہ میں وادی منیٰ ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا۔

7۔ مکہ کے جنوب میں غارِ ثور ہے جس میں ہجرت کے وقت حضور ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین دن موجود تھے۔

8۔ مکہ میں مسجد جن ہے جہاں سورۃ جن کا نزول ہوا۔

9۔ مکہ میں جنت المعلیٰ قبرستان ہے جہاں حضور ﷺ کی سب سے پیاری بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور آپؐ کے پیارے بیٹوں کی آرام گاہیں ہیں۔

10۔ مکہ المکرّمہ کے شمال مغرب میں مقام حدیبیہ ہے جہاں چودہ سو صحابیؓ نے آپؐ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے متعلق اپنی رضا کی آیات نازل فرمائیں۔

11۔ بیت اللہ میں ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے۔

حافظہ ذونیرا یعقوب فاروق آباد

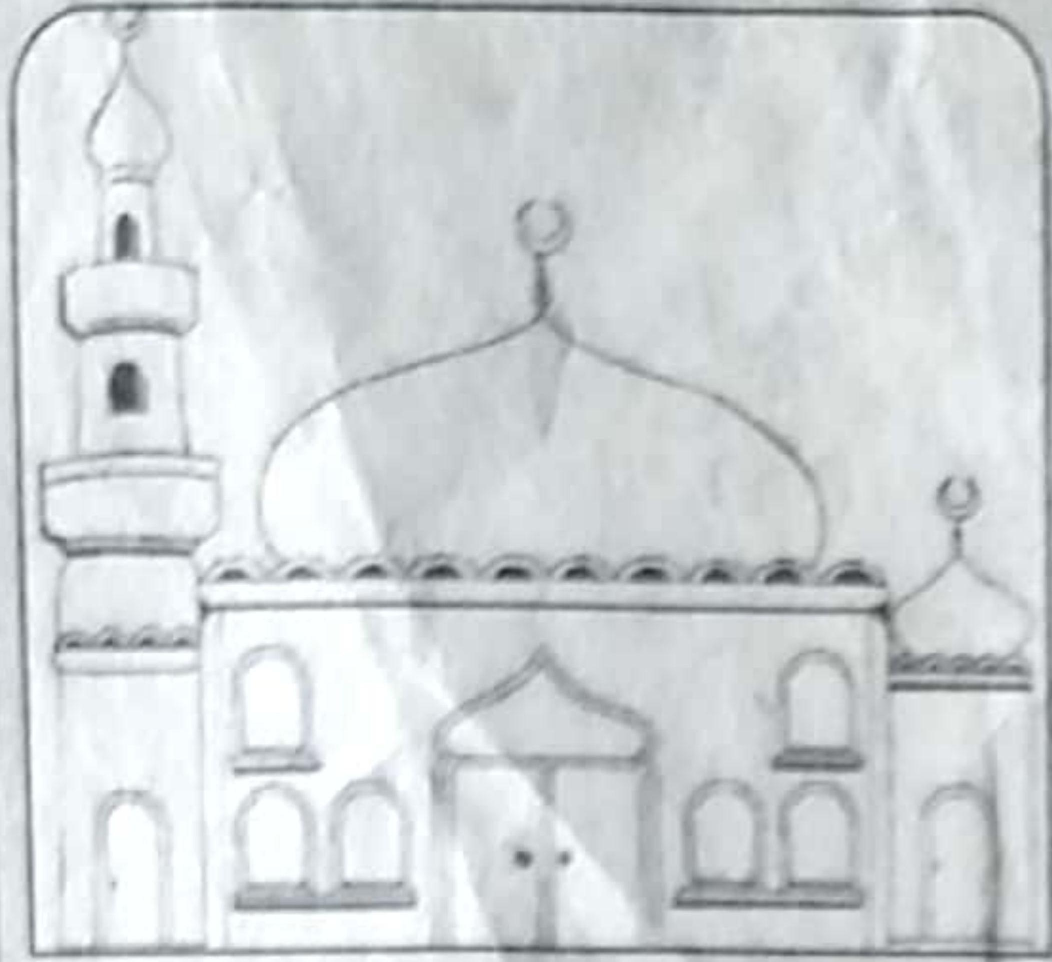

جنت کا مہمان

وصیت نامہ

ابوفہد اللہ صغیر شہید رحمۃ اللہ علیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پیارے والدین، بہن اور بھائیو اس وقت میرے سامنے ہزاروں فٹ بلند پہاڑ برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ آج میں اور میرے بھائی اللہ کی جنت کے سوداگر اللہ کے حکم سے اور اللہ کے فضل وکرم سے ان برفوں کو چیر کر وہاں جا رہے ہیں جہاں اللہ کا حکم ہے۔ دعائیں کرنا کہ اللہ مجھے اور میرے ان بھائیوں کو ہمت دے کہ یہ پہاڑ تو کیا جہاں اللہ کا سورج غروب ہوتا ہے وہاں تک ہم دین اسلام کا پرچم لے جائیں۔ آمین

الحمد للہ الحمد للہ میں اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ نے جتنی سمجھ جہاد کی مجھے دی ہے اس سے زیادہ میرے ماں باپ دادی اور بہن بھائیوں کو دی۔ ورنہ اس دنیا میں بہت سے ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد کو جہاد تو کیا دیگر نیک کاموں سے بھی روکتے ہیں۔

تو پیارے والدین افسوس نہ کرنا کہ ہمارا بیٹا کوئی افسر نہ بنا کوئی کاروباری آدمی نہ بنا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمادیا۔ ''ان مومنوں نے مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جنت کا سودا کرلیا ہے۔'' پھر آگے فرمادیا کہ یہ مومن صرف نماز، روزے تک محدود نہیں۔ اللہ کے باغیوں کو قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔''

اب آپ دیکھیں کہ دنیا میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے والدین ہیں کہ جن کے بیٹے کوئی سود کی کمائی کھا رہا ہے، کوئی رشوت لیتا، کوئی چوری ڈاکہ جوا کی کمائی کھا رہا ہے۔ الحمد للہ ہم وہ لوگ ہیں کہ جن کا کاروبار لین دین ساری کائنات کے بنانے والے سے اور جو ساری دنیا کا رازق ہے، مجاہدین سے بڑھ کر کوئی سوداگر نہیں۔ کوئی کاروباری آدمی کوئی آفیسر کوئی وزیر اعظم نہیں ہے۔ الحمد للہ آج میں بھی اللہ کے فضل وکرم سے مجاہدین کی صف میں شامل ہیں۔

پیارے والد صاحب اور والدہ، میں نے کسی کا کوئی قرض نہیں دینا۔

دوستوں اور قوم کے نوجوانوں کو پیغام:

اے امت مسلمہ کے نوجوانو! اگر زندگی گزارنا چاہتے ہو تو غیرت مند بن کر رہو اور یاد رکھو کہ مسلمان ہمیشہ غیرت مند ہوتا ہے۔ میرا آپ بھائیوں سے سوال ہے کہ کیا غیرت مند وہ ہے کہ جن کی ماؤں بہنوں کی عزتیں لٹ جائیں اور وہ پھر اس طرح کاروبار کرتا رہے۔ یا اپنی ملازمت میں مصروف رہے۔ کیا ایسے لوگوں کو ہم غیرت مند کہیں گے۔ اگر نہیں تو وقت ضائع کیے بغیر میدان جہاد میں آجائیں۔ یہ جلوس نکال کر ٹائر جلا کر ہڑتالیں کر کے آپ اپنا ہی منہ کالا کریں گے۔ اپنا ہی نقصان کریں گے۔ دشمن کا نقصان نہیں ہوگا۔

یہ کافر لوگ ہم لوگوں کی نمازوں سے نہیں ڈرتے۔ زکوۃ سے نہیں ڈرتے۔ حج سے نہیں ڈرتے۔ اگر ڈرتے ہیں تو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے، جہادی تیاری کرنے سے ڈرتے ہیں۔ تو بھائیو اٹھو اس سے پہلے کہ دشمن آپ کے گھروں تک پہنچے۔ اس سے پہلے آپ ان تک پہنچ جاؤ اور دشمن کو بتا دو کہ آج بھی محمد بن قاسم کی تاریخ دہرانے والے موجود ہیں۔

انتخاب

حافظ آصف رشید

آدابِ مسجد

۱۔ نماز کے لئے مسجد کی طرف دوڑ کر نہ جائیں بلکہ سکون اور وقار کے ساتھ جائیں۔ (بخاری)
۲۔ جب مسجد میں داخل ہوں تو دعا پڑھیں
۳۔ جب مسجد سے باہر نکلیں تو دعا پڑھیں
۴۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو نفل (تحیۃ المسجد) ادا کریں۔
۵۔ بوقت ضرورت مسجد میں سونا جائز ہے (صحیح بخاری)
۶۔ مسجد میں گمشدہ چیزوں کو تلاش کرنا اور خرید وفروخت کرنا منع ہے۔
۷۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ مسجد ہے
۸۔ مسجدوں کو صاف ستھرا پاکیزہ اور معطر رکھیں (ابوداؤد، ترمذی)
۹۔ قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے سائے میں ہوگا جس کا دل مسجد میں لگا رہتا ہے (صحیح بخاری)
۱۰۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے مسجد بناتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا (صحیح مسلم)

اخت ابوسفیان، بھمبہ کلاں قصور

نظم

کیوں آنکھوں میں بہتے ہوئے اشکوں کی لڑی ہے
چپ رہ میرے ہم وطن قیامت کی گھڑی ہے
ہوتا ہے کچھ گماں سا میدان حشر کا
ہر ایک مسلمان کو اپنی ہی پڑی ہے
مٹ جائے میرا دیس یہ حالات بنا کر
اطراف کی ہر قوم تماشے پہ کھڑی ہے
پھر سرخ سرخ ہے میرے دریاؤں کا پانی
لگتا ہے کہیں خون کی برسات پڑی ہے
ان ظالموں کو جڑ سے مٹا دے اے میرے رب
سب ہاتھ اٹھاؤ کہ دعاؤں کی گھڑی ہے

انتخاب: شفیق، عتیق، جنگ

سیدنا زید بن خالد رضی اللہ عنہ

آپؓ کا نام زید، کنیت ابو عبدالرحمٰن یا ابو زرعہ اور آپ کا تعلق قبیلہ بنو جہینہ سے تھا۔ آپؓ کا قد درمیانہ رنگ سرخ و سفید تھا آپ کے اسلام کے زمانے کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی ہے لیکن اس بات پر سب اتفاق کرتے ہیں کہ آپؓ صلح حدیبیہ ذیقعدہ 6 ہجری سے پہلے شرف اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ ہجرت کے وقت عمر 28 سال تھی اور بعض روایتوں کے مطابق ابھی کمسن تھے۔ حضرت زید کا شمار نبیؐ کے جانثار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ آپ کا وطن مدینہ سے کافی دور تھا اور وہاں ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے کہ توحید کی دعوت ان کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے عیش و عشرت کو خیر باد کہا اور بلا تامل اس کو قبول کر لیا اور برضا و رغبت اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ان کا نام سب سے پہلے صلح حدیبیہ میں منظر عام پر آتا ہے۔ 6 ہجری میں جب نبی اکرم ﷺ چودہ سو جاں نثاروں کے لے کر عمرہ کی نیت سے نکلے تو زیدؓ بھی ہمرکاب تھے۔

جب راستے میں اطلاع ملی کہ قریش اور مکہ کے مشرکین مسلمانوں کو روکنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں اور خالد بن ولید (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) کی قیادت میں مسلح سواروں کا دستہ روانہ کیا ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی مزاحمت کو روکیں تو آپؐ نے واپس حدیبیہ کے مقام پر جا کر پڑاؤ کیا۔ زیدؓ فرماتے ہیں کہ جن دنوں مسلمان حدیبیہ میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے حضورؐ نے ہمیں نماز پڑھائی جب کہ رات کو بارش ہو چکی تھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے ہماری طرف چہرہ کیا اور فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟

ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں رسولؐ نے فرمایا ''اللہ نے فرمایا ہے کہ آج میرے بندوں میں سے کچھ لوگوں نے اس طرح صبح کی کہ بعض ایمان لائے اور بعض منکر ہو گئے۔ جن لوگوں نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے بارش ہوئی، وہ ایمان والا اور جنہوں نے کہا کہ فلاں ستارہ طلوع اور فلاں غروب ہوا تو اس وجہ سے بارش ہوئی اس نے کفر کیا۔ (متفق علیہ)

حضرت محمد ﷺ نے قریش کو پیغام بھیجا کہ ہمارا ارادہ لڑنے کا نہیں، ہم عمرہ کرنے آئیں ہیں مگر مشرکین مکہ نہ مانے تو حضور ﷺ نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو گفت و شنید کرنے کے لئے بھیجا، کچھ دیر بعد مسلمانوں میں یہ افواہ گرم ہوئی کہ عثمانؓ شہید کر دیئے گئے ہیں مسلمانوں نے اس درخت کے نیچے جہاں محمد ﷺ بیٹھے تھے، بیعت کر لی کہ عثمان کے خون کا بدلہ لیے بغیر ایک انچ پیچھے نہ ہٹیں گے خواہ اس مقصد کے لئے جانیں بھی قربان کرنی پڑے۔ اس بیعت کو بارگاہ الٰہی میں پسند کیا گیا اس میں زیدؓ بھی شامل تھے۔

رمضان 8 ہجری میں سیدنا زید بن خالدؓ کو ان دس ہزار صحابہ میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جس کے بارے میں سینکڑوں سال پہلے انجیل میں پیشگوئی ہوئی تھی کہ وہ مکہ میں داخلے کے وقت حضورؐ کے ہمرکاب ہوں گے۔

ابن اثیر کا بیان ہے کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت قبیلہ جہینہ کا علم زیدؓ کے پاس تھا۔

آپ علم و فضل کے اعتبار سے بہت بلند رتبہ رکھتے تھے۔ آپؓ سے 81 احادیث مروی ہیں اور ان روایت کو ان کے دو بیٹوں خالدؓ اور ابو حربؓ کے علاوہ عروہ بن زبیرؓ، ابو سلمہؓ سعید بن میتبؓ اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہؓ جیسے اکابر تابعین اور صحابہ نے کیا ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ باختلاف روایت 50ھ یا 70 ہجری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، آپؓ کو حضورؐ سے بہت محبت تھی اور حضور بھی ان سے محبت کرتے تھے۔ وفات کے وقت اللہ ان سے راضی تھے اور وہ اپنے رب سے راضی، اللہ ان کی قبر کو روشن کرے (آمین)

اخت ابو عکاشہ شکیل احمد، شیخوپورہ

بڑے لوگ بڑی باتیں

محمد عثمان اشرف، رائے ونڈ

شیخ سعدیؒ سے کسی نے پوچھا: کیسے گزرتی ہے؟ فرمانے لگے، منہ نعمت حق کھانے میں اور زبان شکر یا شکایت کرنے میں، ایک شخص نے سیدنا ابو ذرؓ کو کہا آپ ہی ہو جنہیں امیر معاویہؓ نے جلا وطن کیا تھا؟ اگر آپ نیک ہوتے تو وہ آپؓ کو جلا وطن نہ کرتے۔ فرمانے لگے اے دوست میرے سامنے ایک سیاہ گھاٹی ہے، اگر اس سے بچ گیا تو تیرا برا کہنا مجھے نقصان نہ دے گا اور اگر اس سے نہ بچا تو جو تو کہتا ہے میں اس سے بھی برا ہوں۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ دہلی میں وعظ فرما رہے تھے، اختتام وعظ پر جب ہزاروں کا مجمع منتشر ہوا تو ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور عرض کی کہ میں بڑی دور سے آپ کا وعظ سننے کے لیے حاضر ہوا ہوں، یہ سن کر آپؒ کھڑے ہوئے اور تمام کا تمام وعظ از سر نو اس کو سنایا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کو جب معلوم ہوتا کہ کسی نے میری غیبت کی ہے تو آپؒ اس کے مکان پر جاتے اور اسے کہتے اے دوست تیرا اور عبدالعزیز کے گناہوں کا کیا تعلق کہ تو ان کو برداشت کرتا ہے۔

حضرت معاویہؓ نے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کے لیے ایک لاکھ درہم بھیجے، آپؓ نے اسی وقت اسے تقسیم کر دیا اور شام کے کھانے تک کچھ باقی نہ رہا۔

ایک آدمی حضرت حسن بصریؒ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے مکان بنوایا ہے، میری آرزو ہے کہ آپ چلیں اور اس میں برکت کی دعا کریں۔ فرمانے لگے، زمین والوں نے تجھے دھوکا دیا ہے آسمان والا تجھ سے ناراض ہے کہ تو نے مضبوط عمارت بنوائی اور بعید عمر کی امید باندھی حالانکہ چند روز کے بعد تیری موت ہے۔

حضرت مالک بن دینارؒ سے کسی عورت نے کہا، اے ریا کار۔ فرمانے لگے بیس سال ہو گئے کسی نے نہیں پہچانا تو نے صحیح پہچانا کہ میں کون ہوں۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید دہلی کی جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے ایک شخص آیا اور کہنے لگا او حرامی۔ آپؒ فرمانے لگے، اس وقت میری ماں اور باپ کے نکاح کے گواہ موجود ہیں، اگر شک و شبہ ہو تو انہیں بلایا جائے، وہ شخص یہ سن کر آپؒ کے پاؤں میں گر گیا اور کہنے لگا، میں آزما رہا تھا کہ لوگ آپ کے تکبر کی وجہ سے آپ سے ڈرتے ہیں یا وصف سے،

بہلولؒ قبرستان میں تھے ایک دن حضرت سری سقطیؒ فرمانے لگے آپؒ شہر میں کیوں قیام نہیں فرماتے فرمانے لگے میں ایسے لوگوں کے پاس رہتا ہوں اگر ان کے پاس بیٹھتا ہوں تو مجھے تکلیف نہیں پہنچاتے اور اگر ان سے غائب ہوتا ہوں تو غیبت نہیں کرتے۔

حوالہ، مخزن اخلاق

قارئ...

سیّدنا عبداللہ بن مسعو...

دعوت اسلام کے ابتدائی زمانے میں ایک دن رحمت عالم ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے باہر جنگل میں تشریف لے گئے۔ پھرتے پھرتے آپ ﷺ کو پیاس محسوس ہوئی لیکن پانی کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ البتہ قریب ہی ایک لڑکا بکریاں چرا رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے پوچھا:

''میاں لڑکے! کیا تم کسی بکری کا دودھ دوہ کر ہماری پیاس نہ بجھاؤ گے؟''

چھوٹے سے قد اور گندمی رنگ کے اس دبلے پتلے چرواہے نے بڑی متانت کے ساتھ جواب دیا:

میں ایسا کرنے سے معذور ہوں، میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت میں ہیں۔ میں ان کا مالک نہیں۔''

لڑکے کا جواب سن کر دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انہوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا:

''اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو۔'' لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا وہ آدمی اس کے قریب گیا، اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکے نے حیرت کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں دودھ دینے لگیں۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں سے تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔ یہ چرواہا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہتے ہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا: ''سکڑ جا'' اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا:

''وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے، ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے۔'' تو اس نے کہا:

''تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔''

یہ اسلام سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شناسائی کی کہانی کا آغاز تھا اور وہ مبارک آدمی رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ وہ دونوں حضرات قریش کی شدید ایذا رسانی اور ابتلاء و آزمائش سے بچنے کے لئے اس روز مکہ کی گھاٹیوں کی طرف نکل آئے تھے۔ لڑکے نے جس انداز میں رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیقؓ سے اپنی محبت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا۔ اس سے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ بہت خوش ہوئے۔ اس کی احتیاط اور امانت داری کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اس کے اندر خیر و فلاح کی علامات کو محسوس کر لیا۔

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا اور خود کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کرتے ہوئے اپنے آپ کو بارگاہ نبوت میں پیش کرنے کا سوچنے لگا۔ ایک روز شام کے وقت جب آفتاب اپنے مقام غروب کی طرف ڈھلنا شروع ہوا اور ٹیلوں کی چوٹیوں اور پہاڑوں پر پھیلے ہوئے اپنے پھیکے رنگ کے دامن کھینچتا ہوا رخصت ہونے لگا اور رات بھی اس کے دامن کو ہٹا کر اپنی سیاہ زلفیں بکھیرنے لگی تو اس وقت وہ ہذلی لڑکا بے فکری اور بے توجہی سے اپنی بکریوں کو لاٹھی سے ہانکتا ہوا مکہ لوٹ رہا تھا اس وقت اس کے دل میں بس ایک خیال سمایا ہوا تھا جو اسے محسوس تو ہوتا تھا لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا وہاں پہنچ کر اس نے بکریوں کو تو باڑہ میں بند کیا اور خود بڑے سکون و اطمینان سے قدم اٹھاتا ہوا پریشان قلبی اور پراگندہ خیالی کے ساتھ عقبہ بن ابی معیط کو ڈھونڈھتا آیا۔ دیکھا تو وہ گھر کے صحن میں براجمان تھا اور ارد گرد اس کے بیٹے اور دوسرے اعزا و اقربا گھیرا ڈالے حاضر تھے۔ یہ نوجوان جلدی سے اس کے پاس گیا

''اے ابو الولید! کل سے تم اپنی بکریاں کسی اور غلام یا حلیف سے چرا لینا کیونکہ آج سے میں ان کو چرانا چھوڑ رہا ہوں۔''

''کیا بات ہوئی ہذلی لڑکے! کیا تمہیں ہم سے یا بکریوں سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔''

لڑکے نے کہا:

''نہیں، مجھے کسی سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، میں خود بکریاں چرانا چھوڑ رہا ہوں۔''

یہ کہہ کر وہ بغیر کوئی جواب سنے اور لوگوں کی خیال آرائیوں کی پروا کئے الٹے پاؤں واپس لوٹ گیا اور پھر کبھی اس کے گھر نہ آیا۔ اس کے بعد وہ سیدھا اس مقام پر گیا جہاں وہ عقبہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ ان دو آدمیوں کو تصور میں لایا جن پر پہلے تو کچھ خوف کی حالت طاری تھی اور پھر رفتہ رفتہ انہیں سکون و قرار آ گیا تھا۔ جب انہوں نے دودھ طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا تھا پھر اس نے دل ہی دل میں اس بکری کو یاد کیا جس کے تھن میں پہلے کبھی دودھ نہ آیا تھا۔ پھر دیکھا تو وہ دودھ سے بھر گیا اور اس میں سے دودھ دھاروں دھار نکل کر پیالہ نما پتھر میں اکٹھا ہونے لگا۔ پھر اس دودھ کا ذائقہ یاد کیا تو اسے محسوس ہوا کہ ایسا خوش ذائقہ دودھ کبھی پینے میں نہیں آیا۔ پھر اس نے وہ دعائیہ کلمات یاد کرنے کی کوشش کی جو پر سکون نظروں والا شخص بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرتے وقت پڑھ رہا تھا لیکن اسے کچھ یاد نہ آیا۔ پھر تو اسے یہ کلام یاد کرنے کا ایسا شوق پیدا ہوا کہ دیگر تمام خواہشیں اس شوق کے آگے ماند پڑ گئیں۔ کلام ہی کچھ اور تھا، یہ سوچ کر نوجوان دل ہی دل میں کہنے لگا۔

''اس پر سکون نظروں والے آدمی، اس کے ساتھی اور اس کے کلام میں ضرور کوئی نہ کوئی بھید ہے۔''

شام کے وقت وہ نوجوان وہاں سے لوٹا لیکن مکہ واپس نہیں آیا بلکہ اپنی وحشت میں مگن اور نشہ خلوت میں سرشار مکہ کے گرد و نواح میں ادھر ادھر گھومتا اور چکر لگاتا رہا۔ اسے نہ تکان محسوس ہوتی نہ ماندگی، نہ نیند آتی، نہ پیاس لگتی، نہ بھوک ستاتی۔ نوجوان نے وہ تمام رات یونہی گزار دی، نہ کسی چھت کا سایہ لیا نہ بستر پر لیٹا۔ پھر جب آفتاب نمودار ہوا تو وہ اس وقت مکہ لوٹا جب کہ چرواہے بکریاں لے کر نکلتے ہیں۔ لیکن اس کی بے چینی اس وقت تک دور نہ ہوئی جب تک کہ اس مطمئن شخص اور اس کے ساتھی کو معلوم نہ کر لیا اور ان کی جگہ کا پتہ نہ لگا لیا۔ پتہ ملتے ہی وہ دوڑتا ہوا ان کے پاس گیا، معلوم ہوا کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ پھر وہ آپ کی مجلس میں آیا تو آپؐ نے اس پر اپنی پر سکون نظر ڈالی اور مسکرائے۔ پھر وہ برابر قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ گیا اور بالکل سامنے آ کر بیٹھ گیا

پھر لرزتی ہوئی دھیمی آواز سے کہنے لگا:

''مجھے اس موثر کلام کی تعلیم دیجئے جو کل میں نے آپ سے سنا تھا'' آپؐ مسکرائے اور شفقت سے سر پر دست مبارک پھیرتے ہوئے فرمایا:

''بے شک تم تعلیم یافتہ بچے ہو۔''

اسی وقت سے نوجوان کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ وہ نہ اپنی ذات کے لئے پیدا ہوا ہے، نہ اپنے گھر والوں کے لئے اور نہ عتبہ بن ابی معیط کی بکریوں کے لیے بلکہ اس کی پیدائش کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت محمد الامین (ﷺ) کی صحبت میں رہے، آپ کی باتیں سنے ان کو یاد کرے اور آپ کی دعوت کا پرچار کرے۔

وہ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر سائے کی طرح آپؐ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ جب آپؐ سو جاتے تو وہ آپ کو بیدار کرتے، جب آپ ﷺ غسل کرتے تو وہ

ہ پردے کا انتظام کرتے، جب آپؐ باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوتے پہناتے، جب آپ گھر میں داخل ہوتے تو وہ جوتوں کو پائے مبارک سے نکالتے، وہ آپؐ کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرتے اور جب آپ کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو وہ اس سے پہلے اس میں داخل ہوتے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپؐ نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے تمام رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی، اسی وجہ سے وہ ''راز دان رسولؐ'' کہے جاتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آپؐ کے زیر تربیت پروان چڑھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کو آپؐ کے اخلاق و عادات

قرآن ... کے بچپن کے احوال

ساجد

کے سانچے میں ڈھال لیا، خود کو آپؐ کی صفات سے متصف کرلیا اور ہر کام میں آپؐ کی پیروی کو اپنا وظیفہ حیات بنا لیا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے اخلاق و عادات کے لحاظ سے رسول اللہ ﷺ کے قریب تر تھے، انہوں نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا۔ وہ صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑے قاری، اس کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الٰہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔

یہ بھی ان کا اعجاز تھا کہ سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن کریم کے پہلے خوش الحان قاری بنے، وہ بچپن ہی سے غلام تھے اور اپنے آقا کی بکریاں چرایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دار ارقم میں جانے سے پہلے ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپؐ پر ایمان لا چکے تھے اور جناب رسول کریمؐ کی ذات گرامی پر ایمان لا کر آپ کی پیروی کرنے والوں میں آپؓ چھٹے شخص تھے۔ لہٰذا آپؓ سابقین اولین میں سے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے جس شخص نے مکہ میں ایک بڑے مجمع میں بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی، وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔

ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع تھے آپ ﷺ فرمانے لگے: واللہ قریش نے اس قرآن پاک کی تلاوت کبھی بلند آواز سے نہیں سنی۔ کیا کوئی شخص ہے جو انہیں بڑے مجمع میں بلند آواز سے قرآن پاک تلاوت کر کے سنائے؟

تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا میں سناؤں گا۔ صحابہ کرام نے فرمایا ہمیں ان کی طرف سے تمہاری مار پیٹ کا اندیشہ ہے، ہم چاہتے ہیں کہ کوئی قبیلہ والا شخص یہ کام کرے تا کہ اس کا قبیلہ اس کا دفاع کر سکے۔ انہوں نے فرمایا مجھے جانے دو۔ اللہ تعالیٰ ان سے میری حفاظت فرمائے گا۔

لہٰذا اگلے دن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چاشت کے وقت مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور سورہ الرحمٰن کی تلاوت فرمائی اور ان کے سامنے سورہ مبارکہ پڑھتے رہے۔

جب انہوں نے غور سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی طرف دیکھا تو آپس میں کہنے لگے یہ غلام کی ماں کا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟ یہ تو وہ کلام پڑھ رہا ہے جو محمد لے کر آئے ہیں۔ لہٰذا وہ آگے بڑھ کر انہیں مارنے لگے اور آپؓ مسلسل تلاوت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ جتنی آپ کو توفیق ہوئی آپ پڑھتے رہے اور پھر آپ واپس صحابہؓ کی مجلس میں پہنچے تو آپ کا چہرہ اور جسم زخمی تھا، تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہمیں ان کی طرف سے اسی بات کا اندیشہ تھا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی خبر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں بالکل درست ثابت ہوئی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔

اِنک غلام معلم.

تو ایسا نوجوان ہے جو سیکھنے کے لائق ہے اور رب کریم نے اسے اتنا علم دے دیا کہ وہ فقیہ الامۃ کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ستر سورتیں حاصل کیں اور اس معاملے میں کوئی دوسرا میرا ہمسفر نہیں ہے، یہ اعزاز صرف مجھے ہی حاصل ہے۔

اللہ کریم کو اسی وقت سے آپ کی عظمت مطلوب تھی جب سے انہوں نے کفار قریش کے سامنے بلند آواز سے قرآن کریم کی تلاوت کا ارادہ فرمایا تھا اور پھر آپ اس مشکل وقت میں مصائب برداشت کر کے قرآن پاک کی آواز کفار کے سامنے بلند کرتے رہے اور سالوں اذیتیں برداشت کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بلند کرنے کا انہیں یہ صلہ عطا فرمایا کہ آپ کو قرآن پاک کا اعلیٰ فہم عطا فرما دیا اور معانی قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے آپ کا ذہن و دماغ روشن کر دیا۔ یہاں تک کہ جناب رسول کریم ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کو ہدایت فرماتے ہیں۔

ان یقتدوا ابابن مسعود.

کہ ''عبداللہ بن مسعودؓ کی پیروی کرو، اور پھر آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

تمسکوا بعهد ابن ام عبد.

''یہ کہ غلام کی ماں کے بیٹے کے پختہ عزم کو تھام لو۔''

''کہ قرآن پڑھنے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لہجہ کی نقل کیا کرو۔'' اور پھر جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں۔

''جو شخص چاہتا ہے کہ اسی لہجے میں قرآن کریم سنے جس لہجے میں وہ نازل ہوا ہے، تو وہ ام عبد کے بیٹے (عبداللہ بن مسعود) سے سنے۔'' اور ایک مقام پر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

''جسے پسند ہو کہ قرآن کریم اس لہجے میں پڑھے جس لہجے میں نازل ہوا تو وہ عبداللہ بن مسعود کی قرات کے مطابق قرات کرے۔''

اور اکثر جناب رسول اللہ ﷺ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے قرآن کریم سننا پسند فرماتے ایک دن جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بلا کر ارشاد فرمایا: عبداللہ! ''میرے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کرو۔'' تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپؐ کے سامنے تلاوت کروں؟ حالانکہ آپ کی ذات گرامی پر نازل ہوا ہے؟ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا ''میں دوسرے کی زبان سے سننا پسند کرتا ہوں۔''

تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے سورۃ النساء پڑھنا شروع کی اور جب آپؓ اس آیت پر پہنچے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید و جئنا بک علی ہو لا شهیدا یو مئذیو دالذین کفروا

یہ نوجوان بہت ہلکا پھلکا اور کمزور تھا، جسم کا بھی دبلا پتلا اور بالکل لاغر تھا لیکن نہایت چست و چالاک اور بلا کا پھرتیلا تھا۔ ابھی کچھ ہی دن رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہ کر آپؐ کی باتیں سنی اور یاد کی تھیں کہ قریش اس کو مکہ کے اطراف میں ہر جگہ گھومتے پھرتے اور حضرت محمد ﷺ کا ذکر کرتے دیکھنے لگے۔ وہ ہر طرف آپ کے کلام کا پرچار کرتا، ہر مجلس میں اس کو سناتا اور ہر جگہ بیان کرتا۔ اس کی چستی اور پھرتی قریش کے لیے ایک مصیبت بن گئی تھی، وہ اس کو کسی جگہ تبلیغ کرتا دیکھ کر وہاں جانے کا ارادہ کرتے لیکن وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ وہ یہاں سے اٹھ کر کہیں اور چلا گیا ہے، پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیسے چلا گیا۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کا پیچھا کرنے والوں کو یہ نوجوان ہر جگہ نظر آتا لیکن پھر بھی وہ اس کو پکڑنے میں کسی جگہ کامیاب نہ ہوتے۔ آخر ایک روز ابو جہل زچ ہو کر کہنے لگا:

''محمد ﷺ کے کسی ساتھی سے میں اتنا تنگ نہیں آیا جتنا اس ہذلی لڑکے سے آیا ہوں، ہر جگہ محمد کی دعوت پھیلاتا نظر آتا ہے اور لوگوں کے خیالات خراب کرتا پھرتا ہے پھر بھی میں اس پر کہیں قابو نہیں کر پاتا۔ اگر کسی دن قابو پا لیا تو ذرا بھی رحم نہیں کروں گا۔''

جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟

ایک ایسے شخص کی روداد جو بیٹے کی بیماری کا علاج ہسپتالوں اور بڑے ڈاکٹروں سے ڈھونڈ رہا تھا جب اسے قرآن سے علاج کا مشورہ دیا گیا تو تعجب کرنے لگا لیکن نسخۂ قرآن کو آزمانے کے بعد پکار اٹھا ’’اے میرے پروردگار نے شفادی‘‘اعتکاف کا آخری عشرہ تھا۔

حرم میں بڑے اچھے ایام گزرے جن میں صرف توبہ واستغفار کی صدائیں اور ندامت وشرمندگی کی آہیں سنائی دیتی تھیں اور رکوع وسجود یا طواف وسعی کرنے والے ہی نظر آتے تھے۔ بڑے بہترین ایام اور پرسوز راتیں تھیں۔

چاند نظر آنے کے بعد میں حرم سے نکلا اور بیت اللہ کی طرف حسرت بھری الوداعی نظر ڈال کر گھر کی طرف چل دیا۔

بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا اور حرم کے دیدار سے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا تھا۔ بڑے اشتیاق سے اس لیے دیکھ رہا تھا کہ شاید یہ آخری اعتکاف ہو۔ باہر نکلا تو سڑکیں خالی تھیں...... خال خال زائرین گاڑیوں کو دوڑاتے ہوئے اور سامان اٹھائے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

میں یہ چاہ رہا تھا کہ ان عشاق بیت اللہ میں سے ہر شخص کو سلام کروں اور اسے اس خوش قسمتی پر مبارک دوں۔ مجھے حرم کی جدائی بڑی شاق محسوس ہو رہی تھی اور مشکل لگ رہی تھی۔

بار بار میرے قدم رک رہے تھے۔

جب میں اپنے گھر سے قریب ہوا تو قدم بڑی تیزی سے اٹھنے لگے۔ اچانک مجھے یاد آیا کہ میں تو اپنے پھول سے چار سالہ بیٹے احمد کو بستر علالت پر چھوڑ کر گیا تھا۔

میں نے گھر پہنچتے ہی احمد کی امی سے پوچھا: احمد کا کیا حال ہے؟

وہ......وہ......وہ (اس کی تلخی بڑھتی جا رہی تھی)

میں نے اسے تسلی دی کہ کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔ اگر ہم جدہ پہنچ جائیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا یہ سب موسم کی تپش اور دھوپ کی شدت کی وجہ سے ہے۔

ہم جدہ پہنچ گئے۔

میں نے ڈاکٹر سے اس کا معائنہ کرایا۔

ڈاکٹر نے کہا: تکلیف تھوڑی ہے...... یہ دوائی پلائیے...... تکلیف ختم ہو جائے گی۔

لیکن مرض اتنی شدت اختیار کر گیا کہ دوسرا تیسرا ڈاکٹر...... ہم نے بیسیوں ڈاکٹروں سے علاج کروایا۔ لیکن ’’مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔‘‘

میرا پھول سا بیٹا صرف ہڈیوں کا خالی ڈھانچہ نظر آرہا تھا جس میں کوئی روح نہ تھی۔ اس کی والدہ پریشان تھی۔

بالآخر میں اسے سب سے بڑے ہسپتال لے گیا۔

انہوں نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ رپورٹ دو دن بعد ملے گی۔

ہم وقت مقررہ پر ہسپتال اس حالت میں پہنچے کہ احمد کی والدہ لاشعور کی کیفیت میں چل رہی تھی اور اتنی مدہوش تھی کہ اس کے قدم اس کا بوجھ اٹھا نہ پا رہے تھے۔

اس کی نظریں سامنے اٹھی ہوئی تھیں...... یوں لگ رہا تھا جیسے وہ تسبیح وتحلیل کے ذریعے سے اپنے آپ کو دلاسہ دے رہی ہے اور غیب سے اپنے بیٹے کی شفا کے لیے دعا کر رہی ہے۔

ہاں جی ڈاکٹر صاحب کیا نتیجہ ہے؟

خیر ان شاء اللہ، یہ اللہ تعالیٰ کی قضا ہے، آپ کے بیٹے کے خون میں سرطان ہے۔

میرا سر چکرا گیا اور ہر چیز میرے سامنے گھومنے لگی۔

میں نے احمد کی والدہ کو تھام لیا اور ہوش میں آیا تو دیکھا کہ احمد کی والدہ بڑے صبر سے ڈاکٹر کی بات سن رہی ہے۔

ڈاکٹر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا:

سرطان کی جڑیں چھوٹے سے جسم میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں، اس کا علاج فی الفور ضروری ہے۔ لیکن اس کا علاج ہمارے ہاں نہیں بلکہ ریاض میں ہو سکتا ہے۔

ہم وہاں سے واپس پلٹے اور ضروری سامان لے کر فوری طور پر ریاض پہنچ گئے۔ ہسپتال میں معائنے کے بعد رپورٹ آئی کہ سرطان کی جڑیں بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد خون بدلا جائے۔ اور اس کا علاج خاصا لمبا ہوتا ہے۔

الحمد اللہ طویل علاج کا سفر طے کر کے میرے بچے کو دوبارہ صحت اور نئی زندگی مل گئی، ہم جدہ واپس لوٹ آئے خوش وخرم مطمئن زندگی بسر کرنے لگے۔

لیکن کچھ عرصے بعد بچے کی تکلیف لوٹ کر آئی۔

ہم نے دوبارہ ریاض کا قصد کیا۔ اور ہسپتال میں چیک اپ کرایا تو رپورٹ یہ تھی کہ سرطان کی جڑیں پہلے سے بھی زیادہ پھیل رہی ہیں۔

اس بار بچے کی زندگی کی امید بہت کم تھی۔ ہم نے ایک قریبی ہوٹل میں قیام کیا...... بچہ بے حس وحرکت بستر پر پڑا تھا اور اس کی لاغر شفیق والدہ اس کے سرہانے بیٹھی دعا کر رہی تھی۔

میں نے سونے کی کوشش کی لیکن پریشانی کی وجہ سے اچھی طرح سو نہ سکا۔

موذن کی صدائے اللہ اکبر کے ساتھ بستر سے اٹھا اور حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کے حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے مسجد کی طرف کشاں کشاں چل دیا۔ میں نے وضو کیا تو گزشتہ دن کی ساری تھکاوٹ دور ہو گئی۔

نماز سے فارغ ہوا تو مسجد ہی میں جدہ کے ایک قریبی دوست مل گئے جو یہاں منتقل ہو چکے تھے، ہم نے باہمی دلچسپی کی باتیں کیں اور اس نے جب ریاض میں آمد کا مقصد پوچھا تو میں نے اپنے غم کا اظہار کیا۔

وہ ایک عقل مند اور دانا شخص تھا، اس نے میری بات سننے کے بعد اپنی سادہ مزاجی سے کہا۔

کیا آپ نے قرآن پاک کو آزمایا ہے؟ یہاں ایک بزرگ ہیں لوگ ان کے پاس جاتے ہیں وہ قرآنی آیات کے ذریعے سے ان پر دم کرتے ہیں سو بودں کو تھامب جاسف ہے اور فہ شارا کمال قرآن کا ہے میں شدید حیرت کا شکار تھا، میری آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں نے کہا۔

جناب آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے بڑے سے بڑے ڈاکٹروں کو چیک کروایا اور بڑے سے بڑے ہسپتالوں سے علاج کروایا ہے اور تو کہتا ہے کہ فلاں بزرگ کے دم سے ٹھیک ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! ارے میاں ابو احمد! آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا۔

وننزل من القرآن ما هو شفاء ورحمة للمومنين (اسراء ۱۷/۸۲)

’’ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز اتارتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔‘‘

ہاں! ہاں! سنا ہے لیکن یہ سرطان ہے، خون کا سرطان اور سرطان کی جڑیں...... اس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا:

سرطان بڑا ہے یا اللہ تعالیٰ؟ کیا آپ کو فرمان الٰہی میں کوئی شک ہے؟ میں مسجد سے سوچتا ہوا نکلا۔

اور افق آسمان کی طرف دیکھا تو روشن صبح پھوٹ چکی تھی اور صبح کا اجالا رات کی تاریکی کے اختتام اور دن کی آمد کی بشارت دے رہا تھا۔

میں نے چاشت کے اس خوشگوار وقت سے خیر کی فال پکڑی۔ اور اپنے بچے کو لیا جو بے حس ہو چکا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بس موت کی آغوش میں ہو۔

اس کی ماں نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور دعاؤں کے ساتھ ہمیں الوداع کیا، ہم اس نیک آدمی کے پاس پہنچ گئے، وہ صرف قرآن سے دم کرتا تھا۔

میں نے اسے صورت حال بتائی۔

اس نے احمد کی پیشانی کے بال پکڑے اور بڑے اعتماد سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ سبحان اللہ! اسے اپنے رب اور اس کی کلام پر کس قدر یقین تھا؟

اس نے دم کرنے کے بعد مجھے کہا:

ہفتہ بھر دم کے لئے ہمارے پاس تشریف لائیں، انشاء اللہ بچہ شفایاب ہو جائے گا۔ میں روزانہ ان کے پاس جاتا اور دم کروا کے لاتا۔

جوں جوں دن گزر رہے تھے، بچہ صحت مند ہو رہا تھا اور ہم خوش ہو رہے تھے۔

ابھی سات دن بھی مکمل نہ ہوئے تھے کہ بچے نے والدہ کے سامنے کھیلنا کودنا شروع کر دیا، اس کی والدہ اسے اس حالت میں دیکھ کر بڑی خوش ہوئی۔ میں خود بہت زیادہ فرحان تھا۔ سات دن مکمل ہونے کے بعد اسے ہسپتال لے گیا تا کہ یقین حاصل کر لوں۔ معائنے کی رپورٹ آئی تو اس میں سرطان کی کوئی جڑ نہ تھی!!! میں نے سجدۂ شکر ادا کیا۔

تمام کے تمام ڈاکٹر اکٹھے ہو گئے اور پوچھنے لگے ’’اسے کس نے شفا دی؟‘‘

میرا جواب تھا:

’’میرے پروردگار نے اسے شفادی ہے۔‘‘

روضہ اور آپ ساتھ ساتھ

میں اس خوبصورت و سیرت، فرمان الٰہی، سنت نبوی سے مزین و آراستہ میگزین کی میں پہلی بار قلم پر اپنی گرفت مضبوط کر رہی ہوں۔ یہ میگزین اس وقت سے میرے قلب و نظر کو مسرور کر رہا ہے۔ جب اس کا پہلا شمارہ "ننھے مجاہد" کے نام سے میرے ہاتھوں کی زینت بنا...... یہ بظاہر تو ایک رسالہ ہے لیکن حقیقت میں اس کے ہر صفحے پر ہزاروں موتی اور ہیرے ہیں، یہ لوگوں کی زندگی میں انقلاب لا رہا ہے......، چاند کی طرح دین اسلام کی روشن کرنوں سے ہمارے دلوں کو منور کر رہا ہے......، دل مسلم میں موجود خوابیدہ چنگاری کو جہاد کے لئے بیدار کر رہا ہے......، اور دوسرے فحش لٹریچروں سے ہماری جان چھڑا کر اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے۔

اپنے پیارے میگزین میں لکھنے کی جسارت کا تو کئی بار ارادہ کیا ہے لیکن بہت سی مصروفیات کی بنا پر آپ کی محفل میں شرکت نہ کر سکی۔ لیکن جب آپ نے "حرمت رسول ﷺ" نمبر شائع کرنے کا اعلان کیا تو دل میں موجود آپ ﷺ کی محبت مچلنے لگی کہ کیوں نا! اپنے پیارے رسول ﷺ کے گستاخوں اور ان ملعونوں کے خلاف آواز اٹھانے والوں میں اپنا نام شامل کر ڈالوں۔ بے شک ہر شخص سے قیامت والے دن باز پرس کی جائے گی...... جب ایک پرندہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچانے کی کوشش میں اپنی چونچ سے پانی کے چند قطرے ڈالتا ہے صرف اسی سوچ اور فکر سے کہ قیامت والے دن اپنے رب کے آگے اس سوال کا جواب دینے والا تو ہوں گا جب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ تو نے میرے بندے کو بچانے کے لئے کیا کر دکھایا......!!

روضہ کو پڑھنے والے قارئین! وہ تو پھر پرندہ ہے ہم پھر انسان ہونے کے ناطے بہت کچھ کر سکتے ہیں...... آج اگر معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ اور غازی علم دین و عامر چیمہ جیسوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان گستاخوں کو کیفر کردار تک پہنچا سکتے ہیں۔ جنھوں نے بے دریغ اپنی جانوں کو اللہ کی راہ میں پیش کر دیا اور اپنی نبی کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کی۔ یہ اٹل حقیقت ہے کہ آخری فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ لیکن کیا ہمیں اپنی محبت کا ثبوت تو پیش کرنا ہی ہے...... اگر ہم عملی طور پر کچھ نہیں کر سکتے تو پھر آئیے۔ قلمی جہاد کرتے ہوئے اللہ کے ہاں جواب دینے والے بن جائیں...... آئیے قدم بڑھائیے اپنے ان ٹوٹے پھوٹے لفظوں اور ناتواں ہاتھوں کو حرکت میں لاتے ہوئے ان ملعونوں کے منہ سے نکلتے ہوئے گھٹیا لفظوں اور بڑھتی ہوئی گندی سوچ کو روک دیں...... امید ہے بلکہ یقین ہے (کیونکہ اپنے پیارے نبی ﷺ سے تو سب کو پیار ہے...... ہے نا!!) کہ سب ننھے محاہد اور اس پیارے گلشن میں لکھنے والے رائٹرز اس چھوٹی مگر بہت ہی پرکشش (آخرت میں ثواب ہی ثواب) کاوش کو بڑھاتے ہوئے اپنے قلم کو رواں کریں...... کریں گے نا! تو پھر دیر کس بات کی!؟ اور پھر یہ پھر کہیے!

محبت میں نبی ﷺ کی سر کٹائے ہیں صحابہ نے

اک جذبے کے نام، اک مقصد کے نام
زندگی کردی ہم نے صحابہ کے نام

[عمیر، گوجرانوالہ]

حسین چہرہ

وہ بکریوں کا چرواہا حبشی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس خطے کے سب لوگوں کی طرح اس کا رنگ بھی سیاہ تھا۔ اور سخت محنت مشقت کی وجہ سے اس کا پسینہ بھی بے تحاشہ بہتا تھا جو پریشانی کا باعث ہوتا۔ وہ سارا دن یہودیوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا، اپنی دنیا میں مگن بکریاں چرانے کے علاوہ اسے دنیا کی کسی اور چیز سے غرض نہیں تھی۔

ایک دن بیٹھا ہوتا ہے کہ وہ یہودی جنگی تیاریوں کے بارے میں باتیں کرتے ہوئے پاس سے گزرتے ہیں۔ آج اچانک اس کے دل میں احساس جاگتا ہے کہ یہ یہود کس سے لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں میں بھی پتا کروں کہ وہ کون سی طاقت ہے جو یہودیوں کے مقابلے پر آ رہی ہے؟ وہ یہودیوں کے پاس گیا اور ان سے پوچھا یہ جنگ کس کے ساتھ کرنے والے ہو؟

وہ بولے ہماری جنگ اس شخص کے ساتھ ہوگی جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے دل نے خواہش کی کہ میں اس شخص کو دیکھوں وہ اٹھا لوگوں سے پوچھتا ہوا رحمت عالم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا، آپ مجھے بتائیں کہ آپ ﷺ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے بتایا کہ:

"میری دعوت توحید کی دعوت ہے، اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور مجھے اللہ کا رسول مانو اور یہ کہ میں اللہ کی وحی سے اس کے احکام لوگوں کو پہنچاتا ہوں"

اس نے کہا کہ اگر میں ایک اللہ پر ایمان لے آؤں اور آپ کو اللہ کا سچا نبی مان لوں تو کیا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "جنت ملے گی"۔

وہ بہت حیران ہوا اور کہا:

اے اللہ کے پیارے نبی ﷺ میرا رنگ سیاہ ہے میں خوبصورت بھی نہیں، اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اگر میں اللہ کی راہ میں لڑتے ہوئے شہید ہو جاؤں تو کیا مجھے بھی جنت ملے گی؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! اللہ تجھے ضرور جنت دے گا"۔

اس کے بعد وہ فوراً اٹھا اور یہودیوں کے خلاف جنگ میں شریک ہو گیا اور لڑتے لڑتے راہ خدا میں جان دے دی۔ جب سرور کائنات کو اس کی شہادت کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے اس کی لاش کو دیکھ کر فرمایا:

اللہ نے اس کے چہرے کو حسین بنا دیا ہے، اس کے بدن کو خوشبوؤں سے معطر کر دیا ہے اور جنت کی دو حوریں اسے عطا کر دی ہیں"۔

یہ حسین چہرے والے اسود راعی رضی اللہ عنہ تھے۔ انھوں نے سوائے جہاد فی سبیل اللہ کے علاوہ کوئی کام نہیں کیا ایک نماز پڑھنے تک کی مہلت نہیں ملی، لیکن انھوں نے صدق دل سے نور ہدایت سے اپنے دل کو منور کیا اور اتنا بڑا مرتبہ حاصل کر لیا۔

[قاسم، کراچی]

کلیسا میں اسلام

عبدالوارث ساجد

قریباً چار سال قبل مشرقی افریقہ کی سرزمین پر یہ حیرت انگیز مگر نہایت ایمان افروز واقعہ رونما ہوا جب آرچ بشپ مارٹن جان موائی پوپو نے اپنے آبائی مذہب عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ مارٹن جان ورلڈ کونسل آف چرچز کے جنرل سیکریٹری برائے مشرقی افریقہ تھے۔ تاریکی کے مہیب پردے پھاڑ کر اس شخص کو ابدی روشنی اور نور کی دنیا میں آنے کی سعادت کیسے اور کیونکر حاصل ہوئی؟ اس سوال کا جواب جاننے سے آپ بھی حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ کس طرح ازلی وابدی ہدایت انسان کے دل میں اترتی ہے اور راہ ہدایت کے پرکٹھن سفر کے دوران میں اسے کس قدر نامساعد حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ یہ ایمان افروز کہانی سابق آرچ بشپ مارٹن جان موائی پوپو کی اپنی زبانی قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔

یہ 23 دسمبر 1986ء کی بات ہے۔ عیسائیوں کے مشہور تہوار کرسمس میں ابھی دو دن باقی تھے جب میں نے اپنے آبائی مذہب عیسائیت کو ترک کر کے اسلام قبول کرنے کا باقاعدہ اعلان کیا۔ آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ میں نے یہ اعلان کلیسا ہی میں کیا۔ یہ اعلان سن کر کلیسا کا منتظم اور تمام حاضرین ہکا بکا رہ گئے۔ منتظم نے گرجدار آواز میں کہا: ''مارٹن! اپنی نشست فی الفور چھوڑ دو۔'' اس کے ساتھ ہی اس نے تمام کھڑکیاں بند کر دیں اور ارکان کلیسا سے مخاطب ہو کر کہا: ''بشپ کے حواس اپنے قابو میں نہیں ہیں، لگتا ہے وہ پاگل ہو گیا ہے۔'' میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ چند ثانیے پہلے موسیقی کے آلات تھام کر مذہبی الاپنے والا شخص جس نے جھوم جھوم کر جو روحانی لے اٹھائی تو پورا مجمع مسحور ہو گیا تھا۔ اچانک یہ اعلان کر کے تمام حاضرین پر سکتہ طاری کر دے گا۔

کلیسا کے منتظم کو کیا خبر تھی کہ میرے دل میں اٹھنے والے طوفان نے مجھے قبولیت اسلام کے برسرعام اعلان کی تحریک دی تھی اور کلیسا میں ہونے والی یہ تقریب اصل میں میری ''الوداعی دعوت'' تھی۔ میں نے نوٹ کیا کہ کلیسا کے ارکان میرا اعلان سن کر غم و غصے میں مغلوب تو تھے ہی مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ردعمل کے اظہار میں پاگلوں جیسی حرکات کیوں کر رہے ہیں۔ ان کے ''صاحب'' کا کہنا تھا میں پاگل ہو گیا ہوں جب کہ امر واقعہ یہ تھا کہ تمام حاضرین کے دماغ چل گئے تھے۔

انھوں نے اپنے ''صاحب'' سے کہا: ''جناب والا پولیس بلوائیں اور اس احمق کو فی الفور گرفتار کروا دیں۔'' کلیسا کے منتظم نے پولیس بلوا کر مجھے گرفتار کروا دیا۔

مجھے حوالات سے رہا کروانے میں ایک دردمند اور راسخ العقیدہ مسلمان رہنما شیخ احمد شیک نے ضمانت دی۔ مجھے عیسائیت سے تائب ہو کر اسلام کی راہ پر گامزن کرنے کا سہرا بھی اصلاً شیخ احمد شیک ہی کے سر بندھتا ہے۔ اہل کلیسا کے شدید ردِعمل، میری گرفتاری اور بعد میں پیش آنے والے واقعات بعدازاں کی میری طویل اور پرآزمائش زندگی کا پہلا صبر آزما مرحلہ تھا۔ بعد کے واقعات فی الواقع زیادہ کربناک اور دل دہلا دینے والے تھے۔ بہرحال جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ میں آرچ بشپ تھا۔ میں نے ابتدائی تعلیم اور مذہبی علوم کے تقابلی جائزے میں ماسٹر ڈگری کے بعد الٰہیات کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کے لیے جو مقالہ لکھا اس کے مواد کی تلاش میں حق کی تلاش و جستجو کی تحریک ودیعت ہوئی اور یہ موضوع مجھے دین اسلام کی طرف کھینچ لایا اور مجھ پر راہ حق کے دروازے کھل گئے۔ میری زیادہ تر تعلیم بیرون ملک میں ہوئی۔ برطانیہ سے چرچ ایڈمنسٹریشن میں ڈپلوما کیا۔ اس کے بعد برلن (جرمنی) سے ڈگریاں حاصل کیں۔

قبول اسلام سے قبل میں مشرقی افریقہ کے لیے ورلڈ کونسل آف چرچز کا جنرل سیکریٹری تھا۔ میرے زیرانتظام تنزانیہ، کینیا، یوگنڈا، برونڈی کے علاوہ صومالیہ اور ایتھوپیا کے بعض حصے بھی تھے۔ اس وقت میرے ہم عصروں میں جنوبی افریقن ہیومن رائٹس کمیشن کا چیئرمین بھی شامل تھا۔ میں ترتیب وار واقعات بیان نہیں کر سکا کہ دراصل مجھے اپنی بات شروع کرنی چاہیے تھی۔ بہرحال قارئین سے معذرت کے ساتھ میں اپنی بات کا آغاز، آغاز سفر حیات سے کرتا ہوں۔ میں قریباً ستر برس قبل بکابو میں پیدا ہوا۔ یہ ایک ایسا علاقہ ہے جس کی سرحدیں یوگنڈا سے ملتی ہیں۔ اپنی ولادت کے دو سال بعد گھر والوں نے میرا بپتسمہ کروایا جبکہ پانچ سال بعد مجھے کلیسا کے لیے وقف کر دیا گیا۔ وقف کیے جانے کا واقعہ پورے خاندان کے لیے بے پایاں خوشی اور فخر کا باعث تھا۔

میں جب بورڈنگ اسکول میں داخل ہوا تو میرے اپنے والد صاحب کے ساتھ خط و کتابت ہوتی رہی۔ انھوں نے مجھے اکثر خطوط میں لکھا: میں تمھیں پادری بنانے کی دلی تمنا رکھتا ہوں اور یہ حسین خواب میں نے تمھاری ولادت کے فوراً بعد دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ مجھے اکثر بلکہ سچی بات کہوں تو ہر خط میں وہ اپنے اس خواب کی تعبیر دیکھنے کی والہانہ خواہش کا اظہار کرتے رہے تھے۔ اپنی عملی زندگی کے بارے میں میرے اپنے تصورات تھے جو والد محترم اور دوسرے خاندان سے مختلف تھے۔ میں پولیس میں بھرتی ہو کر ملک و قوم کی خدمات انجام دینے کا خواہاں تھا۔ میں سوچتا رہا۔ گھر والوں کو اپنے خیالات سے ہم آہنگ کرنے کی مختلف تجاویز پر غور کرتا رہا مگر ان کی متعین بے تابی دیکھ کر میں نے انھی کے آگے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا اور جب 25 سال کا ہوا تو ان کی خواہش پوری کرنے کی ٹھان لی۔

افریقی بچے، یورپی بچوں سے یقیناً مختلف ہوتے ہیں۔ یورپی بچے 21 سال کی عمر تک پہنچنے کے بعد اپنی عملی زندگی کے متعلق تمام فیصلے خود کرتے ہیں جب کہ افریقی بچے اپنی زندگی کے متعلق فیصلوں پر عملدرآمد میں اپنے ماں باپ اور خاندان کے بزرگوں کی خواہشات کا احترام ترجیحاً ملحوظ رکھتے ہیں۔ مجھے والد مکرم نے ایک خط میں لکھا: ''میرے بیٹے! اس سے پہلے کہ میرا آخری وقت آ جائے میری خواہش ہے کہ پادری بن کر مذہب کی خدمات انجام دینا شروع کر دو اگر تم میری بات مان لو گے تو مجھے بے پناہ خوشی ہوگی۔''

اس جذباتی خط کا مجھ پر بھی جذباتی ردعمل ہوا اور میری زندگی کا رخ بدل گیا۔ میں برطانیہ کی طرف عازم سفر ہو گیا۔ یہ 1964ء کی بات ہے۔ میں نے برطانیہ سے چرچ ایڈمنسٹریشن میں ڈپلوما کیا جس کے بعد جرمنی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ واپس آیا تو ایک سال کے بعد مجھے قائم مقام بشپ کے طور پر ذمہ داریاں تفویض کر دی گئیں جس کے بعد میں ایم اے کرنے کے لیے چلا گیا۔

اس پورے عرصے کے دوران میں، میں اپنے بزرگوں کی اطاعت و فرمانبرداری کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ عیسائی تعلیمات کے حوالے سے میرے ذہن میں بالعموم کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا تھا لیکن جب میں نے ڈاکٹریٹ کی تیاری شروع کی تو میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات ابھرنے لگے۔ میں سوچنے لگا کہ عیسائیت، اسلام، یہودیت، بدھ مت سب کے سب مذاہب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور انھیں اپنے اور صرف اپنے ہی حق پر ہونے کا کامل یقین ہے مگر اصل کیا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے کے لیے ان مذاہب کے ماہرین، دانشوروں اور علماء پر جو اصل ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ بالعموم پوری نہیں کر رہے۔ وہ ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دیگر مذاہب سے تقابل کرتے ہوئے دلائل کے ساتھ اپنی بات سچ ثابت کر کے دکھائیں۔ محض سچ، سچ اور حق حق پکارتے رہنے سے تو دعوت کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا۔''

میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے حق اور سچ تک پہنچنا ہے اور اس مقصد کے لیے مکمل تحقیق و تدبیر سے کام لینا ہے۔ جب میں نے اس نیک کام کا بیڑا اٹھایا تو آغاز میں میری تحقیق کا دائرہ چار مذاہب کو محیط رہا۔ اسلام کی تعلیمات سے آگہی کے لیے میں نے قرآن مجید کا ایک نسخہ حاصل کیا۔ جب میں نے کلام الٰہی کھولا تو سب سے پہلے میری نظر سورۂ اخلاص پر پڑی: ''کہو! اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ کسی کا باپ۔ اس کا کوئی ہم سر نہیں۔''

اس سورۃ نے میرے اندر اسلام کا بیج بو دیا۔ اگرچہ اس وقت مجھے اس کی خبر نہیں ہوئی۔ مطالعہ کرتا رہا تو پتہ چلا قرآن کریم واحد مقدس کتاب ہے جس میں آج تک کسی قسم کی کوئی تحریف نہیں ہوئی جب میں نے ڈاکٹریٹ کا مقالہ مکمل کیا تو

کشمیر جل رہا ہے

امن کا سورج ڈل رہا ہے
کشمیر سارا جل رہا ہے
سامراجی گماشتوں نے
نقش ہستی مٹا دیا ہے
حق و باطل کے معرکے میں
جہد کی راہ پر چل پڑے ہیں
نوجوانانِ کشمیر اب تو
سروں کو اپنے کٹا رہے ہیں
نظام زر کی حکمرانی
دلوں پہ قبضہ جما رہی ہے
ہندوؤں کی بزدلی سینا
ہم کو اب آزما رہی ہے
پربتوں پہ لہو جما ہے
میرے جیالے مجاہدوں کا
جوان بہنیں تک رہی ہیں
راستہ میرے غازیوں کا
شجر شجر کی ٹہنیوں پہ
اداسیاں براجمان ہوئی ہیں
وقت کی جتنی ساعتیں ہیں
درد کا سائبان ہوئی ہیں
خدا گواہ ہے یقین رکھو
کشمیر اک دن آزاد ہو گا
ہندو بنیا برہمن غاصب
بری طرح برباد ہو گا
دھڑکنیں چل رہی ہیں دل میں
راستوں کا یقین بن کر
جہد کامل بلا رہی ہے
جرائتوں کا یقین بن کر
موت دامن پھیلا رہی ہے
لوگ اب تو شہید بن کر
بہشت میں جا رہے ہیں طاہر
زندگی کی نوید بن کر

[علاؤالدین طاہر]

فیصلہ آپ کا......!

اخت عبدالواسع گوجرانوالہ

ہمیں جن سے محبت ہوتی ہے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ ہم ان کو فون کریں ان سے باتیں کریں ان کو تحفہ تحائف دیں ان کے ساتھ وقت گزاریں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم تھوڑا وقت ہی سہی ان کی صحبت میں بیٹھیں ان کے آٹوگراف سے اپنی ڈائری کے صفحات کو مزین کریں۔ ان کی یادیں ہمارے ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیر دیتی ہیں ان کی یادوں سے دل مسرور ہو جاتا ہے کیوں......؟ ہمیں "محبت" جو ہوتی ہے۔ اب تو sms نے ساری محبت کی کمی ختم کر دی دن میں 500 سو sms...... ہزار sms...... ہماری کوشش ہوتی ہے ہم اپنے چاہنے والوں کو زیادہ سے زیادہ sms کریں تاکہ ان کو بھی احساس ہو کہ ہم ان کو کتنا "چاہتے" ہیں۔ صبح کے، دوپہر، شام کے، کھانے کے کسی تہوار کے، عیدین کے sms غرض ہر قسم کے اچھے برے sms کرتے ہیں کئی تو ساری رات اسی کام میں گزار دیتے ہیں۔ چھٹی والے دن کی تو بات ہی کچھ اور ہے سارا دن sms ہی sms۔ اگر تھوڑا "بزی" ہوں تو موبائل میں sms کا آرڈر لگا دیا جاتا ہے وہ خود بخود ہی sms سینڈ ہوتے رہتے ہیں۔ کہ ہم کوئی موقع...... کوئی وقت ...... کوئی لمحہ ایسا نہیں جانے دینے کہ ہم اپنے "محبوب" کو sms کرنا بھول جائیں......

ساتھیو! ایک "محبوب" ہستی ایسی بھی ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے "جب تک اپنی جان سے بڑھ کر اس سے محبت نہ کرو گے تو ایمان مکمل نہیں ہوگا"۔

"اللہ رب العزت فرماتے ہیں تم اس سے محبت کرو گے اس کی پیروی کرو گے تو میرے "محبوب" بن جاؤ گے"

ہم اس محبوب ہستی محمد ﷺ سے کتنا اظہارِ محبت کرتے ہیں...... ان کو دن میں کتنا یاد کرتے ہیں...... خوشی، غمی میں کتنا یاد رکھتے ہیں...... دن میں کتنے sms کرتے ہیں۔

آپ کے ذہن میں خیال آئے گا sms کیسے؟

"اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کے کچھ فرشتے زمین میں گھومتے پھرتے ہیں، وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں"۔ (ابوداؤد)

درود بھیجنا ایک sms ہی کی شکل ہے...... فرشتوں کی سروس سے آپ ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے۔

جمعہ کے دن سب سے افضل کام رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نبی کریم کی خدمت میں تشریف لاتے ہیں اور عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول میں نے اپنے معمولات میں سے بعض اوقات ذکر و اذکار کے لئے مقرر کر رکھے اس دوران میں آپ پر کثرت سے درود پہنچاتا ہوں، میں کتنا وقت آپ پر درود پڑھا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا وقت پڑھ سکو"

ابی بن کعب: میں اپنی دعا کے اوقات میں سے ایک چوتھائی آپ پر درود بھیجنے میں صرف کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم پڑھ سکو، اگر زیادہ پڑھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

ابی بن کعب: اپنی دعا کا آدھا وقت درود شریف کے لئے نکالوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا پڑھ سکو اگر زیادہ پڑھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

ابی بن کعب: دو تہائی وقت؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جتنا تم پڑھ سکو اگر زیادہ پڑھو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

ابی بن کعب: کیا اپنی ساری دعا کو آپ کے لئے (درود) بنا دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

تب تو تمہارے سارے غم اور پریشانیاں دور کر دی جائیں گی اور تمہارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)

اس حدیث سے اندازہ لگائیں کہ رسول اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کے کتنے فوائد و برکات ہیں۔

ہمیں کوئی کنجوس کہے ہمیں بے پناہ غصہ آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سب سے بڑا کنجوس وہ ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ (مسلم)

ساتھیو! روزانہ ہم پانچ سو sms کرتے ہیں کئی "جی دار" تو ہزار sms کرتے ہیں جس سے پیسہ ضائع ہوتا ...... بجلی بھی ضائع ہوتی ہے...... ہماری انرجی بھی صرف ہوتی ہے...... اور سب سے بڑھ کر ہمارا وقت برباد ہوتا ہے اور آخر میں نتیجہ...... انعام...... صفر۔

اللہ کے رسول پر درود بھیجنے سے نہ تو پیسہ کا ضیاع...... نہ بجلی کا ضیاع...... نہ وقت برباد اور سب سے بڑھ کر انعام دنیا میں بھی کئی فوائد اور برکات ...... اللہ کی رحمتیں ...... غم اور پریشانیوں سے نجات ...... اور آخرت میں گناہوں سے معافی......!

ساتھیو! کیا خیال ہے......! sms کا پیکج کرنا ہے کہ اللہ کے رسول پر درود بھیجنے کو شیوہ بنانا ہے۔ خود سے سوال کیجئے کہ ہم نے اپنے سب سے محبوب پیغمبر پر کبھی دن میں 500 سو یا ہزار دفعہ درود پڑھا ہے میرا خیال ہے سب کا جواب "نہیں" میں ہوگا۔ اب فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کون زیادہ محبوب ہے......؟ اللہ کے رسول ﷺ یا دنیا کے دوست؟

بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے؟

کفار نے چھاپے ہی میرے نبیؐ کے خاکے
بھلا کوئی رسالت کا قدر دان نہیں ہے
پھر سے اس ظالم کو ہوئی کیسے یہ جرات
کیوں بنایا اسے عبرت کا نشان نہیں ہے
پوچھتے ہو میرے آقا کی عظمت کیا ہے
کیا تم میں پڑھا کسی نے قرآن نہیں ہے؟
وہ خیر البشر اللہ کے محبوب پیارے
کیا میرا نبی ﷺ رحمت جہان نہیں ہے
وہ محمد وہ احمد وہ قوموں کا ہادی
کوئی یاد تمہیں ان کا احسان نہیں ہے؟
وہ کامل وہ اکمل وہ رحیم وہ عادل
کچھ تو بولو منہ تمہارے میں زبان نہیں ہے
تمہیں یاد نہیں تو ام معبد سے ہی پوچھو
جس نے دیکھا ایسا کوئی مہمان نہیں ہے
کوئی تو ہو جو آنکھیں دکھا کر پوچھے
کیا کوئی عقلمند حکمران نہیں ہے؟
کیوں فرقوں میں الجھے ہو میرے دیس کے لوگو!
کیا کافی تمہیں حدیث و قرآن نہیں ہے؟
جہاں اصل ہو وہاں فرع کو دخل کیا ہے
کیوں حق کی طرف تمہارا رجحان نہیں ہے؟
تاج فہم اسلام گر ہم میں آ جائے
پھر دیکھنا کیسے بھاگتا شیطان نہیں ہے

شاعر: مولانا قاری تاج محمد

انتخاب: حافظہ صبغۃ اللہ بنت عباس،

نانک پورہ راولپنڈی

جنت کا گھوڑا

سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آ کر کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ میں گھوڑوں کا بہت شوقین ہوں کیا، جنت میں گھوڑے ہونگے؟ آپؐ نے فرمایا اگر تو جنت میں داخل ہوا تو تجھ کو یاقوت کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیا جائے گا اور اس کے دو پر ہونگے، پھر تجھ کو اس پر سوار کرایا جائے گا اور پھر تو جس جگہ چاہے گا وہ تجھ کو اڑا لے جائے گا۔ (ترمذی شریف)

گویا کہ یہ گھوڑا جنت کا ہوائی جہاز ہوگا لیکن ہمارے یہاں کے ہوائی جہاز کی صورت مچھلی کی طرح ہوتی ہے اور جنت کے ہوائی جہاز کی شکل گھوڑے کی طرح ہوگی۔ یہ ہوائی جہاز المونیم کا بنا ہوتا ہے، وہ جہاز یاقوت کا ہوگا۔ پھر تعجب ہے کہ بعض دہریوں کو اس حدیث کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا اور قسم قسم کے اعتراضات حضور اقدس ﷺ پر کیا کرتے تھے لیکن ہوائی جہاز کی ایجاد نے ان ظاہر پرستوں کو خاموش کر دیا۔

ماخوذ از (موت کا منظر) محمد تنویر حیدر اروتی

رحمتِ عالم کی جانوروں پر شفقت

سیدنا جعفرؓ بیان کرتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا۔ جونہی اللہ کے رسول ﷺ کو اس نے دیکھا تو دکھ بھری آواز نکالی اور ساتھ ہی وہ رونے لگا۔ اللہ کے نبیؐ اس اونٹ کے پاس گئے، اس پر شفقت سے ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ اتنے میں ایک انصاری نوجوان آیا اور بولا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپؐ نے اسے ڈانٹا اور کہا اللہ نے تجھے اس کا مالک بنایا، تجھے اس حیوان کے بارے میں اللہ سے ڈر نہیں لگتا؟ اس نے ابھی میرے پاس شکوہ کیا ہے کہ تو اس کو بھوکا رکھتا ہے، جبکہ مشقت پوری لیتا ہے اور اسے تھکاتا ہے۔ (ابوداؤد)

سیدنا سہیلؓ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اکرم ﷺ ایک اونٹ کے قریب سے گزرے، دیکھا کہ بھوک کی وجہ سے اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا ہے۔ رحمت عالمؐ نے فرمایا ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈر جاؤ، ان پر سواری کرو تو اچھے انداز سے، انہیں چارہ کھلاؤ تو بہتر طریقے سے۔ (مسلم) سیدنا سراقہؓ کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسولؐ سے پوچھا کہ ایک گم شدہ اونٹ میرے حوض پر آ جاتا ہے، وہ حوض میں نے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے تیار کیا ہے۔ کیا مجھے ثواب ملے گا اگر میں اس گمشدہ اونٹ کو پانی پلاؤں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہاں ہاں جو بھی حرارت محسوس کرنیوالا جگر رکھنے والا جانور ہے اس کو کھلانے پلانے میں اجر و ثواب ہے۔" (ابن ماجہ)

نبیلہ خلیق، مرضی پورہ فیصل آباد

"جب چرواہے نے محمد ﷺ کو دیکھا......"

سیدنا قیس بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چھپتے چھپاتے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف جا رہے تھے تو ایک غلام کے پاس سے گزر ہوا جو بکریوں کا چرواہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے دودھ مانگا تو وہ چرواہا کہنے لگا "میرے پاس تو کوئی بکری نہیں جس کا دودھ دوہا جائے، ہاں! البتہ ایک اونٹنی ہے۔ سردیوں کے آغاز پر حاملہ ہوئی تھی اور پھر اس نے حمل گرا دیا اور دودھ اس کے تھنوں میں بھی نہیں" آپ ﷺ نے چرواہے کو کہا ان باتوں کو چھوڑو تم یہی اونٹنی لے آؤ۔ آپ ﷺ کی بات مانتے ہوئے چرواہا وہ اونٹنی لے آیا۔ آپ ﷺ نے اونٹنی کو باندھا پھر اپنا مبارک ہاتھ اس کے تھن کو لگایا، دعا کی اور اونٹنی نے دودھ اتار دیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آواز دی، برتن لاؤ! ابوبکر فوراً برتن لے آئے۔ آپ ﷺ اونٹنی کا دودھ دوہنے لگے، دودھ دوہ لینے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہا اے ابوبکر دودھ پیئو، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دودھ کو خوب سیر ہو کر پیا، پھر آپ ﷺ دودھ دوہنے لگے۔ دودھ دوہنے کے بعد آپؐ نے خود دودھ پیا، یہ منظر دیکھ کر چرواہے سے رہا نہ گیا، وہ بول اٹھا:

چرواہا: "مجھے اللہ کی قسم بتاؤ تم کون ہو؟ اللہ کی قسم میں نے آپ جیسا بندہ زندگی میں کبھی نہیں دیکھا"

رسول کریمؐ: "کیا تو وعدہ کرتا ہے کہ اگر تجھے بتلا دوں تو بات چھپا کر رکھے گا؟"

چرواہا: "جی ہاں"

رسول کریمؐ: "میں اللہ کا رسول محمد ﷺ ہوں"

چرواہا: "کیا آپ وہی ہیں جن کے بارے میں قریش کہتے ہیں کہ وہ صابی (بے دین) ہے"

رسول کریمؐ: "ہاں وہ ایسا ہی کہتے ہیں"

چرواہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نبی ہیں اور میں اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے کیونکہ جو آپ نے کیا وہ سوائے نبی کے کوئی اور نہیں کر سکتا۔ اب میں آپ کا پیروکار ہوں۔"

رسول کریمؐ: "موجودہ حالات میں میری پیروی تیرے بس کی بات نہیں، جب تجھے معلوم ہو کہ میں غالب آ گیا ہوں تو تو ہمارے پاس آ جانا۔"

قربان جایئے رحمۃ للعالمین کی حکیمانہ نرمی پر کہ آپؐ نے ایک غلام اور چرواہے کی ہمت اور استطاعت کو دیکھا تو اس کے مطابق مشورہ دیا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ اب تو مسلمان ہے مگر ابھی انتظار کر، ہمیں قوت پکڑ لینے دے کر تب تیرے لیے اسلام کا علانیہ اظہار کوئی مسئلہ نہیں رہے گا بلکہ عزت و افتخار کا باعث ہوگا۔

محمد صہیب، گوجرانوالہ

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

141 5 اپریل 2013ء 24 جمادی الاولیٰ 1434ھ

غیور شہزادی

انوکھا ہواباز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ عنقریب ایسے لوگ لائے گا کہ وہ ان سے محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے، مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

(المائدہ:54)

(فروہ بتول۔ پنڈی بھٹیاں)

حدیثِ نبوی ﷺ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

کیا تم میں سے کوئی جو (رکوع یا سجدہ میں) امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہیں اللہ اس کا سر گدھے کے سر سے بدل ڈالے۔ یا اس کی صورت گدھے کی صورت کر دے۔

(صحیح البخاری: کتاب الاذان)

(زین العابدین۔ فیصل آباد)

پہلی بات

السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ننھے مجاہدو......!

روضہ کے حسین وجمیل پھولو! کیا حال احوال ہیں آپ کے؟ امید ہے کہ امتحانات کے بعد ہونے والی چند چھٹیوں میں دین کا خوب کام ہو رہا ہوگا۔ اللہ آپ کو اپنے دین کے لیے زیادہ سے زیادہ استعمال کرے۔ آمین

اچھا ویسے ایک بات تو بتائیں......؟؟ یہ جو اعتراض ہم پر اکثر و بیشتر کیا جاتا ہے کہ اب روضہ والے پرانے لکھاریوں کو لفٹ نہیں کرواتے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟؟ سچ پوچھیں تو پرانے لکھاری بڑی حد تک خود ہی غائب ہیں۔ دوم ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نئے لکھاریوں کو بھی جگہ دیں گے اور روضہ کے معیار پر بھی سمجھوتا نہیں کریں گے۔ اب اس حوالے سے ہماری دو ترجیحات ہوتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ نئے نئے سلسلہ جات شروع کریں اور پھر نئے لکھاری بھی اس انداز میں ان سلسلہ جات کے لیے لکھتے رہیں۔ دوم نئے نئے لکھاریوں کو منظرِ عام پر لاتے رہیں تا کہ ان کے لکھنے کی صلاحیت بہتر سے بہترین ہو سکے۔ اب اگر اس ''چکر'' میں پرانے لکھاری ہم سے خفا ہو کر لکھنا چھوڑ دیں تو بھلا ہمارا کیا قصور......؟؟

بہر حال روضہ کے ''در'' ہر اچھے لکھاری کے لیے کھلے ہیں۔

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو......!

والسلام

بازار میں داخل ہونے کی دعا

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَ یُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی ہمارا مالک ہے وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی ہمارا مالک ہے اور اسی کی تعریف ہے۔ وہ زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے۔ وہ زندہ ہے زندہ رہے گا ہمیشہ کے لیے۔ اسی کے ہاتھ بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سنن ترمذی) (مجاہد اسرار۔ قصور)

ربنا

ایڈیٹر: عبدالرحمٰن

خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور / ای میل: rozah100@yahoo.com آفس: 0313-5967575

صحابہ رضی اللہ عنہم کی مسکراہٹیں

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے مگر ہنسی مذاق میں بھی حق بات کہتے تھے۔ ایک دیہاتی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو اس نے اپنی اونٹنی مسجد کے صحن میں باندھ دی۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے سیدنا نعمان بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ سے کہا: بڑا اچھا ہوتا آپ اسے ذبح کرتے اور ہم اس کا گوشت کھاتے۔ آج گوشت کھانے کی بڑی خواہش ہو رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کا تاوان تو دے ہی دیں گے۔ اس کے بعد سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کیا۔ دیہاتی جب باہر نکلا اپنی سواری کو ذبح کیا ہوا دیکھ کر چیخ پڑا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ! میری اونٹنی ذبح کردی گئی ہے، نبی ﷺ باہر تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ کس نے کیا ہے؟ جواب ملا نعمان رضی اللہ عنہ نے۔ آپ پوچھتے ہوئے ان کی تلاش میں نکلے تو انہیں سیدنا زبیر بن عبدالمطلب کی بیٹی ضباعہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پایا۔ نعمان رضی اللہ عنہ وہاں ایک گڑھے میں چھپ گئے اور اپنے پر کھجور کی ٹہنیاں ڈال لیں تھیں۔ ایک شخص نے اشارے سے بتایا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے انہیں نہیں دیکھا ہے اور یہ کہتے ہوئے جہاں نعمان رضی اللہ عنہ چھپے ہوئے تھے اس طرف اشارہ کردیا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں باہر نکالا تو کھجور کی ٹہنیاں وغیرہ گرنے سے ان کا چہرہ بدل گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! جن لوگوں نے آپ کو میرے بارے بتایا ہے انہوں نے ہی مجھے اس چیز کا مشورہ دیا تھا۔ اس پر نبی ﷺ ان کے منہ سے گرد و غبار جھاڑنے لگے اور ہنسنے لگے اور آپ ﷺ نے دیہاتی کو اونٹنی کا تاوان دے دیا۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ تجارت کی غرض سے بصریٰ کا رخ کیا۔ ان کے ہمراہ سیدنا نعمان اور سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ دونوں بدری صحابی تھے سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ کے پاس زادراہ تھا۔ نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے کھلاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں اس وقت کھلاؤں گا جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آئیں گے۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ بہت ہنسنے والے اور مذاق کرنے والے تھے۔ وہ کچھ لوگوں کے پاس گئے جو اونٹ لادے جا رہے تھے اور ان سے کہا: مجھ سے ایک ذہین عربی غلام خریدو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں! سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ بہت چرب زبان ہے شاید یہ کہے کہ میں آزاد ہوں۔ اگر اس بنا پر نہ لو تو پھر رہنے دو۔ انہوں نے کہا کہ نہیں ہم انہیں خریدیں گے۔ چناچہ ان لوگوں نے دس اونٹنیوں کے عوض اس غلام کو خرید لیا۔ سیدنا نعمان رضی اللہ عنہ ان اونٹنیوں کو ہانکتے ہوئے لے آئے اور کہا دیکھو! یہی غلام ہے۔ سیدنا سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ شخص جھوٹا ہے اور میں آزاد ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تمہارے بارے میں خوب معلوم کیا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ان کی گردن میں رسی ڈالی اور انہیں اپنے ساتھ لے گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، انہیں معلوم ہوا تو وہ مسکرانے لگے اور اپنے رفقاء کے ساتھ ان لوگوں کے پاس گئے۔ ان کی اونٹنیاں واپس کیں اور سویبط رضی اللہ عنہ کو واپس لے آئے۔ پھر لوگوں نے یہ واقعہ نبی ﷺ کو سنایا تو نبی ﷺ اور مجلس میں بیٹھے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسکرانے لگے۔

(انتخاب: حافظ طلحہ عاصم۔ گوجرانوالہ)

شیر سے مقابلہ

شام کے شہر مدائن کے ایک حصے کو "برہ شیر" کہا جاتا ہے۔ اسی شہر میں کفار کے کمانڈر نے ایک خونخوار شیر پال رکھا تھا جسے خاص طور پر جنگ کی تربیت دی گئی تھی۔ اسلامی لشکر جب قادسیہ کو فتح کرنے کے بعد دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے مدائن پہنچا تو دشمنوں کا لشکر پوری تیاری کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہ کافر اپنی سلطنت کو بچانے کے لیے جان و مال قربان کرنے کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ جنگ شروع ہوئی تو کفار نے مسلمانوں کی جرات و بہادری کو دیکھتے ہوئے خود مقابلہ کرنے کی بجائے اس خونخوار شیر کو چھوڑ دیا۔ شیر چنگھاڑتا ہوا، غراتا ہوا غصے میں اسلامی لشکر پر حملے کے لیے آگے بڑھا۔ اسلامی لشکر کے اگلے دستے کی کمان سیدنا ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔

اب یہ اللہ کا بہادر سپاہی ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ اور خونخوار شیر دونوں آمنے سامنے تھے۔ بہادری کی ایک نئی مثال قائم ہونے والی تھی۔ دنیا نے اس سے پہلے انسانوں کو لڑتے اور ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتے دیکھا تھا۔ لیکن یہ معرکہ بہت ہی عجیب تھا کہ اس میں ایک طرف انسان تو دوسری طرف جنگل کا بادشاہ، خونخوار درندہ شیر (جنگی تربیت لیے ہوئے) حملہ کرنے کو تیار تھا۔ کفار دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ شیر ابھی جھپٹے گا اور مسلمانوں کے سپہ سالار کی بوٹی بوٹی کر دے گا۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں کے دلوں میں کوئی خوف و ڈر نہ تھا۔ وہ مطمئن تھے۔ مشرک دیکھ رہے تھے کہ مسلمان کس قدر بے خوف اور بہادر ہیں آج پتہ چل جائے گا۔

اسی لمحے شیر آگے بڑھا اور حملہ کرنے کے لیے اپنی جگہ سے یوں اچھلا جیسے آتش فشاں سے پہاڑ کا ٹکڑا اڑتا ہے۔ دوسری طرف اللہ کے یہ بہادر سپاہی ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ بھی تیار تھے۔ مقابلہ بڑا دلچسپ تھا۔ پھر بجلی سی چمکی اور اس مجاہد کی تلوار ہوا میں لہرائی اور فضا ہی فضا میں شیر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسلامی لشکر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ خوشی کے اظہار کے لیے اللہ اکبر کے فلک شگاف نعرے بلند ہونے لگے۔ ہر سپاہی حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ کی جرات و بہادری پر داد دے رہا تھا۔ ان کی تلوار کو آنکھوں سے داد دے رہا تھا جس سے انہوں نے شیر کے دو ٹکڑے کیے تھے۔ سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہ کے چچا نے انہیں گلے لگایا اور ان کی پیشانی کو چوم لیا۔

پیارے بچو! ہمیں بھی کفار سے مقابلے کے لیے اپنی تیاری کو ایسا بنانا ہے کہ بڑے سے بڑا کافر بھی ایک ہی وار میں زیر ہو جائے۔

(بدر سدید۔ کراچی)

اسلام کی خاطر

جب نبی اکرم ﷺ نے دعوت توحید و رسالت کا آغاز کیا تھا تو یہ ان افراد میں سے تھے جنہوں نے پہلے پہل اسلام قبول کرلیا تھا۔ آپ ان خوش نصیب ہستیوں میں بھی شامل تھے جنہیں زبان اطہر و مقدس سے یہ مژدہ سننے کو ملا تھا کہ "فلاں، جنتی ہے......فلاں جنتی ہے" آپ ؓ کے بارے بھی یہی مبارک لفظ خیر البشر ﷺ کی زبان سے نکلے تھے۔ اسلام سے قبل آپ کا نام عمرو تھا......لیکن اب آغوش اسلام میں آ پناہ لی تو رحمت دو جہاں نے آپ کا نام عبد الرحمٰن رکھ دیا......آپ ان افراد میں بھی شامل تھے جنہوں نے دار ارقم میں بیٹھ کر محمد عربی ﷺ سے تعلیم و تربیت پائی تھی......!

آپ ؓ نے صدیق اکبر ؓ کے اسلام قبول کرنے کے دو روز بعد اسلام قبول کیا......!

جب اسلام قبول کیا......تو پھر راہ حق میں آنے والی وہ تمام مصیبتیں اور تکالیف برداشت کیں جو ابتدائے اسلام کے اولوالعزم مسلمانوں نے کی تھیں......!

لیکن آپ کا صبر کمال تھا......تحمل و ثابت قدمی بے مثال تھی......! جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو آپ بھی ان مہاجروں میں شامل تھے جو اسلام کی خاطر ہجرت کی راہوں پر چلے......!

بعد ازاں

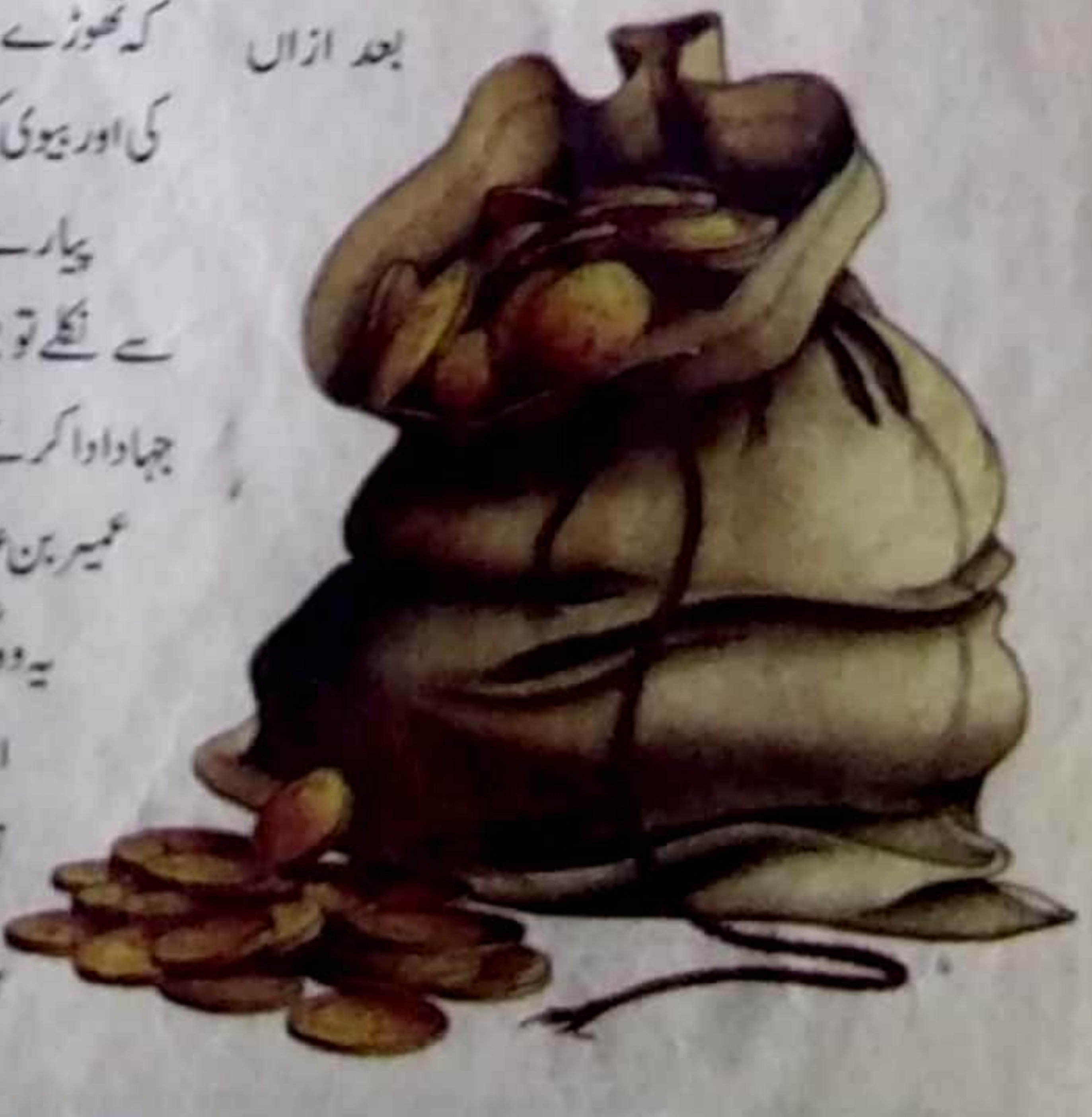

جب کفار مکہ کی طرف سے مظالم میں کوئی کمی نہ آئی۔ تو اپنے راہبر و رہنما کے حکم پر ہجرت کرنے والوں میں بھی سرفہرست تھے۔ ہر چیز کی قربانی دے کر فقط ایمان کی دولت بچا کر مدینہ طیبہ پہنچے۔ جب پیارے نبی ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا تو آپ کا رشتہ اخوت حضرت سعد بن ربیع ؓ انصاری سے قائم ہوا......!

آپ کا ساتھی عرض کرنے لگا کہ میں مالدار ہوں......ہر چیز کی فراوانی ہے، باغ ہیں......دو بیویاں ہیں......میں ایک کو طلاق دیتا ہوں تم اس سے شادی کرلو! لیکن یہ صحابی رسول ﷺ......دنیا میں جنت کا مکین ہونے کی بشارت پانے والا رب کا محبوب بندہ گویا ہوا!!

پیارے بھائی!

مجھے بازار کا راستہ دکھا دو......میں محنت مزدوری کر کے کماؤں گا تو زیادہ بہتر اور برکت ہوگی......!

راہ ہجرت کا راہی......گھر بار چھوڑ کر پردیس میں بسنے والا یہ عظیم انسان تجارت کے پیشے سے وابستہ ہوگیا......رازق کائنات نے کاروبار میں برکت عطا فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصے میں امیر ہوگئے......! پھر شادی کی اور بیوی کو حق مہر میں سونے کی ڈلی (ٹکڑا) دی......!

پیارے نبی ﷺ جب راہ جہاد میں اللہ کے حکم سے نکلے تو 2 ہجری میں غزوہ بدر کے میدان میں حق جہاد ادا کرتے ہوئے مقابلہ میں آنے والے دشمن دین عمیر بن عثمان کا سر تن سے جدا کر دیا تھا......!

یہ وہ عظیم انسان تھے کہ غزوہ احد میں جب لشکر اسلام میں اپنی غلطیوں کی وجہ سے کچھ افرا تفری پھیل گئی اور کچھ لوگ ڈگمگانے لگے تو یہ مانند چٹان ڈٹے رہے......! جب جنگ کے بادل چھٹ چکے تو ان کے جسم پر بیس سے زائد گہرے گھاؤ تھے......!

اس مجاہد نے مالی تعاون میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ لشکر ترتیب دیا جا چکا تھا......دشمن کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوا چاہتا تھا کہ پیارے نبی ﷺ نے جہاد فنڈ کی اپیل کی۔ آپ ؓ نے فوراً دو ہزار دینار لا کر نبی ﷺ کے پاس ڈھیر کر دیے۔ پیارے نبی ﷺ کے مبارک لبوں پر حرکت ہوئی:

"عبد الرحمٰن! جو لایا ہے اللہ قبول کرے اور جو چھوڑ آیا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا کرے"

نبی کی دعائے برکت تھی کہ جب تبوک کا موقع آن پہنچا......ایسا غزوہ جو مسلمانوں نے سخت گرمی اور آزمائش کی حالت میں لڑا تھا......گرمی عروج پر تھی......فصلیں تیار تھیں......لشکر اسلام مالی کمی کا شکار اور سواریوں کا فقدان بھی تھا......!

یہ وہ وقت تھا کہ اہل ایمان پیارے نبی ﷺ کی خدمت میں آ کر جہاد میں شرکت کی اجازت مانگ رہے تھے مگر پیارے نبی ﷺ کے پاس سواری نہ ہونے کی وجہ سے درخواستیں مسترد ہو رہی تھیں......! یہی وجہ ہے کہ اس غزوہ کے لیے روانہ ہونے والے لشکر کو تاریخ میں "جیش العسرہ" کے نام سے جانا جاتا ہے......!

اس کڑے وقت میں جب رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ آج جو شخص اپنا مال خرچ کرے گا اللہ کے ہاں بہت اجر پائے گا تو عبد الرحمٰن نے متاع کل لا کر پیارے نبی ﷺ قدموں میں ڈھیر کر دی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: عبد الرحمٰن گھر والوں کے لیے کچھ چھوڑ آئے ہو؟ عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ: اس سے بہتر چھوڑ کر آیا ہوں......! پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگے اللہ تعالیٰ نے اس خرچ پر بڑے اجر و ثواب کا وعدہ نہیں کیا......؟؟

جیش العسرہ کی تیاری میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے اس انسان کی شان بھی اللہ نے کتنی بلند کی تھی کہ لشکر تبوک کی طرف نکل گیا......! نماز کا وقت آن پہنچا......

پیارے نبی ﷺ تشریف لے آئے اور جماعت میں شامل ہو گئے اور نماز عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے اقتداء میں ادا کی ......! میرے نبی ﷺ نے اپنی بیویوں کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: میرے بعد صرف وہی لوگ تمہاری خدمت بجا لائیں گے جو صابر و شاکر ہوں گے......! اور یہ اعزاز بھی عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نصیب میں آیا...... امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کو آپ پر بلا کا اعتماد تھا اور آپ رضی اللہ عنہ ان کے امور کا انتظام فرمایا کرتے تھے......!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دعا کیا کرتی تھیں: الٰہی جو کچھ تو نے انہیں عطا کیا اس میں برکت عطا فرما اور آخرت میں اجر عظیم سے نوازنا" صدیقہ کائنات مزید یہ دعا کیا کرتی تھیں: الٰہی! عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو جنت کے ٹھنڈے میٹھے چشموں سے پانی پلانا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا اہل بیت کی تعظیم اور حسن سلوک کا اعزاز تھا۔ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتیں! عبدالرحمٰن جنت میں خوشی سے اچھلتے ہوئے داخل ہوگا......!

اتنے اعزازات...... بشارتیں......!! مال و دولت کی فراوانی ہے لیکن تقویٰ و انکساری کا یہ عالم ہے کہ ظاہری حالت کی فقیرانہ ادا میں کوئی کمی نہیں آئی اپنے غلاموں کے درمیان پہچانے نہ جاتے تھے......! کہ غلام کون اور آقا کون......؟

انداز فکر کتنا اعلیٰ ہے۔ ایک مرتبہ دسترخوان پر تشریف لائے...... روزے کی حالت میں تھے...... افطاری کا وقت قریب تھا...... مگر کھانا کھانے سے پہلے ان کی آنکھوں سے چھم چھم آنسو گرنے لگے...... اپنے عظیم ساتھیوں کے چہرے نگاہوں کے سامنے گھوم گئے......

فرمانے لگے: احد کا میدان تھا...... ہمارے ساتھی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے...... یہ وہ صحابی رسول تھے جو قبل از اسلام شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ سے رہتے...... عمدہ خوشبو استعمال کرتے تھے...... بہترین لباس زیب تن کرتے...... مگر جب اسلام کی پر آزمائش راہوں پر آئے...... تو شاہانہ انداز فقیرانہ ہو گیا...... دار ارقم میں معمولی سا لباس جسم پر ہوتا تھا...... اور جب احد میں شہید ہوئے تو ہمارے پاس کفن کے لیے اتنا کپڑا نہیں تھا کہ ہم شہید کا سر ڈھانپتے...... اگر ایسا کرتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا...... یہ منظر دیکھ کر رہبر کائنات ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور پیارے نبی ﷺ کو مصعب کا وہ دور یاد آ گیا کہ وہ کس ناز بھرے انداز میں رہتے تھے مگر اسلام کے لیے انہوں نے سب کچھ قربان کر دینے سے بھی دریغ نہ کیا......

یہ یادیں اور باتیں عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو غمناک کر گئیں اور سوچنے لگے کہ آج ہمارے پاس اتنی مال و متاع کی فراوانی ہو گئی...... کہیں ہمیں دنیا میں ہی تو بدلہ نہیں مل گیا......؟ یہ یاد آئی تو زار و قطار رو پڑے...... یہ ان کی حالت تھی جنہیں جنت ملنے کی خوشخبری ملی تھی مگر......؟ اس عظیم صحابی رسول ﷺ نے جب وفات پائی تو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو لحد میں اتارا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی......! حضرت علی رضی اللہ عنہ گویا ہوئے: اے عبدالرحمٰن! تو نے کھرے حاصل کیے اور کھوٹے مسترد کر دیئے......! اللہ کی رحمتیں ہوں ان پر رضی اللہ عنہ و رضو عنہ......!!!

اس روئے زمین پر صحابہ کرام کی جماعت وہ جماعت ہے کہ جس جیسی جماعت پہلے آئی نہ تا قیامت آئے گی...... یہ وہ عظیم لوگ تھے جنہیں خالق کائنات نے خود تقویٰ والے، فلاح پانے والے، ایمان والے اور حزب اللہ کہا ہے......!

اور مسلمانوں کو بھی بتلا دیا ہے:

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

"پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔"

(البقرہ: 137)

جنہوں نے اپنی دنیا کو خیر باد کہہ کر آخرت کے سودے کر لیے تھے...... یہ وہ عظیم ہیرے تھے جنہیں رب کائنات نے چن چن کر اپنے نبی ﷺ کا ساتھ بخشا تھا......!

ان کی راہیں کامیابی کی راہیں تھیں۔ تبھی کامیابی والی راہ دکھلاتے ہوئے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

ما انا علیہ و اصحابہ......

اللہ سبحان و تعالیٰ ہمیں بھی ان روشن و کامیاب نقوش کی پیروی کی توفیق بخشے (آمین)

(جویریہ بتول، چکوال)

لقمے میں برکت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: بلاشبہ شیطان تمہارے کاموں کے وقت حاضر ہوتا ہے، یہاں تک کہ کھانے کے وقت بھی حاضر ہوتا ہے جب تم میں سے کسی شخص کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ اسے صاف کر کے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور جب کھانے سے فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیاں چاٹ لے کیونکہ اسے معلوم نہیں کھانے کے کس لقمے میں برکت ہے۔ (مسلم)

(نائلہ رفیق، فائزہ حسن۔طیبہ ماڈل سکول مستووال)

سلام کرنے کے آداب

☆ سلام کرنے میں پہل کریں۔

☆ کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔

☆ سلام کہنے والا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

☆ جسے جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں سب کو سلام کریں۔

☆ چھوٹے بچے بڑوں کو سلام کریں۔

☆ چلنے والے لوگ بیٹھنے والے لوگوں کو سلام کریں۔

☆ سواری والے لوگ پیدل چلنے والوں کو سلام کریں۔

☆ سلام کا جواب دینے والا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبراکاتہ کہے۔

(مطیعہ اکرم۔گوجرانوالہ)

گلدستہ روضہ

تعجب ہے

☆ اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

☆ اس پر جو دنیا فانی کو جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔

☆ اس پر جو تقدیر کو پہچانتا ہے اور پھر جانے والی چیز کا غم کرتا ہے۔

☆ اس کو جو دوزخ کو حق جانتا ہے اور پھر گناہ کرتا ہے۔

☆ اس پر جو جنت پر ایمان رکھتا ہے اور پھر دنیا کے ساتھ آرام پکڑتا ہے۔

☆ اس پر جو شیطان کو دشمن جانتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرتا ہے۔

(عبدالرؤف مجاہد، عبدالصبور مجاہد۔قصور)

ایک دلچسپ اور مفید قصہ

معاویہ بن حکیم سلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی جو احد پہاڑ اور جوانیہ جگہ کے آس پاس بکریاں چرایا کرتی تھی۔ ایک دن میں بھی ادھر آنکلا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھیڑیا آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا۔ میں بھی بنی آدم میں سے ایک شخص تھا لوگوں کی طرح میرے اندر بھی غصہ تھا۔ میں سے دبا نہ سکا اور اسے ایک تھپڑ مار دیا۔ پھر مجھے افسوس لاحق ہوا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور یہ قصہ سنا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بہت ظلم خیال کیا کہ تو نے اس بیچاری پر ظلم کیا ہے۔ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں اسے آزاد کردوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے میرے پاس لے کر آ۔ جب وہ آئی تو آپ نے اس سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا: آسمان میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا: میں کون ہوں؟ تو وہ کہنے لگی: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ اسے آزاد کر دے۔ یہ مومنہ عورت ہے۔ (مسلم، ابوداؤد)

(اخت ابتسام ساجد جنجوعہ۔نوکھر اڈا)

ایک یہودی عالم کا عجیب سوال

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم یہ لکھا پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو اپنی ایک انگلی پہ رکھ لے گا اور سب زمینوں کو ایک انگلی پر اور درختوں کو ایک انگلی پر پانی اور مٹی کو ایک انگلی پر اور باقی تمام مخلوق کو ایک انگلی پر رکھ لے گا۔ پھر فرمائے گا میں ہی سب کا مالک اور سچا بادشاہ ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہودی عالم کی یہ سچی بات سن کر کھل کر ہنس دیئے یہاں تک کے آپ کے مسوڑھے ظاہر ہوگئے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسند احمد ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودی کی زبان سے یہ درست کلمات سن کر ہنسے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتری۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ. (الزمر آیت:67)

(صائمہ غفار۔ارزانی پور)

آپ رضی اللہ عنہ اپنی خداداد قابلیت اور نور ایمان کی بدولت دیکھ لیا تھا کہ فلک شگاف عمارتوں اور گنجان آباد شہروں کی وجہ سے انسانیت کرب واذیت میں مبتلا ہو جائے گی۔ آج کثیر المنزلہ عمارتوں کی وجہ سے شہروں کا جو حال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی فراست کی وجہ سے چودہ سو سال پہلے ہی اس کے بارے میں جان گئے تھے۔

(محمد عثمان اسلم۔ چیچہ وطنی)

رسول اللہ ﷺ کی مسکراہٹیں

حضرت قیاس رضی اللہ عنہ کا لڑکا فوت ہوگیا تو وہ اس قدر بدحواس ہوگئیں کہ بیٹے کو غسل دینے والے سے کہنے لگیں کہ میرے بیٹے کو ٹھنڈے سے پانی سے غسل نہ دینا ورنہ یہ مرجائے گا۔

نبی ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو مسکرائے اور ان کی طویل عمر کی دعا فرمائی۔ پس انہوں نے تمام عورتوں سے زیادہ لمبی عمر پائی۔ (سنن نسائی)

(اسماء طیبہ سلیم۔ طیبہ ماڈل سکول ارزانی پور)

حمد

تو رحیم ہے تو کریم ہے
تیری ذات رب کریم ہے
تو ہی بے نشان تو ہے ذیشان
تیری ذات سب سے کریم ہے
میں غلام ہوں تو ہے بادشاہ
تیری سلطنت میں میرا امکان
میں محتاج ہوں تو غنی سدا
تیری ذات رب جلیل ہے
میں عبد ہوں تو میرا رب ہے
تیرا وجود ہے میرا آسرا
میں گناہ گار ہوں تو غفور ہے
تیری ذات سب پہ رحیم ہے

(ایمان)

جنگ موتہ کے کمانڈر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موتہ کی جنگ میں اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مجاہدین کا کمانڈر بنایا اور پھر فرمایا: اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ عنہ اور اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کمان سنبھال لیں۔

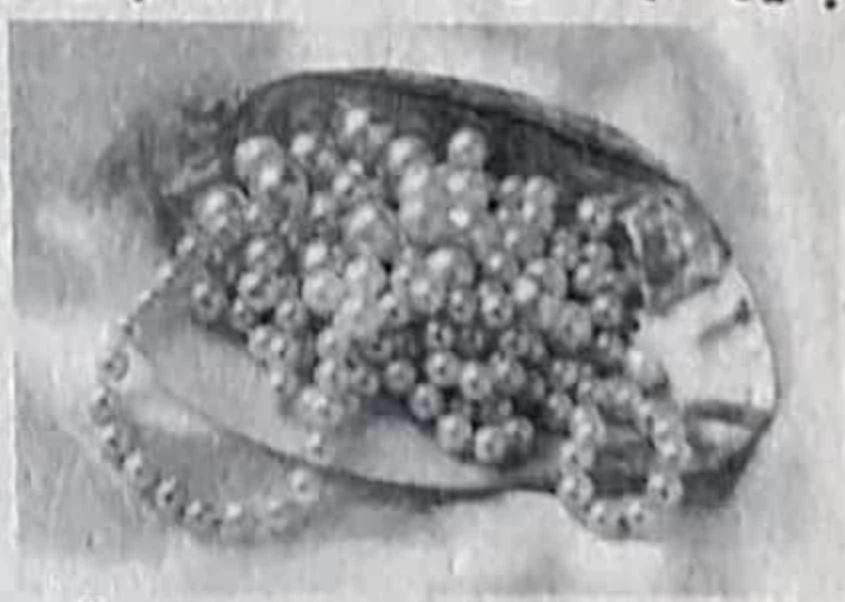

پیارے بچو! موتہ کا علاقہ اردن میں واقع ہے۔ شام کا علاقہ جو آج کئی ملکوں میں منقسم ہے۔ ان سب کے مجموعہ کو شام کہا جاتا تھا۔ لبنان فلسطین اور اسرائیل سب شام ہی کے خطے میں تھے۔ مگر آج شام کا ملک وہی ہے جس کا دارالحکومت دمشق ہے۔ الغرض اس سارے علاقے میں اس دور کی عیسائی سپر پاور حکمران تھی۔ ان میں سے کئی خود عیسائی تھے۔ یہ حکمران عرب کے مشرقوں اور خیبر کے یہودیوں کی مسلمانوں کے خلاف مدد کیا کرتے تھے۔

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ موتہ میں جنگ کے روز حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو میں ان کے پاس کھڑا ہوگیا۔ زخموں کی گنتی شروع کی تو میں نے ان کے جسم پر نیزوں اور تلواروں کے پچاس زخم شمار کیے۔ حیرانگی کی بات یہ تھی کہ زخم کا کوئی بھی نشان ان کی کمر پر نہ تھا۔ (صحیح بخاری: 4621) دوسری روایت کے مطابق جب تیروں کے زخموں کو بھی شامل کیا گیا تو ان کی تعداد نوے ہوگئی۔ نیزوں اور تلواروں کے پچاس خم سینے پر تھے۔

(بخاری کتاب المغازی)

(دانیہ محسن)

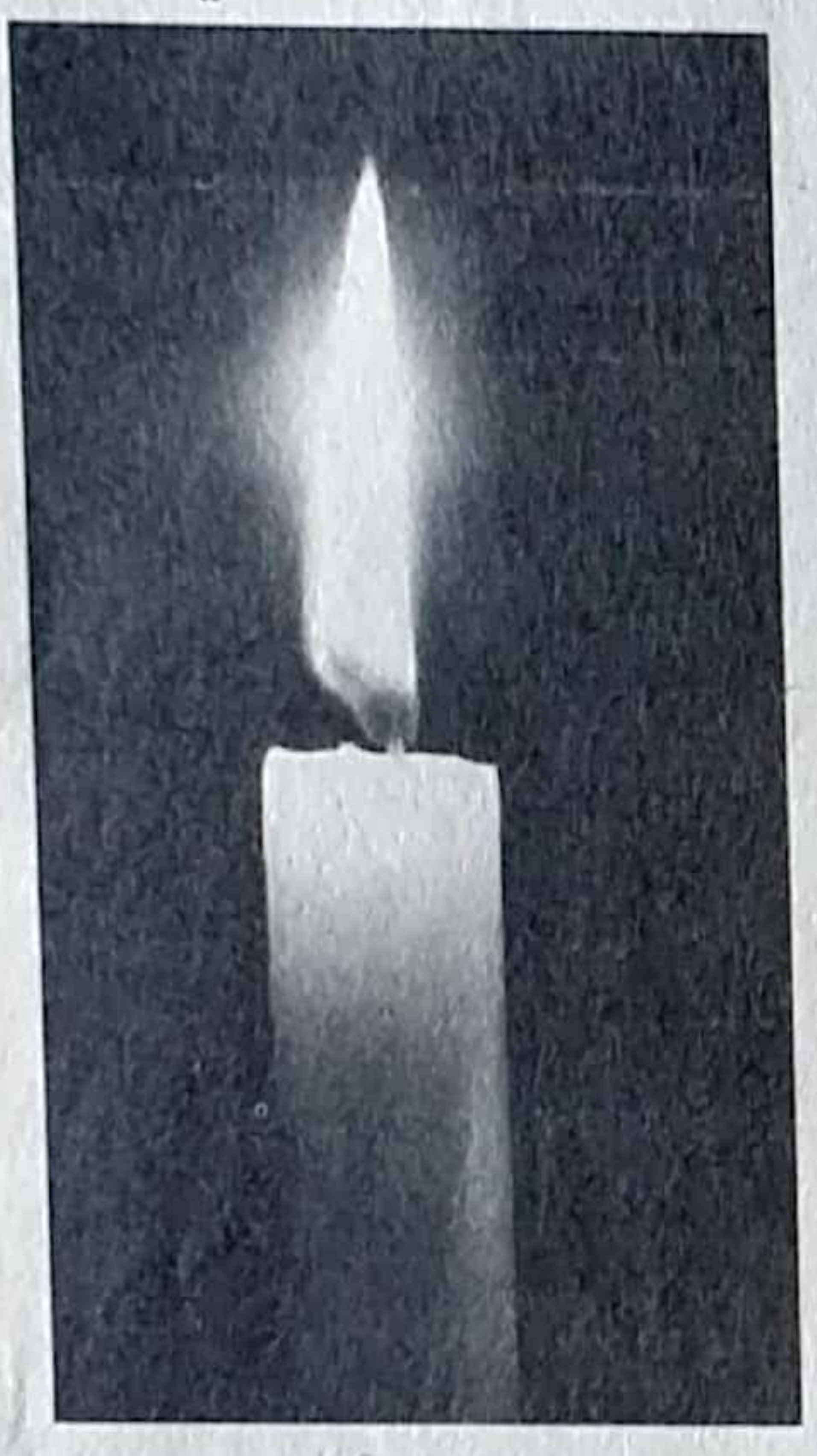

پسندیدہ اشعار

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ہے
ورنہ ہر عروج میں پنہاں زوال ہے
(مریم بتول۔ چکوال)

☆......☆......☆

وہ نبیوں میں نبی ﷺ ایسے کہ امام الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسین ایسے کے محبوب خدا ٹھہرے!

☆......☆......☆

آواز محمد ﷺ کا اثر کبھی کم نہ ہوگا
تھک جائے گا یہ سورج سفر ختم نہ ہوگا
(جویریہ بتول۔ چکوال)

☆......☆......☆

کہیں دھرتے نہاتی ہے لہو دریا کی موجوں سے
کہیں بارود کی بارش ہے انسانی ریاست پر
ستارے اشک بن کے بٹ گئے معصوم بچوں میں
فرشتے ہنس رہے ہیں ابن آدم کی سیاست پر
(حمیرا عبدالحمید۔ لاہور)

انوکھا ہوا باز

عبدالرحمن

گولیوں کی گھن گرج میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ اس کے ساتھ جہازوں کی خوفناک گڑگڑاہٹ بھی دل دہلا رہی تھی۔ یہ جہاز گولیوں اور میزائلوں سے لیس تھے۔

یہ پائلٹ ابھی نوجوان ہی تھے کہ اعلیٰ حکام کی جانب سے ان کی ذمہ داری سرگودھا ائربیس پر لگائی گئی تھی۔ دشمنوں کے حملوں سے پاک سرزمین کا دفاع کرنا اس نوجوان کی ذمہ داری تھی جس کے حوصلے جوان اور عزم بلند تھا۔

دشمن نے رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاک سرزمین پر حملہ کردیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ مقابل خواب غفلت کی نیند سو رہے ہوں گے لہٰذا آسانی سے علاقوں پر علاقے فتح کرتا جائے گا اور اپنی کامیابی کا جھنڈا گاڑ دے گا لیکن دشمن کا یہ خواب محض خواب ہی رہا۔ اسے ایسا منہ توڑ جواب ملا کہ نانی یاد آگئی۔ یہ نوجوان بھی انہیں سرفروشوں میں تھا کہ جنہوں نے دفاع وطن کا عزم کررکھا تھا۔ اپنے اس عزم کو پایہ تکمیل پہنچانے کے لیے یہ نوجوان اب جلد سے جلد اپنے تیارے میں سوار ہوکر دشمن کے طیاروں کو زمین پر گرا دینا چاہتا تھا۔ اس کو علم تھا کہ اس کا طیارہ پرانے ماڈل کا ہے اور پرانی ٹیکنالوجی کا حامل ہے جبکہ دشمن کے پاس جدید طیارے ہیں۔ ان نوجوانوں کے پاس طیاروں کی تعداد بھی بہت کم ہے۔ دشمن کے پاس ان کے مقابلے میں پانچ گنا طیارے ہیں لیکن یہاں عدد کا خیال کس کو تھا۔ بقول شاعر:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

یہ اعداد و شمار پہ بھروسا کرنا تو کافروں کا شیوہ ہے۔ مسلمانوں کو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ ان پر بھروسہ کریں بلکہ وہ تو اپنے اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنے ایمان کی طاقت سے دشمن سے ٹکرا جاتے ہیں۔

انہی خیالات کے ساتھ یہ نوجوان پائلٹ بھی تیزی کے ساتھ اپنے طیارے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ جلد از جلد اس طیارے میں سوار ہو جو بھلے پرانا بھی ہے لیکن اس کی مدد سے دشمن کو نیست و نابود کردے۔

طیارے میں سوار ہوتے ہی طیارہ فضا میں اڑا تو فضا میں اس وقت دشمن کے طیاروں کی بھرمار تھی۔ یہ بظاہر بڑے خوفناک اور جدید ترین اسلحے سے لیس تھے لیکن اس نوجوان کے حوصلوں میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ جونہی دشمن کے طیاروں کی نظر اس طیارے پر پڑی تو انہوں نے اس کو گھیر لیا۔ دھڑا دھڑ اس پر وار ہونے لگے۔ اس کو ہر صورت گرائے جانے اور تباہ کئے جانے کی کوششیں ہونے لگیں۔ لیکن یہ نوجوان بھی بہت تیز رفتار اور ہوشیار پائلٹ تھا۔ اس نے ہر وار کا کامیابی سے دفاع کیا۔ پھر جب اس نے خود وار کیا تو پلک جھپکتے میں فضا میں موجود طیارے تباہ ہو چکے تھے اور زمین پر خاک چاٹ رہے تھے۔ جبکہ دیگر تین طیارے بھی بری طرح متاثر ہو چکے تھے۔ فضا اب دشمن کے طیاروں سے پاک ہو چکی تھی۔ پانچ طیاروں میں سے دو تباہ ہو چکے تھے جبکہ تین متاثر ہوئے تھے اور واپس چلے گئے تھے۔

لیکن خطرہ اب ٹلا نہیں تھا۔ ابھی تک جنگ جاری تھی۔ مزید دشمن کے طیارے کسی بھی وقت آسکتے تھے لہٰذا اب ہر وقت چوکنا رہنا تھا۔

جنگ کا ایک دن گزر گیا تھا۔ دشمن جو پہلے اپنی پوری پوری قوت صرف نہیں کررہا تھا لیکن اب اپنی پوری قوت سے ٹوٹ پڑا تھا۔ وہ ہر صورت میں اپنی بچی کھچی عزت بچانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے تمام وسائل جنگ میں جھونک دیے تھے۔ لہٰذا آج تو مقابلہ پہلے سے بھی زیادہ سخت تھا۔ لیکن اس نوجوان کے حوصلے تھے کہ ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

آج پھر دشمن کے طیاروں کا ایک پورا اسکواڈرن فضا میں تھا اور پاک سرزمین تباہ کرنے کے ناپاک عزائم لیے ہوئے تھا۔ اس کا طیارہ فضا میں جونہی بلند ہوا پھر اسے گھیر لیا گیا۔

دشمن آج صرف تباہ کرنے کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اسے کل کا زخم بھی یاد تھا کہ کس کہ کس طرح لمحوں میں اس کے دو قیمتی طیارے تباہ اور تین جزوی تباہ ہوئے تھے۔ لہٰذا دشمن طیاروں کا غصہ دیدنی تھا وہ ہر صورت اپنے تباہ شدہ طیاروں کا انتقام لینا چاہتے تھے۔

لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ مقابل میں جو پائلٹ ہے وہ کس قدر ہوشیار ہے۔ اس کے علاوہ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایمان کو دولت سے مالا مال ہے کہ جس سے دشمن محروم ہے۔ یہی ایمان کی دولت اس کی سب سے بڑی طاقت تھی۔ اس طاقت کے سبب وہ آج دوبارہ دشمن کے مقابلے میں سینہ تان کر کھڑا تھا۔

آج جب اس کے طیارے نے حملہ کیا تو ایک منٹ سے بھی کم وقت میں دشمن کے پانچ طیارے زمین کی خاک چاٹ رہے تھے جبکہ اگلے کچھ منٹوں میں ایک اور طیارہ بھی تباہ ہو چکا تھا۔

یہ نوجوان سرخرو ہو چکا تھا۔ اس کا نام تاریخ میں ایم ایم عالم کے نام سے یاد رکھا گیا۔ یہ قوم کا بہادر سپوت 78 سال کی عمر میں وفات پا چکا ہے۔ 1965ء کی جنگ کے اس ہیرو کو تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔

حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت سہل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ کے مشہور قبیلہ اوس کے ساتھ تھا۔ یہ بہت حسین وجمیل تھے۔ اپنے بھائی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ واقعہ ہجرت سے پہلے معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے متاثر ہوکر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ غزوہ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے دفاع کا اعزاز حاصل کیا۔ میدان احد میں دشمن کی طرف سے آنے والے تیروں کو روکنے اوران پران کی طرف سے جوابی تیروں کی بوچھاڑ نے دیکھنے والوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف سے مجاہدانہ کردار دیکھ کر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: یہ دیکھو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کیسی جوانمردی سے تیراندازی کر رہا ہے۔ اس کو تیر پکڑاتے چلے جاؤ تاکہ یہ دشمن پر برساتا رہے۔ وہ جنگ کے اختتام پر دشمن کی طرف تیر برساتے رہے۔ ہجرت کے بعد رسول اقدس ﷺ مہاجرین و انصار کے درمیان جب مواخات کا نظام قائم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت سہل کا بھائی بنا دیا گیا۔ حضرت سہل بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سیلاب کے پانی سے غسل فرمایا جس سے مجھے بخار ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب میرے بیمار ہونے کا پتہ چلا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ابوثابت سے کہو کہ وہ اللہ کی راہ میں صدقہ کرے۔ ابوثابت حضرت سہل کی کنیت تھی۔ ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے میرے ابا جان کی طرف دیکھا کہ وہ غسل فرما رہے تھے ان جیسا حسین وجمیل جسم کسی نے آج تک کسی کا نہیں دیکھا۔ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ ابا جان غش کھا کر گر گئے۔ آپ کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ عرض کی گئی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ سہل بن حنیف بیہوش ہوگئے ہیں۔ ان کے لیے کچھ کریں یہ سر نہیں اٹھاتے۔ آپ نے دریافت کیا آپ حضرات کا کسی پر الزام ہے کہیں کسی کی نظر تو نہیں لگی؟ انہوں نے کہا ہاں رسول اللہ ﷺ ہمیں شک ہے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی اسے نظر لگی ہے کیونکہ اس نے ان کے جسم کی طرف دیکھتے ہی بے ساختہ کہا: کہ میں نے آج تک اس جیسا حسین وجمیل نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے عامر بن ربیعہ کو بلایا۔ اس پر ناراضگی کا اظہر فرماتے ہوئے فرمایا: آپ لوگ اپنے بھائی کو اس طرح اذیت پہنچانے سے باز کیوں نہیں آتے۔ آپ کا فرض تھا کہ اسے دیکھتے ہی اس کے لیے برکت کی دعا کرتے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وضو کر کے پانی کے چھینٹے سہل رضی اللہ عنہ پر چھڑکو۔ اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسے ہی کیا، بدن پر چھینٹے پڑتے ہی حضرت سہل رضی اللہ عنہ ہوش میں آگئے اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے ان کی تیراندازی دیکھ کر فرمایا تھا سہل کو تیر پکڑاؤ آج وہ واقعی سہل ہے۔

حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا گورنر نامزد کیا۔ لیکن یہ بہت کم وقت تک اس عہدے پر فائض رہے۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ بلایا۔ جنگ جمل میں حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شرکت کی۔ جنگ کے اختتام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کی جگہ شام کا گورنر نامزد کرکے بھیجا۔ چونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرزمین شام پر عرصہ دراز سے حکومت کرتے چلے آرہے تھے وہاں کے داخلی حالات ان کے حق میں سازگار تھے لہٰذا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کرنے کا حکم فرمایا تو انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا حکم ماننے سے انکار کردیا۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ کو ان کی جگہ نامزد کرکے شام روانہ کیا وہ شام کے سرحدی علاقے کے مقام تبوک تک پہنچے تو حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کی فوج کا راستہ روک لیا اور انہیں سمجھا بجھا کر واپس بھیجا۔ اس طرح یہ دمشق میں داخل نہ ہوسکے اور واپس کوفہ پہنچ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے انہیں کوفہ کا گورنر مقرر فرما دیا۔

حضرت علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ عرصہ انہیں ایران کا گورنر بھی نامزد فرمایا لیکن یہ ایرانیوں کو اپنے قابو میں نہ لا سکے۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ انصاری نے 38 ہجری میں کوفی میں وفات پائی۔

(بحوالہ: حکمران صحابہ)

(انتخاب: حافظ صہیب عاصم۔ گوجرانوالہ)

خوش نویس بنئے

بشکریہ
رہنمائے خوشنویسی
از ایم ایم صابری

ہمزہ کی تین شکلیں ہیں۔
۱۔ ع کا سرا بمعہ گردن دو قط۔
۲۔ سیدھی اُلٹی صُورت لفظ ی (یا)
۳۔ قلم کی نوک سے اُلٹی سیدھی رے کو ملا کر۔

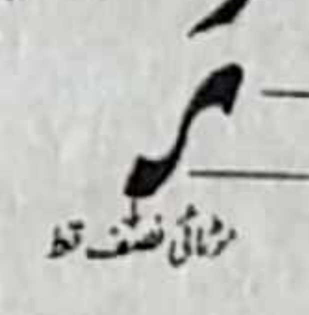

سرِ یا ترچھے قط سے شروع کریں اور بتدریج گھٹاتے جائیں۔ یہاں تک کہ نوک بن جائے۔ اس کے بعد ایک نقطۂ مدور لگائیں، بعدۂ دائرہ بنائیں۔
سرِ یا دو قط اور نقطۂ مدور کے بیچ میں سے آخر چڑھاؤ تک ۳ قط ہوں۔

یا کا دائرہ ۳ قط کا بنائیں۔

یا کا سرا پاؤ قط سے شروع کریں۔

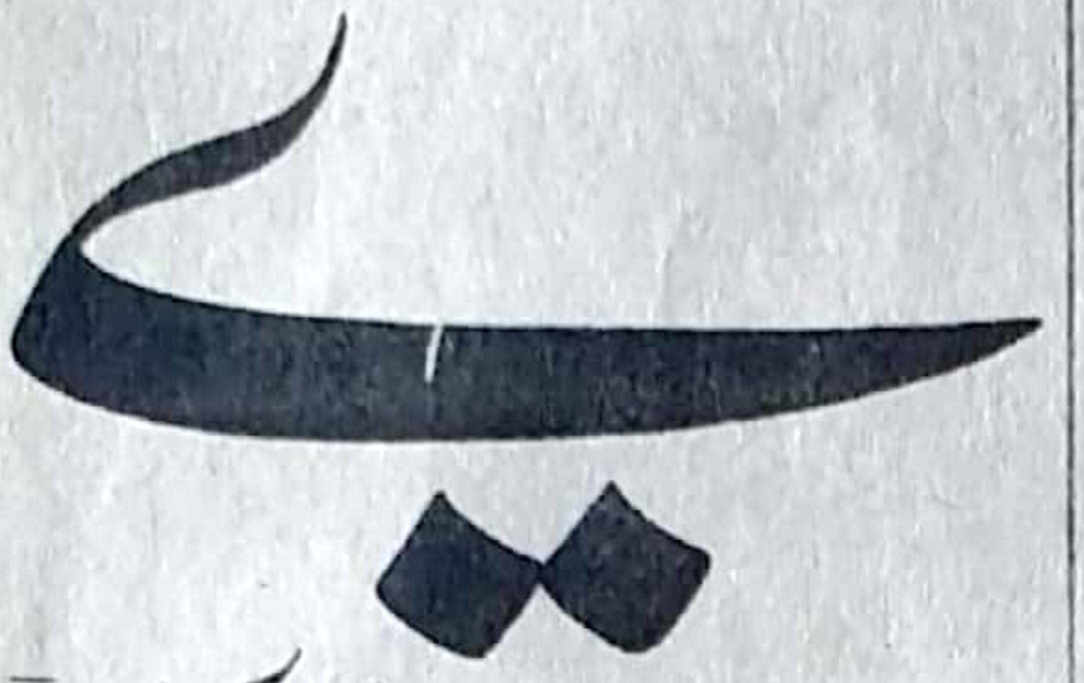

یائے مجہول کا سرا رے افتادہ دو قط ( ) بعدہ مد گیارہ قط پڑی اور آخر میں نوک لگائیں۔ اس طرح کہ بے کا سرا لگا دیں تو پوری بے معلوم ہو۔
یائے مجہول مثل بے کے دراز اور چھوٹی بھی ہوتی ہے۔

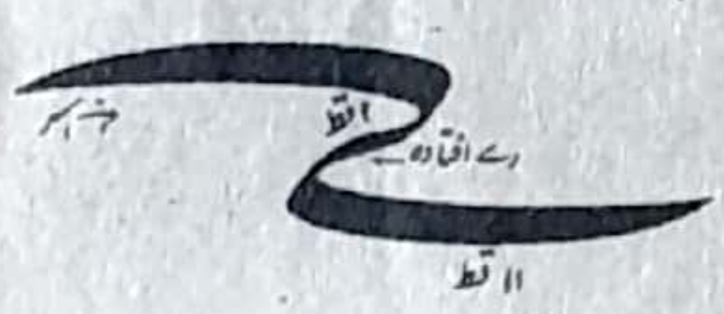

بوجھو تو جانیں

اسلام، کامیابی، نصیحت
جہاد، دنیا، امن، ظلم، نجات

ا	ج	ا	م	ن	ج	ا	ت
ی	ہ	ی	ت	ص	ص	ہ	ج
ک	ا	م	ی	ا	ب	ی	ی
ت	د	س	ن	ص	ی	ح	ت
ہ	ن	م	ل	ج	ا	م	ا
د	ی	ا	ت	ا	ج	م	ص
ج	ا	ت	ظ	ل	م	ص	ہ

حدثنا

امام ترمذی رحمہ اللہ

یہ 209 ہجری کا سال تھا۔خراسان علم و ادب کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔دریائے جیحوں کے کنارے واقع اس شہر میں جہاں کبھی مجاہدین اسلام کے لشکر پڑاؤ کیا کرتے تھے ان کے گھوڑے اس دریا سے پانی پیا کرتے تھے اور مجاہدین اپنے منہ دھویا کرتے تھے۔ وہاں ان دنوں اس شہر میں حدیث کے علم کا شہرہ تھا۔خراسان کے تمام شہروں اور دیہاتوں کے علاوہ دور دراز سے حدیث کا علم سیکھنے والے طالبعلم اس شہر کا رخ کیا کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ جب اس علاقے میں امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔لوگ ان کے حافظے کی شہرت سن کر ان کے پاس علم حاصل کرنے آتے تھے۔

ترمذ شہر میں پیدا ہونے والے ابوعیسیٰ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو اس وقت یہ شہر علم حدیث میں تو شہرت رکھتا ہی تھا تاہم محدثین کی محنتوں سے خراسان کے اس شہر کے علاوہ عراق حجاز اور شام اور مصر کے علاقوں میں بھی علم حدیث کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں لیکن چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ ان دنوں شہرتوں کی بلندیوں پر تھے۔ان جیسا حدیث کا عالم ان تمام علاقوں میں کوئی نہ تھا۔ اس لیے ابوعیسیٰ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کرنے کی ٹھانی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ ایک ایسے عالم ہیں کہ جن کے شاگرد ہونے پر اس کے استاد اور استاد ہونے پر ان کے شاگرد فخر محسوس کرتے تھے۔

کیوں ناں! اس شخص کی شاگردی اختیار کی جائے......؟ اس سوچ کے آتے ہی ابوعیسیٰ بھی امام محمد بن اسماعیل رحمہ اللہ کے پاس گئے اور خود کو علم حدیث کے لیے ان کے سپرد کر دیا۔

ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ امام بخاری کے ہونہار طالبعلموں میں سے تھے۔ ان کا حافظہ بلا کا تھا اور احادیث سے مسائل نکالنے میں انہیں بڑی مہارت تھی۔اگرچہ ابوعیسیٰ رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ بھی بہت سے اساتذہ سے فائدہ کیا جن میں امام مسلم رحمہ اللہ اور امام ابی داؤد رحمہ اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ تاہم انہوں نے حصول علم حدیث کے لیے زیادہ تر وقت امام بخاری کی صحبت میں گزارا۔انہیں احادیث حاصل کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ وہ اپنے ہم عمر طلبا میں سب سے آگے ہوتے۔ درس کا وقت قریب آتے ہی اپنے استاد کے قریب ترین جگہ پر بیٹھتے اور درس کو غور سے سنتے۔ حدیث حفظ کرتے اور پھر حدیث سے متعلق کچھ بھی شک ہوتا تو اس پر بحث فرماتے۔ امام بخاری رحمہ اللہ بھی امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کے استاد ہونے پر فخر محسوس کرتے تھے۔ ایک شاگرد کے لیے یہ بہت بڑی خوش قسمتی کی بات ہے اور بڑے فخر کا مقام ہے کہ اس کا استاد اس سے روایت لے کر حدیث بیان کرے یا نقل کرے۔ یہ اعجاز بھی امام ترمذی رحمہ اللہ کو حاصل تھا۔ ان کے نامور استاد جنہیں امام المحدثین کا لقب ملا یعنی امام بخاری رحمہ اللہ، انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد سے دو احادیث نقل کیں۔ امام ترمذی نے احادیث کا علم ایک استاد سے یا ایک جگہ بیٹھ کر حاصل نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے ذخیرہ احادیث کے لیے بہت طویل سفر بھی کیے۔ وہ خود آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے تھے۔ اس زمانے میں سفر کرنا انتہائی دشوار تھا۔ پھر اس زمانے میں گدھے یا اونٹ کی سواری ہی میسر تھی اور سفر میں بھی کئی روز گزر جاتے تھے۔ لیکن ان سب تکالیف کے باوجود بھی امام ترمذی نے بہت سے علاقوں کے سفر کئے اور احادیث جمع کیں۔ انہیں جب علم ہوتا کہ فلاں علاقے میں حدیث کا علم رکھنے والا موجود ہے تو وہ رخت سفر باندھتے اور نکل پڑتے۔ انہوں نے حدیث کے حصول کے لیے ہی ترمذ کے شہر سے بخارا کا سفر کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ بہت زیادہ ذہین اور فطین تھے۔ اس سلسلے میں آپ کے کئی واقعات مؤرخین نے اپنی کتاب میں نقل فرمائے ہیں۔ آپ کی ذہانت کا اندازہ اس واقعے سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے خود نقل کیا ہے۔ کہتے ہیں مجھے سفر حج کے دوران ایک محدث کا علم ہوا جن سے میں نے پہلے دو صحیفے لیے تھے۔ میں ان کے پاس چلا گیا۔ لیکن میرے پاس وہ دونوں صحیفے اس سفر میں موجود نہ تھے۔ اس لیے میں کچھ صاف کاغذ لے کر حضرت محدث کی خدمت میں پہنچا، وہ حدیثیں پڑھتے چلے گئے اور میں کاغذ پر انگلی پھیرتا چلا گیا گویا میں لکھی ہوئی احادیث کے ساتھ موازنہ کر رہا ہوں۔ حضرت محدث نے جب حدیث مکمل کی تو ان کو معلوم ہوا کہ میرے لکھے ہوئے کاغذات کتابت اور تحریر سے خالی ہیں۔ اس پر وہ غصے میں فرمانے لگے: آپ نے میرا وقت ضائع کیا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے تمام احادیث بحمد اللہ یاد ہیں۔ حضرت محدث نے بطور امتحان اور چالیس احادیث فرمائیں۔ محدث وقت آپ کی اس غیر معمولی ذہانت پر حیران رہ گئے اور فرمانے لگے (ما رأیت مثلک) میں نے تم جیسا کوئی اور نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے امام ترمذی کو بہت سی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ظاہری حسن و جمال سے بھی نواز رکھا تھا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں کہ امام ترمذی میانہ قد، خوبصورت جسم اور مضبوط بدن کے مالک تھے۔ چہرہ انتہائی روشن اور سرخ و سفید رنگ تھا۔ آپ طبعاً نہایت نفاست پسند تھے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے درس و تدریس کی مسند پر قدم جمایا تو ان کے شاگردوں کی تعداد چند دنوں میں ہی سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ وہ درس کے لیے تشریف لاتے تو شاگردوں سے حلقہ بھرا ہوتا۔ مفتاح الجناح نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ امام ترمذی کے شاگردوں کی تعداد شمار سے کہیں زیادہ ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ جب میں اپنی کتاب ''جامع ترمذی'' لکھ کر فارغ ہوا تو میں نے بہت سے ممالک کے علماء کرام کو دکھایا۔ سب نے اسے بہت پسند کیا اس طرح اس کی شہرت دور دور پھیل گئی۔

امام ترمذی کی کتاب ''جامع ترمذی'' کی انہی خوبیوں کی وجہ سے اندلس کے علماء کرام نے نہایت ہی شاندار شعروں میں تعریف کی ہے، جن کا مفہوم یہ ہے۔

''کتاب ترمذی ایسی ہے جیسے علم کے باغات ہیں اور باغات کے پھول روشن ستاروں کی طرح ہیں۔ اس میں الفاظ کے ساتھ ساتھ ایسے آثار بیان کیے گئے ہیں جو نشانات کی طرح قائم ہے۔''

امام ترمذی کی وفات 17 رجب 276 ہجری میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ رحمہ اللہ پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے۔

(حمزہ حازم محمد عبداللہ۔ باغبان پورہ، لاہور)

فرضی قصے کہانیوں اور جھوٹے لطیفوں سے پاک بچوں کا میگزین

پندرہ روزہ

روضۃ الاطفال

لاہور پاکستان

97 17 جون 2011ء 14 رجب 1432ھ

حق کی تلاش

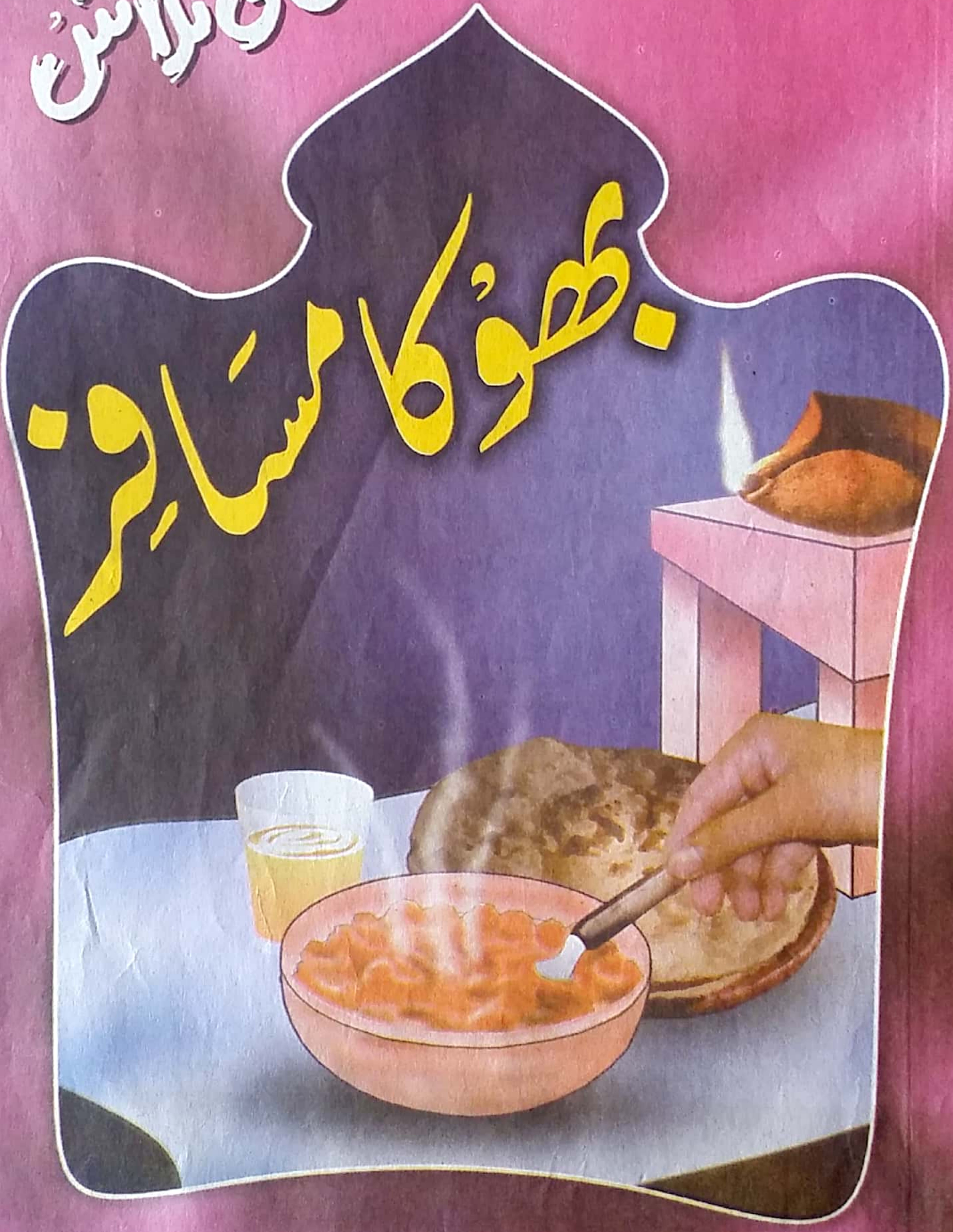

قیمت 5 روپے

فرمانِ الٰہی جل جلالہ

اللہ کی راہ میں خرچ

"جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں' پھر انہوں نے جو خرچ کیا اس کے پیچھے نہ کسی طرح کا احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچانا' ان کے لیے ان کا اجران کے رب کے پاس ہے اور ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور معاف کر دینا اس صدقے سے بہتر ہے، جس کے پیچھے کسی طرح کا تکلیف پہنچانا ہو اور اللہ بہت بے پرواہ بے حد بردبار ہے۔" (البقرہ:262)

(عثمان بن خالد مرجالوی۔ فیصل آباد)

حدیث نبوی ﷺ

برابر اجر

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی کو ہدایت کی طرف بلایا تو اس کو ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جتنا ہدایت کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا اور یہ اجر ان کے اجروں سے کچھ کمی نہیں کرے گا اور جو کسی کو گمراہی کی طرف بلائے گا تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بھی اتنا ہی وبال ہوگا جتنا برائی کی پیروی کرنے والوں کا ہوگا اور یہ ان کے گناہوں میں کچھ کمی نہیں کرے گا۔" (مسلم)

پہلی بات

پیارے بچو! وہ لوگ جو دانشور کہلاتے ہیں۔ انہیں لیڈر بھی کہا جاتا ہے۔ راہبر اور راہنما بھی قرار دیا جاتا ہے۔ قومی ہیروز بھی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے اکثر لوگوں سے اور عام لوگوں سے آپ نے سنا ہوگا۔ دھرتی ہماری ماں ہے۔ دھرتی ہندی زبان کا لفظ ہے اور ہندو دھرتی یعنی زمین کو "دھرتی ماتا" بھی کہتے ہیں یعنی زمین ان کی ماں ہے۔ ہندو لوگ اس کی پوجا بھی کرتے ہیں۔

میں سوچتا ہوں یہ ہندو لوگ جس کی پوجا کرتے ہیں اس پر چلتے بھی ہیں۔ اسے ہل چلا کر پھاڑتے بھی ہیں۔ اس پر گندگی بھی پھیلاتے ہیں۔ یہ کیسے پجاری ہیں جو اپنی دھرتی دیوی پہ اپنا وہ گند اور غلاظت پھینکتے ہیں جو ان کے جسم سے خارج ہوتا ہے...... ثابت ہوا یہ بے عقل اور جاہل لوگ ہیں۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے جب بعض مسلمان بھی زمین اور دھرتی کو ماں کہہ دیتے ہیں۔ وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ ہم مٹی سے بنے ہیں۔ مٹی سے نکلے ہیں' اس لیے یہ ہماری ماں ہے۔ میں کہتا ہوں پھر سخت پہاڑوں کو ابا بنالو...... نرم پہاڑوں کو تایا چاچا اور ماما بنالو کیا فضول باتیں ہیں جو بڑے بڑے سمجھدار لوگ کر جاتے ہیں۔

پیارے بچو! ماں ایک ہی ہے۔ زمین کوئی ماں نہیں ہے۔ یہ ظالم لوگ اصلی ماں کی قدر کم کرنے کے لیے زمین کو ماں کہہ دیتے ہیں۔ یہ زمین کے پجاری لوگ ہیں۔ یہ شرک بھی کرتے ہیں تو کس قدر گندہ شرک کرتے ہیں۔ جی ہاں! شرک ہوتا ہی گندہ ہے اور اس گندگی سے بچنا چاہیے۔

پیارے بچو! عقیدہ مضبوط بنالو۔ بخاری میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کعبہ کا طواف کرنے لگے تو حجر اسود کو مخاطب کر کے کہنے لگے:

"اللہ کی قسم! تو ایک پتھر ہے۔ نہ کوئی نفع دے سکتا ہے۔ نہ کوئی نقصان دے سکتا ہے اور اگر میں نے اللہ کے رسول کو نہ دیکھا ہوتا کہ آپ ﷺ تجھے چوم رہے ہیں تو تجھے بالکل نہ چومتا۔"

اللہ اللہ! یہ ہے مضبوط عقیدہ کہ حجر اسود جنت سے آیا۔ اسے حضرت محمد ﷺ نے چوما۔ کیا بات ہے اس کی عظمت کی مگر نفع و نقصان دینے کا اختیار صرف اللہ کو ہے۔ کسی پتھر' درخت' زمین کو نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا ہی مضبوط عقیدہ اور ایمان عطا فرمائے جیسا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔

(آمین)

والسلام

آپ کا **امیر بابا**

چیف ایڈیٹر: امیر بابا
ایڈیٹر: محمد الیاس حامد
خط و کتابت کیلئے: پی او بکس نمبر 102 جی پی او لاہور
ای میل: rozah313@gmail.com آفس: 042-37070857
فیکس نمبر: 042-37362863 ترسیل: 042-37150890

انوکھا مہر

نبیلہ خلیق ـ مرضی پورہ فیصل آباد

ابوطلحہ کو اپنے آپ پر بڑا اعتماد تھا۔ آج وہ ام سلیم ؓ کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ قدموں کی چال تو دھیمی دھیمی تھی مگر ذہن تیزی سے مختلف زاویوں سے سوچ رہا تھا۔ کیونکہ ابوطلحہ ام سلیم ؓ سے شادی کی رغبت رکھتے تھے۔ کچھ ہی روز پہلے انہیں معلوم ہوا تھا کہ ام سلیم ؓ کا خاوند فوت ہو چکا ہے اور وہ بیوہ ہوگئی ہیں۔ انہوں نے ام سلیم ؓ کے فضائل مناقب کے بارے میں سن رکھا تھا۔ چونکہ ام سلیم ؓ ایک پاکدامن' دانشمند' سلیقہ شعار اور حسین وجمیل خاتون تھیں۔ آج ابوطلحہ شادی کے ارادے سے ان کے گھر کی طرف پلٹے اور ساتھ ساتھ سوچتے بھی جا رہے تھے۔

ابوطلحہ چونکہ مالدار تھا۔ اس لیے وہ سوچ رہا تھا۔ اگر ام سلیم ؓ نے ان سے کتنے ہی مال کا مطالبہ کیوں نہ کیا میں اس مطالبے کو پورا کروں گا اور میں جوان رعنا ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں ہردلعزیز اور صاحب ثروت بھی ہوں۔ اس کے علاوہ بنو نجار کا شہسوار اور یثرب کا ماہر' تیز انداز بھی ہوں۔

ام سلیم ؓ کی بآسانی میرے سے شادی ہوجائے گی۔ پھر ابوطلحہ کو خیال آتا کہ ام سلیم ؓ تو اس مبلغ اسلام کی تبلیغ پر ایمان لا چکی ہے کہیں ان کا اسلام لانا اس راہ میں حائل نہ ہوجائے اور وہ مجھے مسترد نہ کردیں۔ پھر یہ سوچ کر وہ اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیتا۔ کہ ام سلیم کا پہلا خاوند بھی اپنے آباؤاجداد کے دین کا پیروکار تھا اور حضرت محمد ﷺ کی دعوت سے پہلوتہی اختیار کیے ہوئے تھا۔ یہ سوچتے سوچتے ابوطلحہ ام سلیم ؓ کے گھر پہنچ جاتا ہے۔

ابوطلحہ نے دوران گفتگو ام سلیم ؓ سے شادی کی پیشکش کی تو ام سلیم ؓ بولیں۔ ابوطلحہ تیرے جیسے شخص کو مسترد تو نہیں کیا جا سکتا لیکن میں تجھ سے ہرگز شادی نہیں کر سکتی کیونکہ تم کافر ہو۔ میرے اور تیرے درمیان اسلام کی دیوار حائل ہے۔ میرے لیے یہ مناسب ہی نہیں کہ میں کسی مشرک سے شادی کروں۔

ابوطلحہ نے ام سلیم ؓ سے کہا: اللہ کی قسم! میرا کافر ہونا تجھے مجھ سے شادی سے نہیں روکتا۔ بلکہ سونا چاندی تیری آنکھوں کو خیرہ کیے ہوئے ہیں۔ ابوطلحہ کی اس بات پر ام سلیم ؓ نے کیا جواب دیا:

یہ جواب اگر سونے کے پانی سے بھی لکھا جائے تو بھی حق ادا نہیں ہوگا۔ ام سلیم ؓ پیارے نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے والی صحابیہ' جنت کی طالب' اللہ کی رضا کی طلبگار' اسلام سے اپنے دل کی پیاس بجھانے والی صحابیہ' رسول اکرم ﷺ کے خادم ہونہار حضرت انس بن مالک ؓ کی والدہ ماجدہ نے کیا جواب دیا:

یقیناً آپ سوچ رہے ہوں گے: اس اللہ کی نیک بندی نے کیا جواب دیا' سنئے: پیارے نبی کریم ﷺ کی جانثار صحابیہ بولیں: ابوطلحہ تو غلط فہمی کا شکار ہے۔ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور تجھ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں۔ اگر تو اسلام قبول کرلے تو میں تیرے ساتھ شادی کرلوں گی اور تجھ سے سونے چاندی کا مطالبہ نہ کروں گی۔ بلکہ تیرا اسلام لانا ہی میرا حق مہر ہوگا۔

ابوطلحہ یہ سن کر سوچوں کے سمندر میں ڈوب گیا۔ ذہن فوراً اس عمدہ لکڑی سے تیار کروائے گئے بت کی طرف پلٹا۔ یہ بت صرف اسی کے لیے مخصوص تھا۔ ام سلیم ؓ نے ابوطلحہ کو گہری سوچوں میں غلطاں وپریشان دیکھا تو گرم لوہے پر ایک اور چوٹ لگائی۔ فرمانے لگیں:

ابوطلحہ تم جانتے نہیں جس معبود کی تم پوجا کرتے ہو وہ زمین کی پیداوار ہے تو ابوطلحہ بولا یقیناً ایسا ہی ہے۔ تو فرمانے لگیں: کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ درخت کے ایک ٹکڑے کو اپنا معبود بناتے ہو اور دوسرے ٹکڑے کو ایندھن بنا کر آگ سینکتے ہو۔ ابوطلحہ اگر تو مسلمان ہوجائے' اس پیغمبر دوجہاں ﷺ کا کلمہ پڑھ لے تو میں تجھ سے شادی کرلوں گی اور اسلام کے علاوہ کسی مہر کا تجھ سے مطالبہ نہیں کروں گی۔ یہ سن کر ابوطلحہ بولا مجھے ذرا سوچنے کا موقع دیجیے۔ پھر ابوطلحہ اپنے گھر چلا گیا۔ کچھ دیر غور وفکر کرنے کے بعد ام سلیم ؓ سے اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ دریافت کیا۔

تو ام سلیم ؓ نے فرمایا: پہلے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ اور پھر گھر جا کر اس بت کو پاش پاش کرکے باہر پھینک دو۔ یہ سن کر ابوطلحہ کا چہرہ کھل اٹھا اور باآواز بلند پکار اٹھے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ اور صحابہ کرام ؓ کی صف میں شامل ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت ام سلیم ؓ نے ابوطلحہ ؓ سے شادی کرلی۔ مسلمان کہا کرتے تھے ہم نے ام سلیم ؓ کے مہر سے بہتر مہر نہیں دیکھا۔

ابوطلحہ ؓ کا پورا نام ابوطلحہ زید ؓ بن سہل انصاری تھا۔ حضرت ابوطلحہ ؓ کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت گھر کر چکی تھی۔ اس دن سے حضرت ابوطلحہ ؓ اسلام کے جھنڈے تلے آگئے اور اپنی تمام تر طاقت اسلام کی سربلندی کے لیے صرف کرنے لگے۔

آپ ؓ ان ستر خوش نصیب اشخاص میں سے تھے جنہیں رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت عقبہ کا شرف حاصل ہوا تھا اور آپ ؓ ان بارہ نقیبوں میں سے تھے جنہیں رسول اکرم ﷺ نے یثرب میں آباد مسلمانوں کی حفاظت اور خدمت کے لیے امیر مقرر کیا تھا۔

آپ ؓ رسول اقدس ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت ابوطلحہ ؓ نے روزہ دار اور مجاہد کے روپ میں تمام زندگی بسر کی۔

جب موت آئی اس وقت بھی روزے کی حالت اور جہاد کے سفر پر تھے۔ حضرت ابوطلحہ ؓ رسول اکرم ﷺ کی وفات کے بعد تیس سال زندہ رہے۔ حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے ایک جنگ کے سلسلے میں بحری سفر اختیار کیا تو حضرت ابوطلحہ ؓ بھی ساتھ روانہ ہونے لگے تو بوڑھے باپ کو تیار ہوتا دیکھ کر بیٹے بولے ابا جان! آپ ؓ نے نبی کریم ﷺ' حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے ہمراہ بہت سی جنگیں لڑی ہیں' اب ہماری باری ہے۔ ہم آپ کی جانب سے جنگ کریں گے۔ تو فرمانے لگے اللہ کا ارشاد ہے:

"ہلکے اور بوجھل نکل کھڑے ہو اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔" (التوبہ)

اس نے ہم کو جہاد کا حکم دیا ہے۔ اس میں عمر کی کوئی قید نہیں۔ حضرت ابوطلحہ ؓ لشکر اسلام کے ساتھ سمندر کے وسط میں مصروف سفر تھے کہ شدید بیمار ہوگئے اور اسی سفر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مسلمان ابوطلحہ ؓ کی تدفین کے لیے کسی جزیرے کے متلاشی تھے کہ اسی طرح سات دن گزر گئے' ان سات دنوں میں حضرت ابوطلحہ ؓ کی لاش تروتازہ تھی' جیسے آرام کی نیند سو رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی آپ ؓ پر کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ آمین

جادو، جنات اور ہیری پوٹر کا تعاقب

سنہری دیوتا کے پجاری

مار یہ نقاش

میدان میں ہر طرف سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ اوپر پہاڑی چوٹی سے یا وادی کے بالائی حصہ سے دیکھنے سے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین پر ہر طرف سے انسانوں کا سمندر امڈ اچلا آ رہا ہے۔ شام ہونے والی تھی...... سورج کی سنہری کرنیں ماحول کو اور بھی طلسماتی بنا رہی تھیں۔ سورج ڈھلنا شروع ہوا تو ہلکے ہلکے ہیبت ناک مناظر برپا ہوتے محسوس ہونے لگے۔ انسانوں کے اس سمندر کی نظریں میدان میں اونچائی پر بنائے ہوئے چبوترے کی طرف اٹھی ہوئی تھیں......

چبوترے پر سونے سے بنایا گیا ایک گائے کا سنہری مجسمہ و بت سجایا گیا تھا۔ سورج کی سنہری شعاعیں اس پر پڑنے کے بعد مجمع کی طرف واپس پلٹ رہی تھیں اور ایک عجیب جادوئی مرعوب کن خوفناک منظر پیدا کر رہی تھیں۔ سورج کی روشنی میں گائے کا سنہری بت خوب چمک دمک رہا تھا۔ اچانک چبوترے پر کھڑا نقیب پکارا:

مقدس سنہری دیوتا کے پجاریو!...... خاموش ہو جاؤ اور باادب ہو کر ہمہ تن گوش کھڑے ہو جاؤ ...... ابھی آپ کا معبود ''مقدس سنہری دیوتا'' آپ سے کلام کرے گا۔ لہٰذا اس کی عبادت کر کے اسے خوش کرو اور ہر جگہ کامیابیاں حاصل کرو...... اس کے بعد چبوترے پر ایک عجیب خوفناک شکل وصورت والا بوڑھا ٹھگنا آدمی ظاہر ہوا۔ وہ ہر طرف پھیلے مجمع کی طرف دیکھ کر کہنے لگا:

سنہری دیوتا کے پجاریو!...... میں ہوں عظیم طاقت کا مالک، دیوتا کا پجاری...... ''سامری جادوگر''...... لیجیے انتظار کی گھڑیاں ختم، ابھی سنہری دیوتا آپ سے بات کریں گے......

پھر اس نے بت کی طرف بغور دیکھ کر اپنے ہاتھوں سے کچھ عجیب وغریب الٹے سیدھے اشارے کیے اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا...... یکدم گائے کے بت کے اندر سے آواز آنی شروع ہو گئی...... سامری جادوگر پوری شدت سے چیخا: پجاریو!...... تمہارا معبود تم سے ہمکلام ہے...... نگاہیں نیچی کر لو...... اور فوری سجدے میں گر جاؤ...... یہ پیغمبر خدا جناب موسیٰ علیہ السلام کا بھی رب ہے...... یہ سنتے ہی ساری مخلوق بت کے سامنے سجدے میں گر گئی۔ بہت تھوڑے سے لوگ سیدھے کھڑے رہے اور بت کے سامنے نہ جھکے اور نہ ہی سجدے میں گرے۔ اس بت سے ایسی بے معنی آوازیں آ رہی تھیں کہ کسی کو ان کی سمجھ نہ آ رہی تھی۔ سامری دوبارہ چلایا:

ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ سجدے میں گرے ہوئے تھے۔ اس خاموشی وسکوت کے عالم کو چیرتی ایک آواز ابھری:

اے پیغمبر خدا موسیٰ علیہ السلام کی قوم!...... غور سے سن لو! میں موسیٰ کا بھائی ہارون تم سے مخاطب ہوں۔ پیغمبر خدا جناب موسیٰ علیہ السلام آپ کی نگرانی وحفاظت کے لیے میری ہی ڈیوٹی لگا کر خدا سے ملاقات کے لیے گئے ہوئے ہیں۔ ہوش کرو تم کیا کر رہے ہو۔ تم اللہ تعالیٰ کی ذات کو چھوڑ کر ایک سونے کے بت کی پوجا کر رہے ہو۔ تم کس قدر احسان فراموش قوم ہو۔ تمہیں یاد نہیں کہ اللہ کریم نے ابھی چند دن قبل تمہیں فرعون کی قید سے نجات دلائی ہے اور اسے سمندر کے اندر غرق کر کے تم پر احسان عظیم کیا ہے۔ تمہیں یاد نہیں اللہ کریم نے تم سے ایک اچھا وعدہ کر رکھا ہے...... اگر تم نے اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا تو وہ تمہیں بہت بلند مقام ومرتبے، عہدے اور بادشاہت سے نوازے گا۔ اگر تم نے احسان فراموشی کی اور شرک کا ارتکاب کیا تو تمہارا انجام بھی فرعونوں کی طرح دردناک ہوگا۔

ہارون علیہ السلام کی تقریر سن کر لوگوں کے جھکے سر اوپر اٹھ گئے تھے اور وہ حیران تھے کہ کیا کریں؟ اتنے میں سامری چلایا......

لوگو! دیکھو یہ ہمارے معبود کی توہین کر رہا ہے۔ دیکھا ہمارا معبود ہم سے باتیں بھی کرتا ہے، ہماری سنتا بھی ہے۔ اگر یہ منکر لوگ باز نہ آئے تو ہم ان کو مار مار کر قتل کر ڈالیں گے۔

اب ہر طرف نعرے لگ رہے تھے، سنہری دیوتا زندہ آباد...... سنہری گائے کی جے...... نعروں سے کان پھٹ رہے تھے، کسی کو دوسرے کی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ اہل توحید اور موسیٰ علیہ السلام کے دین کے پیروکار یہ منظر دیکھ کر توحید سے محبت کی بنا پر پیچ وتاب کھا رہے تھے...... آخر کار وہ وہاں سے نکل آئے اور ان لوگوں سے علیحدہ ہو کر استغفار کرنے لگے۔

پیارے بچو!...... یہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی۔ جب اس قوم کو اللہ کریم نے نجات دلائی اور فرعونیوں کو سمندر میں غرق کر کے اس کی غلامی وقید سے نجات دی، تو موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو ان کا نگران بنا کر، اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے لیے کوہ طور (پہاڑ کی چوٹی) پر چلے گئے۔ وہاں تھوڑا عرصہ رہے...... اس دوران شیطان کے چیلے ایک جادوگر جس کا نام ''سامری'' تھا، نے قوم کو گمراہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔

اس نے قوم کے جاہل لوگوں سے سونا اور سونے کے زیورات کو اکٹھا کیا اور پھر اسے پگھلا کر ایک گائے کا بت بنا ڈالا۔ پھر یہ سونے کا بت نہایت چمکدار اور سنہری تھا۔ اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی کہ اگر عوام کو اکٹھا کر کے ان کے سامنے اس مجسمے کو پیش کیا جائے اور اس موقع پر اگر اس بت سے کسی طرح کی آواز نکل آئے اور عوام اسے سن لیں...... تو عوام کو بہت آسانی سے اس کی پوجا پر لگایا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ میں شیطان نے اس کی مدد کی۔ جب اس نے اس بت کو عوام کے سامنے پیش کیا تو شیطان نے مجسمے کے پیچھے سے آواز نکالی جسے عوام نے سنا، تو سامری نے فوری لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ دیکھو تمہارا معبود تم سے بات بھی کرتا ہے، اسی طرح سنتا بھی ہے۔ لہٰذا آج سے اس کی پوجا کرو۔ لوگ اس کی باتوں میں آ گئے اور اس کی پوجا کرنے لگے۔

پیارے مؤحد بچو!...... یہ سامری جادوگر اصل میں کون تھا؟ یہ دراصل ایک ایسی قوم کا فرد تھا جو گائے کی پوجا کرتی تھی۔ یہ کسی طرح مصر پہنچ گیا اور بنی اسرائیل میں شامل ہو گیا۔

اس نے منافقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظاہر یہ کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا ہے اور اللہ وحدہ لاشریک لہ کو ماننے والا بن گیا ہے۔ مگر اس کے دل میں نفاق تھا اور ایک منصوبہ تھا کہ کس طرح اس قوم کو اپنے دیوتا ومعبود ''گائے'' کی پوجا پر لگانا ہے۔ جب یہ قوم ہمارے دیوتا کی پوجا کرنے لگے گی تو ہر طرف ہمارے ہی مذہب کا بول بالا ہوگا اور ڈنکا بجے گا۔

جب پیغمبر خدا اپنی قوم سے علیحدہ ہوئے، اللہ کریم کے حکم سے اس سے گفتگو کرنے کے لیے مشہور پہاڑ طور پر گئے اور پیچھے ساری قوم کو اور اپنے بھائی کو بتا کر گئے کہ میں چند دنوں بعد واپس تم لوگوں میں اللہ کریم کے احکامات لے کر آ جاؤں گا۔ پھر ہم سب اللہ کریم سے ملنے والے احکامات کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ جب پیغمبر خدا قوم سے نکل گئے، اس نے موقع غنیمت جانا اور اپنے مذکورہ بالا منصوبے کو عملی جامہ پہنا کر قوم کو اپنے پیچھے لگا لیا۔ اب جناب موسیٰ علیہ السلام طور پر تھے اور ان کی ساری قوم اللہ کریم کو چھوڑ کر گائے کے اس سنہری بت کو سجدہ کر رہی تھی۔ اس کی منتیں مان رہی تھی، چڑھاوے چڑھا رہی تھی۔

کچھ دن تو یونہی گھٹا ٹوپ آندھیوں میں گزر گئے......

ایک دن اچانک اللہ کے نبی جناب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس

قوم میں آئے...... آتے ہی جب انہوں نے قوم کو ایک گائے کے بت کو سجدہ کرتے دیکھا تو ان کا دل دکھ' تکلیف اور رنج وغم سے بھر گیا۔ پھر وہ غصے میں آ گئے اور سیدھے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے پاس پہنچے اور ان کے داڑھی کے بال مضبوطی سے پکڑ کر مخاطب ہوئے:

اے میرے حقیقی بھائی!...... میرے جانے کے بعد یہ قوم اللہ کریم کی بندگی چھوڑ کر گائے کے بت کی پرستش و پوجا کرنے لگی۔ جب کہ تم ان کے اندر موجود تھے تو تم نے ان کو روکا کیوں نہیں؟ تمہیں کس چیز نے روکا کہ جب قوم شرک میں مبتلا ہو گئی تو تم نے میرے دین کی پیروی کیوں نہیں کی؟ تم ان مشرکوں کو چھوڑ کر میرے پاس طور پر کیوں نہیں آ گئے۔

ہارون علیہ السلام نے جواب دیا:

اے میری ماں کے بیٹے' میرے سگے بھائی موسیٰ!...... میری بات تو سنیں پھر فیصلہ کر لیں۔ میں ایسا اس لیے نہیں کر سکا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ بنو اسرائیل میں تفریق و انتشار پیدا ہو۔ اگر میں مؤحد اور شرک سے اجتناب کرنے والے لوگوں کے ہمراہ کہ جن کی تعداد بارہ ہزار تھی' آپ کے پاس آ جاتا تو قوم میں انتشار و تفرقہ پیدا ہو جاتا' جبکہ مجھے امید تھی کہ آپ کے آنے کے بعد یہ لوگ دوبارہ راہ راست توحید پر آ جائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ قوم کی اکثریت گمراہ ہو چکی تھی اور بہت کم لوگ میرے ساتھ باقی رہ گئے تھے۔ اگر میں زیادہ جھگڑا کرتا تو یہ مجھے قتل کر دیتے۔ میں نے انہیں سمجھایا لیکن وہ نہ مانے۔

پیغمبر خدا نے یہ عذر سن کر ان کو چھوڑ دیا اور پھر سامری کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ جب سامری جادوگر کو پکڑ کر لایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو نے میرے یہاں سے جانے کے بعد قوم کو شرک اور گائے کی پوجا پر کیوں لگایا؟ اس نے نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے کہا:

یہ میرے دل کی خواہش تھی۔ میں نے آپ کے یہاں سے جانے کے بعد پوری کر لی۔ اس پر اللہ کے رسول نے اس کو بددعا دی اور کہا:

دنیا میں تیری سزا یہ ہے کہ تمام مخلوق تم سے دور بھاگے' کوئی تیرے قریب نہ آئے اور لوگ تیرے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں۔ اس کو حکم دیا کہ مرتے دم تک کسی کو ہاتھ نہیں لگائے اور زندگی بھر وحشی جانوروں کی طرح سب انسانوں سے الگ تھلگ رہے۔

اب لوگوں کی آنکھوں سے اپنے شرک کی پٹی اتر رہی تھی اور ان کو سمجھ آ رہی تھی کہ ہم نے خالق کائنات و مالک کائنات رازق کائنات' اللہ کریم کی ذات سے بغاوت کی ہے...... لیکن ایسے موقع پر بھی بہت سے گمراہ لوگ گائے کے بت کو پوجنے میں مصروف تھے۔

اللہ کے پیغمبر نے ایک نہر کے کنارے اس بت کو کھڑا کر کے رندے سے چھیل ڈالا۔ اب رندے اور چھیلے جانے والے معبود کا برادہ نہر میں گر رہا تھا۔ لہٰذا جعلی و منسوب تبرکات کے دیوانوں اور گائے کے پجاریوں نے ندی کے پانی میں بت کے گرنے والے برادے کی وجہ سے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا شروع کر دیا...... لیکن یہ کیا!؟...... جو جو پیتا جاتا تھا...... اس کے چہرے کا رنگ بت جیسا سنہری ہوتا جا رہا تھا۔ بہت سی مخلوق کے چہرے عجیب و غریب خوفناک چمک والے سنہری بن چکے تھے۔ اب ان کے جسم پر جلن سڑن اور شدید تکلیف ہونے لگی...... جان لبوں پر آ گئی...... ایڑیاں رگڑنے لگے......

وہ ہر طرف بھاگ دوڑ رہے تھے لیکن تکلیف کم نہ ہو رہی تھی...... آخر کار وہ اللہ کے نبی موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہنے لگے:

اے اللہ کے نبی...... ہمیں اپنے جرم کا پتہ چل گیا ہے۔ ہم نے اللہ کریم کو چھوڑ کر بتوں کو پوجنا شروع کر دیا تھا...... ہمیں اپنے جرم کا احساس ہو گیا ہے۔ ہمیں جو بھی سزا دی جائے گی ہم برداشت و قبول کریں گے۔ لیکن آپ ہمارے معبود و خالق ہمارے رب سے کہیں کہ وہ ہمیں معاف فرما دے۔ ہم توبہ کرتے ہیں' ہماری توبہ قبول فرما لے۔

موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: اب تمہاری توبہ قبول ہونے کی صرف ایک شکل باقی رہ گئی ہے۔ وہ فوری بولے: اے پیغمبر خدا! جلد بتائیے وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ کہ اب تم سب مل کر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرے گا۔

رسول خدا جناب موسیٰ علیہ السلام کا یہ حکم سن کر انہوں نے کوئی بہانہ عذر یا تاویل پیش نہیں کی بلکہ اپنی بستیوں میں گئے اور بڑے بڑے...... چھوٹے چھوٹے...... موٹے پتلے ڈنڈے...... اور مضبوط چھڑیاں...... لاٹھیاں...... اٹھا لائے...... اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے...... وسیع تر میدان میں لاٹھیاں چل رہی تھیں...... سروں پر...... منہ پر...... سینے پر برس رہی تھیں...... خون کے فوارے ابل رہے تھے...... دلدوز چیخیں فضا میں بلند ہو رہی تھیں...... ہر کوئی اپنے سامنے آنے والے کو قتل کر رہا تھا...... میدان لاشوں سے بھرتا جا رہا تھا...... کوئی یہ نہیں دیکھ رہا تھا کہ اس کے سامنے آنے والا اس کا عزیز و رشتہ دار بھائی یا بہن بیٹی یا بیٹا یا ماں' باپ ہے...... بلکہ ہر کوئی اپنے سامنے آنے والے کو زور دار لاٹھی مار کر ڈھیر کر رہا تھا...... یوں یہ عبرتناک' دلدوز اور المناک منظر کافی دیر برپا رہا...... اللہ کریم کے باغی و نافرمان سنہری بچھڑے اور سنہری دیوتا (سنہری گائے) کے پجاری ایک دوسرے کو مسلسل قتل کر رہے تھے...... میدان خون آلود لاشوں سے بھر گئے...... ہر طرف انسانوں کے کٹے پھٹے لاشے ہی لاشے پڑے نظر آ رہے تھے...... کٹے ہوئے درختوں اور آسمان سے برسنے والے اولے جس طرح زمین پر ڈھیروں کی مشکل میں تا حد نگاہ پڑے ہوتے ہیں...... بالکل ایسے ہی حضرت انسان کے بے جان لاشے پڑے ہوئے تھے...... روحیں پرواز کر چکی تھیں...... یہاں تک کہ جب ستر ہزار افراد قتل ہو گئے تو رب کریم نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم دیا: اے میرے نبی...... ان لوگوں کو کہیں کہ اب ہاتھ روک لیں...... اور آپس میں قتل و غارت کا سلسلہ بند کر دیں۔ جو لوگ قتل ہو چکے ہیں میں نے ان کو معاف کر دیا اور ان کی بخشش کر دی ہے۔ جو زندہ بچ گئے ہیں ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔

تب لوگوں نے یہ سلسلہ روکا اور خوش خوش ایک دوسرے کو یہ خوشخبری سنا رہے تھے کہ ہمارے رب نے ہماری توبہ قبول کر لی ہے اور ہمیں معاف کر دیا ہے۔

ننھے منے پیارے بچو!...... آپ سوچ رہے ہوں گے کہ خبیث سامری جادوگر کا کیا بنا؟ ہاں اس کا انجام بتانا تو ہم بھول ہی گئے' لو اس کا عبرتناک انجام بھی سن لو۔

جب اللہ کے پیارے نبی جناب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بددعا دی کہ جس کا ذکر ہم پیچھے کر چکے ہیں۔ تو بددعا کے نتیجے میں اس کے جسم میں اللہ کریم کے دردناک عذاب کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اگر وہ غلطی سے کسی کو ہاتھ لگا دیتا یا کوئی اس کو بدقسمتی سے چھو لیتا تو دونوں کو بخار ہو جاتا تھا۔ لہٰذا اس ڈر سے یہ مارا مارا سب سے الگ تھلگ نحوست و نفرت کی علامت بن کر پھرتا رہتا۔ جب کوئی اس کے قریب جاتا تو یہ چیخنے لگتا "لامساس...... لامساس......" دور رہو' دور رہو' مجھے چھونا نہیں' مجھے چھو مت...... پیچھے رہو...... لہٰذا اسی طرح ذلیل و خوار ہو کر ایڑھیاں رگڑ رگڑ کر...... سسکتا بلکتا...... روتا پیٹتا...... لامساس...... لامساس...... کہتا ہوا عبرتناک موت مر گیا۔

پیارے بچو!...... اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیشہ اللہ کریم سے یہ التجا کرتے رہنا چاہیے کہ وہ ہمیں آخر دم تک ہدایت پر قائم رکھے' کسی آزمائش و فتنہ میں مبتلا نہ کرے کہ ہم آزمائشوں کے قابل نہیں۔ دوسرا یہ کہ جادو کفر ہے' اللہ کریم کی بغاوت ہے۔ اس کے مرتکب لوگوں کا انجام ہمیشہ عبرتناک ہوتا ہے اور وہ کافر ہو کر جہنم کے مستحق بن کر مرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اپنا ایمان بچاتے ہوئے کسی قسم کے جادو کا لٹریچر یا اس میں دلچسپی پیدا کرنے والے ذرائع سے دور رہنا چاہیے۔ آخری بات یہ کہ اللہ کریم ہر جرم معاف کر دیتے ہیں لیکن شرک کے مرتکب کو معاف نہیں کرتے۔ لہٰذا ہر دم شرک جیسے جرم سے ہر طرح سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا چاہیے۔

بھوکا مسافر

اسے بہت زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔ بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ میں چوہے ناچ رہے تھے۔ بھوک اسے چین سے بیٹھنے نہ دے رہی تھی۔ بہت تگ و دو کے باوجود بھی جب اسے کچھ نہ ملا تو وہ انتہائی مایوس ہو کر بیٹھ گیا اور کچھ سوچنے لگا۔ اچانک اس کے دل میں ایک خیال آیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے چہرے پر خوشی کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کھانے کی تلاش میں چل نکلا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ کائنات کی عظیم ہستی، رحم دل و مشفق نبی اکرم ﷺ کے گھر کے سامنے پہنچ گیا۔ پھر وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور سلام و دعا کے بعد یوں مخاطب ہوا:

''آقا بھوک لگی ہے مگر کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں۔'' مہربان نبی ﷺ نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو آپ ﷺ بے قرار ہو گئے۔ دل تڑپ اٹھا۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے گھر پیغام پہنچایا۔ کچھ کھانے کے لیے ہو تو میرے پاس بھیج دو۔ پیغام لے کر جانے والا ام المومنین کے گھر جاتا ہے، پیغام پہنچاتا ہے۔ جواب ملا پانی کے علاوہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں۔

پیغام لے جانے والا دوسری کے پاس جاتا ہے، پیغام پہنچاتا ہے، مگر وہی پہلے والا جواب ملا۔ وہ تیسرے گھر گیا وہی جواب ملا۔ ایک ایک کر کے وہ سب کے گھر گیا لیکن...... ساری کائنات کے سردار ﷺ کے گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہیں ملا۔ ہاں ہاں! پانی پر گزارا چل رہا ہے۔ پیغام رساں خالی ہاتھ آپ ﷺ کے پاس آیا اور کہا آقا سب گھروں میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں۔

سبحان اللہ! یہ تھی کائنات کے سردار، اللہ کے چہیتے اور لاڈلے رسول ﷺ کی گھریلو حالت۔

آپ ﷺ نے جب دیکھا کہ یہ تو خالی ہاتھ آیا ہے۔ آپ ﷺ مضطرب ہو گئے۔ بھوکا شخص یہ سارا منظر دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ وہ یہ سوچ کر چلا تھا کہ چلو آقائے کائنات ﷺ کے گھر جاتا ہوں، شاید کھانے کو کچھ مل جائے مگر ادھر تو سارا معاملہ ہی الٹ تھا۔ وہ انتہائی افسردہ و پریشان حالت میں کھڑا تھا۔

آپ ﷺ نے جب اس کی یہ حالت دیکھی تو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعلان کروایا کون ہے جو اس بھوکے شخص کی آج کی رات مہمان نوازی کرے۔ تو انصاریوں میں سے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا:

''آقا میں اسے اپنے گھر میں مہمان نوازی کے لیے لے جاتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ وہ انصاری مہمانِ رسول ﷺ کو گھر لایا اور بہت خوش ہوا۔ بیوی کے پاس گیا اور اسے یہ اطلاع دی:

''اے اللہ کی بندی! مہمان رسول ﷺ آیا ہے اور رات کو اس کی ضیافت کرنی ہے۔''

بیوی نے یہ بات سنی تو کہنے لگی: ''گھر میں کھانے کے لیے تو کچھ بھی نہیں ہے، مشکل سے صرف ایک آدمی کا کھانا ہو سکتا ہے'' ابوطلحہ کہنے لگا: ''تو کھانا تیار کر اور کمرے میں چراغ جلا کر کھانا رکھ دے، وہیں ہم اس مہمان کو کھانا کھلائیں گے اور جب بچوں کو بھوک لگنے پر وہ کھانا طلب کریں تو انہیں تھپکیاں دے کر بھوکا سلا دینا۔''

اس کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ کھانا مہمان کے سامنے پیش کیا گیا۔ کھانا کم تھا۔ انصاری صحابی بھی اس مہمان کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس نے سوچا اگر میں اس کے ساتھ کھانا نہیں کھاتا تو یہ مروت کے خلاف ہے اور اگر کھاتا ہوں تو کھانا کم پڑتا ہے اور مہمان بھوکا رہ جائے گا۔ تو اس نے اپنی بیوی کو ایک ترکیب بتلائی۔ اب جیسے ہی مہمان نے کھانا تناول کرنا شروع کیا تو انصاری کی بیوی چراغ کے پاس گئی اور اسے چھیڑنے لگی۔ گویا وہ اسے صحیح کر رہی ہے، اسی بہانے چراغ کو بجھا دیا۔

یوں اس انصاری صحابی نے یہ ظاہر کیا گویا وہ بھی اس مہمان کے ساتھ کھانے میں شریک ہے۔ یوں انہوں نے اپنے مہمان کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا۔ لیکن خود بیوی بچوں کے ساتھ بھوکے پیٹ رات گزاری۔ جب صبح ہوئی تو یہ انصاری صحابی رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم نے رات کو جو کام کیا اللہ تمہارے اس عمل پر مسکرا دیئے اور بہت خوش ہوئے ہیں اور اللہ نے یہ آیت (الحشر: ۹) نازل فرما دی ہے:

''یہ تو ایسے لوگ ہیں باوجود اس کے کہ انہیں خود بھی ضرورت ہوتی ہے لیکن پھر بھی دوسرے بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، بے شک جو شخص نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا وہ کامیاب ہو گیا۔''

(بخاری: 4889، مسلم: 2054)

تو پیارے بچو! یہ ہمارے پیارے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معاشی حالت تھی۔ مگر ان میں صبر بھی انتہا کا تھا۔ وہ چیخنے چلانے، غیر اللہ کے سامنے جانے اور ہاتھ پھیلانے والے نہیں تھے۔ مگر آج ہم انہیں اپنا آئیڈیل سمجھتے ہیں۔ کیا ہم نے ان جیسا بننے کی کوشش کی؟ نہیں تو کیوں؟

حبیب اللہ۔ کراچی

داعی بچہ

عبیر، گوجرانوالہ

پیارے بچو! آج میں آپ کو ایک ایسے بچے کے بارے میں بتاتی ہوں کہ جو بچپن سے ہی بہت ذہین تھا اور اس نے اسی ذہانت کے بل بوتے پر بہت اعلیٰ کارنامے سر انجام دیے......!!!

خلافت عباسیہ میں قبیلہ شیبان کا ایک آدمی بادشاہ کے پاس ایک نہایت ہی رازدارانہ کام انجام دیا کرتا تھا۔ اس کا کام یہ تھا کہ وہ روزانہ صبح سے دوپہر تک بازار میں جا کر گھومتا پھرتا اور وہاں لوگوں کی چہ میگوئیاں اور ان کی جو کچھ سرگرمیاں ہوتیں ان کی رپوٹ تیار کر کے اس پر اپنی مہر لگاتا اور اسے اپنے افسر کے پاس بھیجتا، پھر وہ افسران رپوٹوں کو ترتیب دے کر بادشاہ کے روبرو پیش کر دیتا۔

ایسا اس لئے کیا جاتا کہ ملک کے اندر امن و امان قائم و برقرار رہے اور عوام کو درپیش خطروں سے نجات دلائی جا سکے۔

ایک مرتبہ رپوٹ لکھنے والا یہ آدمی اپنی کسی سخت ضرورت کے پیش نظر مصروف ہو گیا اور بازار پہنچ کر رپوٹ نہ لکھ سکا۔ بعد میں بازار میں ہونے والی چہ میگوئیوں اور لوگوں کی سرگرمیوں کے بارے میں جو کچھ سنا، آ کر ضبط تحریر میں لایا اور سنی سنائی باتوں کی بنیاد پر رپوٹ تیار کر کے اس پر اپنی مہر لگا دی۔ پھر اپنے کم سن بھتیجے کو آواز دی جس کا نام احمد تھا اور اس سے پوچھا: اے احمد! تجھے اس افسر کا دفتر معلوم ہے جو روزانہ مجھ سے رپوٹ وصول کرتا ہے؟

بچے نے جواب دیا: ہاں، مجھے معلوم ہے۔

چچا نے کہا: آج میری رپوٹ لے جا کر افسر کے پاس جمع کرا دو، میں نے اس پر مہر ثبت کر دی ہے اور افسر سے کہہ دینا کہ میرے چچا اچانک کسی مصروفیت کی بنا پر آج حاضر نہیں ہو سکے۔ لہٰذا انھوں نے یہ رپوٹ میرے ہاتھ بھیجی ہے۔

بچے نے اپنے چچا کی رپوٹ لی اور شہر کی بیچ والی سڑک سے امن و امان کے افسر کے دفتر کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن اس کے کہ وہ اپنے چچا کی رپوٹ کے اوراق افسر کی خدمت میں پیش کرتا، اسے یاد آیا کہ چچا نے اوراق میں تاریخ تو لکھی ہی نہیں۔ چنانچہ اس نے خود تصرف کر کے اس میں تاریخ درج کر دی...... ابھی وہ بچہ آگے کی طرف قدم بڑھا رہا تھا کہ اس کا گزر راستے میں ایک نہر کے پل سے ہوا۔ بچے کے ذہن میں خود بخود یہ باتیں آنے لگیں:

''اے احمد! تو اگرچہ ایک چھوٹا بچہ ہے لیکن تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تیرے چچا کہ یہ کام شرعاً کیسا ہے؟ تیرا چچا بازار میں ہونے والی لوگوں کی چہ میگوئیاں اور ان کے کاموں کی تفصیل لکھ کر افسر کو بھیجتا ہے جو شریعت کی نگاہ میں ایک حرام کام ہے، کیونکہ یہ بھی جاسوسی کی ایک قسم ہے اور اس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ''ولا تجسسو'' ''اور جاسوسی مت کیا کرو''!

اسی لئے احمد تو بھی ایک ممنوع فعل کا ارتکاب کر رہا ہے اور تو اسی کام میں دوسرے کا تعاون کر رہا ہے جس کام سے قرآن نے روکا ہے۔''

بچے کے ذہن میں آنے والی باتوں نے اس کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور اس نے فوراً اپنے چچا کی دی ہوئی رپوٹ نہر میں پھینک دی اور واپس اپنے گھر آ گیا۔

جب امن و امان کے افسر کے پاس رپوٹ پہنچنے میں تاخیر ہوئی تو اس نے اپنے آدمیوں کو اپنے رپوٹر کی خدمت میں بھیجا کہ آخر بات کیا ہے کہ رپوٹ نہیں پہنچ سکی۔ جب آفس کے کارندے بچے کے پاس پہنچے تو اس نے انھیں بتایا کہ میں نے اپنے احمد نامی بھتیجے کے ذریعے رپوٹ آفس میں افسر کے پاس بھیج دی تھی۔ یہ سن کر افسر کے کارندے بچے کے پاس پہنچے اور اس سے پوچھا: تمہارے چچا نے جو رپوٹ افسر تک پہنچانے کے لئے دی تھی، وہ کہاں ہے؟

بچے نے جواب دیا: وہ تو میں نے نہر میں پھینک دی۔

یہ سنتے ہی افسر کے کارندے تعجب اور خوف سے چیختے ہوئے بول اٹھے: کیوں؟ کس وجہ سے تم نے رپوٹ نہر میں پھینک دی...... کیا بات ہے؟

بچے نے جواب دیا: کیونکہ یہ فعل شرعاً حرام ہے...... یہ رپوٹ جاسوسی کی ایک قسم ہے جسے شریعت اسلامیہ نے ممنوع قرار دیا ہے...... سو میں نہیں چاہتا کہ کہ ناجائز فعل پر میری طرف سے کوئی تعاون ہو۔

کارندوں نے بچے کا جواب سن کر فوری افسر کے پاس یہ بات پہنچائی۔ افسر نے جب بچے کے بارے میں یہ کچھ سنا تو بچے کی بات اس کے دل کو لگی اور بول اٹھا کہ یہ بچہ اتنا پرہیزگار ہے...... پھر ہمیں کس قدر پرہیزگار ہونے کی ضرورت ہے ہم کہاں کھڑے ہیں؟

پھر اس دن سے ان کی نگاہیں اس بچے پر جم گئیں...... اور انہیں محسوس ہونے لگا کہ جیسے وہ بچے کو نہیں بلکہ کسی جوان کو دیکھ رہے ہوں۔

بچو! کیا آپ جانتے ہیں یہ بچہ کون ہے......؟؟

جس نے اپنی کم عمری کے باعث بھی کیسا اللہ کی رضا والا کام کیا۔

تو بچو! یہ بچہ وہی نامی گرامی ہے جس کو پوری دنیا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔ جو بہت بڑے محدث اور جن کو ''امام الورع'' (تقویٰ کا امام) کہا جاتا ہے، جنہوں نے خلیفہ مامون کے دور حکومت میں آزمائش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور عقیدہ اسلام کا کھل کر دفاع کیا، حق بات کی آواز بلند کرنے میں ہر مصیبت برداشت کی اور انتہائی مصیبت کی حالت میں بھی قرآن وحدیث سے ہٹ کر اللہ کے دین میں ایک کلمہ کہنا بھی گوارہ نہیں کیا...... جی ہاں! یہ بچہ وہی ہے جو ''امام احمد'' کے نام سے مشہور ہوا، جس کی زندگی میں پے در پے ہونے والے تمام کے تمام مٹ گئے، کوئی ان کا اچھے طریقے سے نام تک لینے والا نہیں لیکن ''احمد بن حنبل'' کا نام آتے ہی ایک اسلامی ہیرو کا تصور آج بھی لوگوں کے دل و دماغ پر چھا جاتا ہے......

تو بچو! یہ بچہ آگے چل کر ایک عظیم محدث اور امام بنا، لیکن بچپن ہی سے حسب خوبی ہر بات کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر رکھنا اور اس پر عمل کرنا اس کی شان تھی۔

دعا ہے اللہ رب العزت سے کہ اللہ ہمیں بھی ایسا علم اور سوچ عطا کرے۔ آمین ثم آمین

آبِ زم زم کی کہانی

چاہ زم زم کی کھدائی اور چشمہ پھوٹ پڑنے کا قصہ مشہور ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر یہاں آئے۔ ابھی اسماعیل شیر خوار تھے۔ ابراہیم علیہ السلام نے زم زم کی جگہ سے کچھ اوپر ایک درخت کے نیچے انہیں ٹھہرایا' اس وقت مکہ میں کھیتی تھی نہ پانی۔ انہوں نے ان کے پاس کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ رکھا اور واپس چل پڑے۔ اسماعیل علیہ السلام کی ماں ان کے پیچھے بھاگی اور پکار کر کہا:

''ہمیں اس بے آباد وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟''

انہوں نے کئی دفعہ یہ الفاظ پکارے مگر ابراہیم علیہ السلام نے توجہ نہ کی۔ آخر وہ کہنے لگیں:

''کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟''

فرمایا: ''ہاں۔''

وہ فرمانے لگیں: ''پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔''

یہ کہہ کر واپس درخت کے نیچے چلی گئیں۔ ابراہیم علیہ السلام چلتے گئے حتی کہ جب گھاٹی میں پہنچے جہاں سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے تو انہوں نے بیت اللہ کی طرف منہ کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعائیں کیں' جن کا ذکر ان آیات میں ہے:

ترجمہ: ''اے ہمارے رب! میں نے اپنی اولاد اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس لا بسائی ہے۔ اے اللہ! یہ اس لیے کہ وہ نماز قائم رکھیں' پس تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں پھلوں کی روزیاں عنایت فرما تا کہ یہ شکر گزاری کریں۔''

اسماعیل علیہ السلام کی ماں سکون کے ساتھ انہیں دودھ پلاتی رہیں اور خود پانی پیتی رہیں۔ حتی کہ پانی ختم ہوگیا اور بچہ پیاس سے بلکنے لگا۔ وہ بے بسی سے اسے بلکتا دیکھتی رہیں۔ آخر دیکھا نہ گیا تو اٹھ بھاگیں۔ قریب ترین پہاڑی صفا تھی اس پر چڑھ کر اِدھر اُدھر دیکھا شاید کوئی نظر آ جائے' لیکن کوئی نظر نہ آیا تو نیچے اتریں۔ ایک مصیبت زدہ انسان کی طرح بھاگتی ہوئی مروہ کی طرف آئیں۔ اس پر چڑھ کر بھی اِدھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ سات دفعہ ایسے ہی کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سعی کا رواج اسی لیے پڑا۔''

جب وہ آخری دفعہ مروہ پر چڑھی تو انھیں ایک آواز سنائی دی۔ اپنے آپ سے کہنے لگیں: ''چپ''

پھر غور سے کان لگایا تو دوبارہ وہی آواز سنائی دی فرمانے لگیں:

''میں نے تیری آواز سن لی' اگر کچھ مدد کر سکتا ہے تو کر۔''

اچانک نظر اٹھی تو دیکھا کہ ایک فرشتہ زم زم والی جگہ کے پاس کھڑا ہے۔ فرشتے نے زمین پر اپنی ایڑی یا پر مارا اور پانی نکال دیا۔ وہ بھاگی بھاگی آئیں اور اپنے ہاتھوں سے اس جگہ کے گرد حوض سا بنانے لگیں اور چلو بھر بھر کر مشکیزہ بھرنے لگیں۔ ابھی تک پانی جوش سے ابل رہا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر وہ زم زم کے پانی اسی طرح رہنے دیتیں اور چلو بھر کر مشکیزہ میں نہ ڈالتیں تو زم زم ایک کنویں کی بجائے جاری چشمہ بن جاتا۔''

خیر انہوں نے پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا وہ فرشتہ کہنے لگا: ''یہ نہ سمجھنا تم ضائع ہو جاؤ گے' یہ سامنے اللہ کا گھر ہے۔ جسے یہ بچہ اور اس کا باپ بنائیں گے۔ اللہ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتا۔''

عرصہ دراز کے بعد زم زم ناپید ہوگیا اور اس کے نشانات مٹ گئے۔ زم زم کے جاری ہونے پر لمبا زمانہ گزر گیا۔ حتی کہ سیلابوں اور بارشوں نے اس کے نشانات تک مٹا ڈالے۔ صحیح بات یہ ہے کہ بنو جرہم جب مکہ چھوڑ کر چلے گئے تو انہوں نے خود ہی اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا تھا۔''

عرصہ دراز تک زم زم ناپید رہا کسی کو اس جگہ تک کا پتہ نہ رہا۔ حتی کہ سردار عبدالمطلب کو حاجیوں کو کھانا کھلانے اور پانی پلانے کے عہدے ملے تو انہوں نے خواب میں

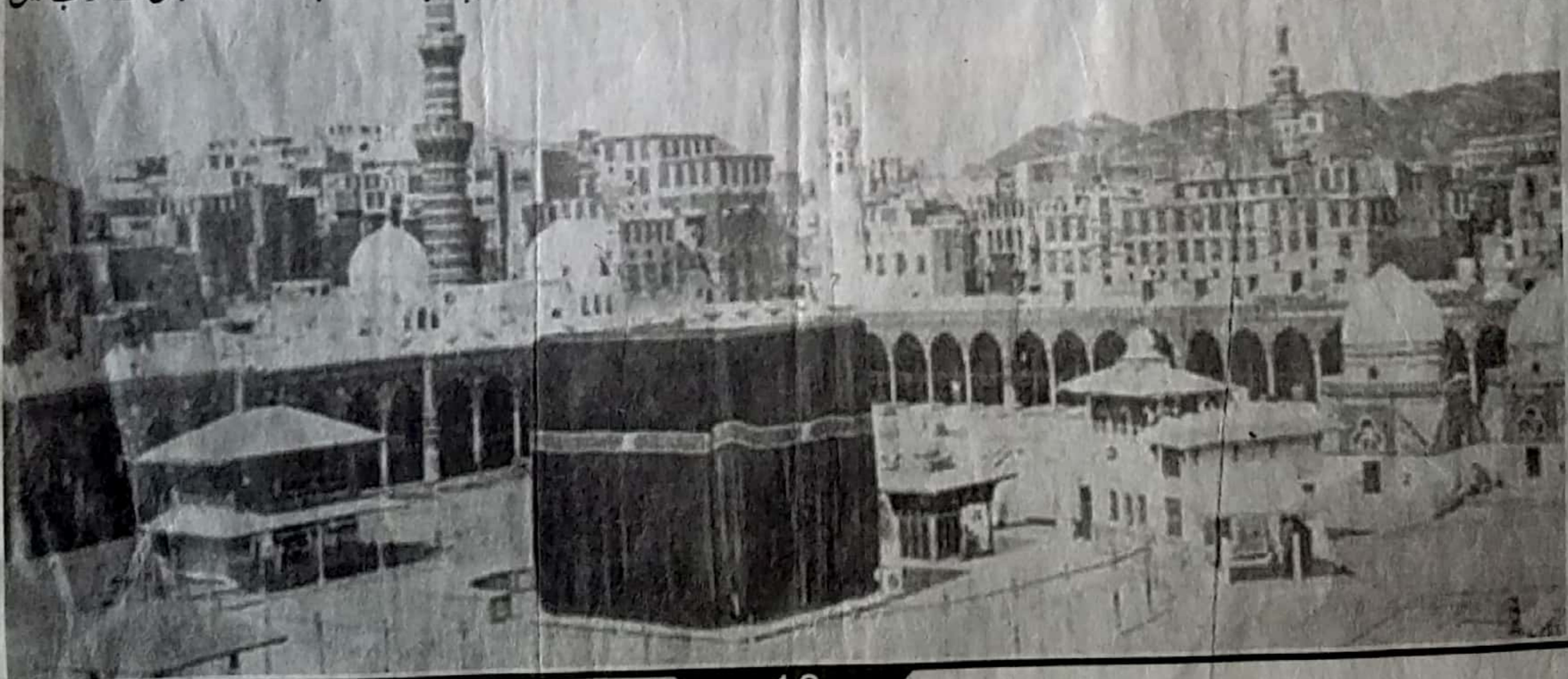

دیکھا کہ ان سے کہا گیا ہے: ''طیبہ کھودو۔''

پوچھنے لگے: ''طیبہ کیا ہے؟''

اگلے دن پھر خواب میں دیکھا کہ کہا گیا: ''برہ کھودو۔''

پوچھا: ''برہ کیا ہے؟''

تیسرے دن پھر خواب میں دیکھا کہ کہا گیا: ''مفنونہ کھودو۔''

پوچھا: ''مفنونہ کیا ہے؟''

تو کہا گیا: ''زم زم کھودو۔''

پوچھا: ''زم زم کیا ہے؟''

کہا گیا: ''کھودو اس سے تجھے اور تیری اولاد کو عزت ملے گی۔ وہ کبھی سوکھے گا' نہ اس کا پانی کم ہوگا۔ یعنی قیامت تک جاری رہے گا۔ وہ حاجیوں کو پلایا جائے گا۔ وہ خون اور گوبر کے درمیان ہے جہاں سفید کوا (جس کے پروں میں کچھ سفیدی ہوتی ہے) چونچ مارتا ہے۔ یہ کوا عموماً ذبح والی جگہ پر گوبر اور خون کے پاس ہی رہتا ہے (یہ اشارہ تھا کہ جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں وہاں کھودو)۔

سردار عبدالمطلب صبح اٹھے تو اپنے بیٹے حارث کے ساتھ کدال اور کسی لے کر وہاں پہنچ گئے۔ ان دنوں حارث کے علاوہ ان کا کوئی اور بیٹا نہ تھا۔ تین دن کھودتے رہے آخر کنویں کے آثار نظر آئے۔ خوشی سے نعرہ بلند کیا اور فرمایا:

''یہ ہے اسماعیل علیہ السلام کا کنواں۔''

قریش کہنے لگے: ''ہمیں بھی اس سعادت میں شریک کرو۔''

فرمایا: ''میں نہیں کروں گا یہ میری خصوصی فضیلت ہے۔ جسے چاہو فیصل مان لو اس سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔''

انہوں نے بنی سعد کی کاہنہ کا نام لیا' پھر سب اس کی طرف چل پڑے' راستے میں اتنی پیاس لگی کہ قریب المرگ ہو گئے۔

سردار عبدالمطلب کہنے لگے: ''اس طرح چپ چاپ بیٹھ رہنا تو نکما پن ہے کیوں نہ اِدھر اُدھر تلاش کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد کریں گے۔

وہ چلے' سردار عبدالمطلب بھی اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب اونٹنی اٹھی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ سردار عبدالمطلب اور دوسرے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ بلند کیا اور سب نے سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر وہ سردار عبدالمطلب سے کہنے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے یہ چشمہ جاری کر کے آپ کے حق میں فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! ہم آپ سے اس معاملے میں کبھی جھگڑا نہیں کریں گے۔''

پھر وہ واپس آ گئے اور زم زم کھودنے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی۔

زم زم کے بہت سے نام ہیں۔ نام زیادہ ہونا بھی عظمت کی دلیل ہے۔ کہا گیا ہے کہ عربوں کے نزدیک زمزمہ کثرت اور اجتماع کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ پانی بہت زیادہ تھا۔ اس لیے اس کا نام زم زم رکھا گیا۔ زم زم کے علاوہ اس کے چند نام یہ ہیں۔ شباعة' برہ' طیبہ' بشری' عونہ' صافیہ' شراب الابرار' مفنونہ اور ان کے علاوہ بھی کئی نام ہیں۔

بہت سی احادیث اور آثار میں اس کی فضیلت مذکور ہے۔ یہ بات بھی اس کی افضلیت ثابت کرتی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کے موقع پر آپ ﷺ کے دل مبارک کو زم زم کے پانی سے دھویا تھا۔ اگر کوئی اور پانی اس سے افضل ہوتا تو ''قلب حضرت محمد ﷺ'' اس سے دھویا جاتا۔''

ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں مکہ مکرمہ میں سویا پڑا تھا کہ میرے گھر کی چھت پھاڑی گئی اور جبریل علیہ السلام اترے۔ انہوں نے میرا سینہ کھولا پھر اسے زم زم کے پانی سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک تھال لائے جو حکمت اور ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ انہوں نے ان دونوں چیزوں سے میرا سینہ بھر دیا۔ پھر سینہ اسی طرح بند کر دیا۔''

ایک اور حدیث میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ اپنے بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام آئے' آپ ﷺ کو پکڑا زمین پر لٹایا' دل نکالا اسے چیرا اور اس میں سے ایک ٹکڑا نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: ''یہ آپ میں شیطان کا حصہ تھا۔ پھر زم زم سے دھو کر بند کر دیا اور اسی جگہ میں رکھ دیا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں آپ ﷺ کے سینہ مبارک میں سلائی کے نشانات دیکھا کرتا تھا۔''

زم زم کے پانی کی فضیلت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روئے زمین پر سب سے افضل پانی زم زم ہے۔ یہ خوراک بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی اور روئے زمین پر بدترین پانی حضرموت کے ویران علاقے وادی برھوت کا پانی ہے۔ اس میں ٹڈی کی ٹانگ کے برابر کیڑے پائے جاتے ہیں۔ یہ پانی صبح کو تو جوش مار رہا ہوتا ہے مگر شام کو نمی تک نہیں ہوتی۔''

حضرت مجاہد نے فرمایا:

''میں نے کبھی ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا کہ لوگوں کو کھانا تو کھلائیں مگر زم زم نہ پلائیں۔ نیز جب بھی ان کے پاس کوئی مہمان آتا اسے زمزم کا تحفہ ضرور دیتے۔''

زم زم سے وضو کرنا مستحب ہے۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''نبی کریم ﷺ نے آب زم زم کا ایک ڈول منگوایا اس سے پیا اور باقی سے وضو کیا۔

مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں:

''نبی اکرم ﷺ نے طواف کے تین چکروں میں حجر اسود سے حجر اسود تک رمل کیا اور دو رکعتیں پڑھیں پھر حجر اسود کی طرف لوٹ آئے۔ پھر زم زم کی طرف گئے اور اس سے پانی پیا اور سر پر بھی ڈالا۔ لہٰذا جو شخص شفا کی نیت سے پیے گا اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے ضرور شفا عطا فرمائیں گے۔

حضرت ابوجمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس سائلین کی ترتیب لگایا کرتا تھا' میں چند دن نہ گیا تو انہوں نے پوچھا: ''اتنے دن کیوں نہیں نے آئے؟''

میں نے عرض کی بخار تھا۔ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''بخار جہنم کا جوش ہے' اس لیے زم زم کے پانی سے ٹھنڈا کر لیا کرو۔''

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے پورا ایک مہینہ صرف اسی پر گزارا کیا تھا اور ان کے پیٹ میں آب زم زم کے سوا کوئی چیز داخل نہیں ہوتی تھی۔ اس کے باوجود ان کے جگر پر بھوک سے کمزوری ظاہر نہ ہوئی۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے خود بیان فرمایا جب میں مسلمان ہوا تو میں نے گزارش کی: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! میں تیس دن سے یہاں رہ رہا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا کھاتا پیتا رہا؟''

میں نے عرض کیا: ''اللہ کے رسول ﷺ آب زم زم کے سوا کوئی خوراک نہیں تھی پھر بھی میں اتنا موٹا ہوگیا کہ پیٹ پر بل پڑنے لگے اور مجھے ذرہ بھر کمزوری محسوس نہ ہوئی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بابرکت پانی ہے خوراک کی جگہ بھی کفایت کرتا ہے۔'' (بحوالہ: تاریخ مکہ مکرمہ)

ثناء عبدالغفار وقاص سیف الاسلام۔ لاہور

پپیتا

معدے کا محافظ

عبداللہ میر پور آزاد کشمیر

تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ ہسپانوی سیاحوں نے سولہویں صدی عیسوی میں پانامہ اور میکسیکو میں پپیتا دریافت کیا تھا۔ رفتہ رفتہ تمام دنیا میں اس کی کاشت ہونے لگی۔ اس کی پیداوار کے لیے زرخیز زمین کے علاوہ گرم مرطوب آب وہوا بھی ضروری ہے۔ اسی لیے یہ پاکستان میں سب سے زیادہ صوبہ سندھ میں پیدا ہوتا ہے۔

اس کے درخت کی شکل بھی انوکھی ہے۔ 10 سے 12 فٹ اونچے اس درخت پر شاخیں نہیں ہوتیں بلکہ چوٹی پر ارنڈ کے پتوں سے مشابہ پتے اسے چھتری جیسی شکل دیتے ہیں۔ تنے پر لگنے والے پھل آم سے لے کر خربوزے جتنے ہوتے ہیں۔ اسی لیے پپیتے کو ارنڈ خربوزہ کہتے ہیں کہ پتے ارنڈ سے ملتے جلتے جب کہ حجم خربوزے جیسا۔ مارچ اور اپریل میں پھل کی کاشت ہوتی ہے۔

پپیتا کچا ہونے کی حالت میں اوپر سے سبز اور اندر سے سفید ہوتا ہے۔ پک جانے پر بیرونی رنگت زرد پڑ جاتی ہے اور گودا بھی زرد ہو جاتا ہے۔ آم اور پپیتے کے غذائی اجزاء مماثلت رکھتے ہیں۔ اس میں آبی لحمی اور روغنی اجزا کے علاوہ معدنی نمک، نشاستہ، چونا، فاسفورس، فولاد، حیاتین الف اور ج پائے جاتے ہیں۔ آم کے ہر 100 گرام میں 28 جب کہ پپیتے میں 22 حرارے جتنی غذائی قوت موجود ہوتی ہے۔

پپیتا معدے اور جگر کے لیے بالخصوص مفید ہے۔ جگر کی اصلاح کرتا اور معدے کو طاقت دیتا ہے۔ تبخیر معدہ جیسے عام مرض کا شافی علاج ہے۔ ریاح خارج کرتا ہے۔ ام الامراض، قبض کی بیخ کنی میں انتڑیوں کی غلاظت دور کر کے مرہم جیسا کردار ادا کرتا ہے۔

یہ پیشاب آور بھی ہے، بدن سے فاسد مادے اور پتھری ریزہ ریزہ کر کے بذریعہ پیشاب خارج کر دیتا ہے۔ بواسیر، دائمی قبض، جگر کی خرابی، بدہضمی اور تلی کے امراض میں مفید غذا ہے۔ غذا ہضم کرنے میں مؤثر ہے۔ پپیتا پیٹ کے کیڑوں، کدودانوں کا قدرتی علاج ہے۔

جب صبح چہرے پر سوجن ہو اور وہ رفتہ رفتہ کافور ہو جائے تو یہ جگر کا فعل درست نہ ہونے کی علامت ہے۔ ایسی حالت میں غذا کے درمیان یا فوراً بعد آدھ سے ایک پاؤ پپیتا استعمال کیجیے، مفید ثابت ہوگا۔

یہ بڑھی ہوئی تلی صحیح کرنے میں بھی مدد دیتا ہے۔ اس مقصد کے لیے پکا پھل مفید ہے اور کچا بھی۔ کچے پھل کے ٹکڑے سرکے میں ڈال دیں۔ آٹھ دس روز بعد ایک دو ٹکڑے روزانہ کھائیے۔ مثانے کی بیماری میں بھی پپیتا استعمال کریں۔ جدید طب کی رو سے اس مرض کا علاج آپریشن ہے مگر پہلے فطرت سے مدد لیجیے۔ چھ ہفتے تک صبح وشام آدھ پاؤ پپیتا کھائیے، عام طور پر مثانے کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

کچے پھل کی دودھیا رطوبت بھی اعلیٰ درجے کی ہاضم ہے۔ ایک پھل کی رطوبت صاف کپڑے کے ٹکڑے پر جذب کر لیں۔ خشک ہونے پر سفید سفوف رہ جائے گا۔ اسے احتیاط سے اکٹھا کر کے شیشی میں سنبھال رکھیں۔ آدھی سے ایک رتی یہ سفوف شکر میں ملا کر کھائیے، ہاضمے کی لاجواب دوا ہے۔ یہ دودھ بچھو کے کاٹے کا بھی شافی علاج ہے۔ کچے پھل کا قتلہ روزانہ پھنسیوں پر ملا جائے تو اس سے بھی نجات ملتی ہے۔

بعض افراد کچا پھل بطور سبزی پکاتے ہیں۔ یہ غذا نہ صرف قبض دور کرتی بلکہ ماؤں میں دودھ کی افزائش کرتی ہے۔ اس کا سرکہ بھی بنتا ہے اور رس تو کئی ادویہ میں استعمال ہوتا ہے۔ اچار بھی ڈالا جاتا ہے۔ پھل کے ٹکڑے سرکے میں ڈال دیں اور آٹھ دس روز بعد بطور اچار استعمال کریں۔

پپیتے کے چھلکے یہ سخت گوشت گلانے میں مستعمل ہیں۔ یہ تاثیر پپیتے کے دودھ کی وجہ سے ہے۔ کئی خواتین کاٹا گیا پپیتا خشک کرنے کے بعد محفوظ کر لیتی ہیں۔ گوشت پکاتے وقت پپیتے کا سفوف کام آتا ہے۔ یہی کام پکے پھل کے چھلکے بھی بخوبی انجام دیتے ہیں۔ چھلکے اچھی طرح خشک کر لیجیے اور پھر ہاون دستے میں کوٹ کر سفوف بنا لیں۔ سری پائے، بونگ یا سخت گوشت گلانے کے لیے فی کلو ایک چمچی سفوف پکتے سالن میں ڈال دیجیے۔ تکے، کبابوں یا دوسرے پکوانوں کے مسالے میں یہ سفوف شامل کیجیے، ان کی لذت اور حلاوت میں بھی اضافہ ہوگا۔

مضر اثرات:

پپیتے کے بھی کچھ نقصانات ہیں جن سے آگاہی ضروری ہے۔

☆...... اس کا مزاج گرم تر ہے۔ لہٰذا گرم مزاج والے اس سے پرہیز کریں۔

☆...... اسے کبھی نہار منہ (خالی پیٹ) استعمال نہ کیجیے۔

☆...... ہمیشہ دو کھانوں کے درمیان کھائیے۔

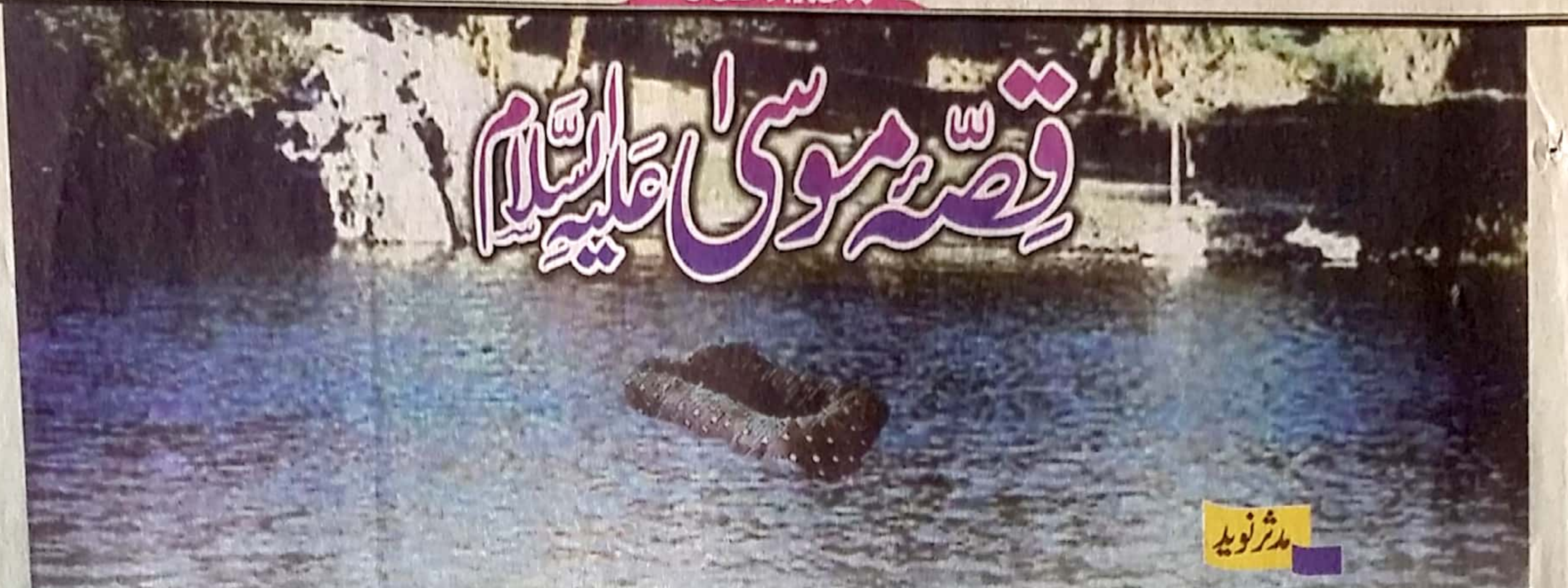

قصۂ موسیٰ علیہ السلام

مدثر نوید

مصر کا ظالم' جابر اور انتہائی سفاک بادشاہ اپنے دربار میں تخت پر جلوہ افروز تھا۔ بھرے دربار میں اس نے اعلان کیا کہ اس بستی میں پیدا ہونے والے ہر بچے کا سرتن سے جدا کر دیا جائے کیونکہ اس نے خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آئی اور مصر کے تمام قطبیوں کے گھر جلا گئی لیکن بنی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس خواب سے خوفزدہ تھا۔

اس نے اپنے کاہنوں' عالموں اور جادوگروں کو جمع کیا اور ان سے ان کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا:

یہ لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہوگا اور اس کے ہاتھوں اہل مصر تباہ ہو جائیں گے۔ اس لیے بادشاہ نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کا حکم جاری کر دیا۔

شروع سے ہی ظالم بادشاہوں کی فطرت ہے کہ ہر کام طاقت کی بنا پر کرتے ہیں لیکن انہیں یہ نہیں پتہ ہوتا کہ تقدیر کے آگے تدبیر کی دال نہیں گلتی۔ اس نے بھی بنی اسرائیل کے ہر پیدا ہونے والے بچے کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس کام کے لیے اس نے اپنے کارندے مقرر کر رکھے تھے۔ جہاں بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا اس کو قتل کر دیا جاتا۔ یوں ان بے گناہ بچوں کی ماں کی گود اجڑ جاتی اور دل خون کے آنسو روتا۔

مگر بادشاہ کی ان تدبیروں پر تقدیر ہنس رہی تھی اور کہہ رہی تھی: ''اے ظالم! جسے اپنی فوج کی کثرت پر اپنے اقتدار کی طاقت پر اور وسیع سلطنت پر غرور ہے' اس عظیم خالق کی طرف سے جس کی تقدیر کا کوئی توڑ نہیں اور جس کے فیصلے کو رد کرنے کی کسی کو مجال نہیں' یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ جس بچے سے تو خوفزدہ ہے 'وہ تیرے ہی گھر میں پرورش پائے گا اور تیرے ہی گھر میں کھائے پیئے گا' تو خود اسے بیٹا بنا کے پالے گا۔ پھر تیری دنیا اور آخرت کی تباہی اسی کے ہاتھوں میں ہوگی کیونکہ تو اس کے لائے ہوئے واضح حق کو جھٹلائے گا اور اس پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان نہ لائے گا اور اس لیے بھی کہ تجھے بلکہ تمام مخلوق کو معلوم ہو جائے گا کہ آسمانوں اور زمین کے مالک ہی کی یہ شان ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے' وہی قدرت و قوت والا ہے''۔

قطبیوں نے بادشاہ سے شکایت کہ کہ بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کرنے کی وجہ سے ان کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور خطرہ ہے کہ ان کے بڑے مرتے جائیں گے اور بچے قتل ہوتے جائیں گے تو ایک وقت آئے گا جب ہمیں وہ کام خود کرنے پڑیں گے جو بنی اسرائیل کرتے ہیں۔ تب فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال بچے قتل کیے جائیں اور ایک سال رہنے دیے جائیں۔ چنانچہ حضرت ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے قتل نہیں کیے گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے قتل کیے جا رہے تھے۔ آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ بادشاہ فرعون تھا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کے دل میں ایک بات ڈالی۔ آپ علیہ السلام کی والدہ نے ایک صندوق بنوایا۔ آپ کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا۔ انہوں نے صندوق کو ایک رسی سے باندھ دیا۔ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاتیں اور جب خطرہ محسوس کرتیں تو آپ کو صندوق میں ڈال کر دریا میں چھوڑ دیتیں۔ خود رسی کا سرا پکڑے رکھتیں۔ جب خطرہ دور ہو جاتا تو رسی کے ذریعے سے صندوق کھینچ کر بچے کو نکال لیتی۔

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بھی ڈال دی تھی کہ خوف و غم نہ کر' اگر یہ بچہ تیرے پاس سے چلا گیا تو اللہ تعالیٰ اسے تیرے پاس لائے گا' اسے نبوت عطا فرمائے گا اور دنیا و آخرت میں اس کی شان بڑھائے گا۔

ایک دن کی بات ہے کہ انہوں نے صندوق تو دریا میں ڈال دیا لیکن اس کی رسی باندھنا بھول گئیں۔ صندوق دریائے نیل کے پانی میں بہتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ فرعون کے محل کے پاس سے گزرا تو فرعون کے لوگوں نے اس کو اٹھا لیا اور محل میں لے گئے۔ ملکہ آسیہ علیہا السلام نے جب صندوق کھولا اور کپڑا ہٹایا تو موسیٰ علیہ السلام کا روشن چہرہ نظر آیا۔ دیکھتے ہی اس کے دل میں آپ کی شدید محبت پیدا ہو گئی۔ جب فرعون آیا تو بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا: ''یہ کیا ہے؟'' اور ساتھ ہی اسے ذبح کرنے کا حکم دے دیا لیکن آسیہ علیہا السلام نے مزاحمت کی اور فرمایا: ''یہ تو میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' فرعون نے فوراً جواب دیا ''تیرے لیے تو ہے' میرے لیے نہیں ہے''

آسیہ علیہا السلام نے کہا ''بہت ممکن ہے یہ ہمیں کوئی فائدہ پہنچائے'' اور واقعی ان کو موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے دو فائدے پہنچے تھے۔ دنیا میں یہ فائدہ کہ انہیں آپ کی وجہ سے ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں یہ کہ آپ کی وجہ سے انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا۔ یوں انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ ''ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیتے ہیں'' کیونکہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہ تھی۔

دوسری طرف ان کی والدہ محترمہ بیٹے کی جدائی اور فراق میں سخت غمگین ہو گئیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو تسلی دی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اپنی ایک بیٹی کو موسیٰ علیہ السلام کی خبر لینے کے لیے روانہ کیا تو پتہ چلا کہ اُدھر موسیٰ علیہ السلام نے کسی دائی کا دودھ پینے سے انکار کر دیا ہے کیونکہ اللہ نے پہلے ہی ان پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔ آپ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لیے ہزار جتن کیے گئے لیکن آپ علیہ السلام نے کسی عورت کا دودھ قبول نہ کیا بلکہ رونے کا سلسلہ جاری رکھا۔ انہوں نے آپ کو عورتوں کے ہاتھ بازار بھیجا کہ شاید کوئی ایسی عورت مل جائے جو آپ علیہ السلام کو دودھ پلا سکے۔ وہ لوگ وہاں کھڑے تھے اور عورتیں جمع تھیں کہ آپ علیہ السلام کی ہمشیرہ ان کے پاس پہنچی اور کہا ''کیا میں تمہیں ایسا گھر نہ بتاؤں جو تمہارے لیے اس بچے کی پرورش کرے اور وہ اس بچے کے بھی خیر خواہ ہوں گے'' انہوں نے کہا: ''تجھے کیا معلوم کہ وہ اس کے خیر خواہ ہوں گے اور اس پر شفقت کریں گے؟''

وہ بولیں: ''وہ بادشاہ کو خوش کرنا چاہیں گے اور اس سے فائدے کی امید رکھیں گے''۔

تب وہ سب موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ہاں پہنچ گئے اور ان کی والدہ نے انہیں دودھ پلانا چاہا تو وہ دودھ پینے لگ گئے۔ وہ بہت خوش ہوئے۔ ایک آدمی نے جا کر فوراً آسیہ علیہا السلام کو خوشخبری دی۔ آسیہ علیہا السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو محل میں بلا لیا اور انہیں وہیں رہنے کی پیشکش کی۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے یہ پیشکش منظور نہ کی اور معذرت کر لی اور کہا کہ میں بال بچوں والی عورت ہوں اور میرا خاوند بھی موجود ہے میں تو دودھ پلانے کی خدمت اسی صورت میں انجام دے سکتی ہوں کہ آپ بچے کو میرے ساتھ ہی میرے گھر رہنے دیں۔ آسیہ علیہا السلام نے اجازت دے دی اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی تنخواہ مقرر کر دی۔ اس کے علاوہ انعام و اکرام سے نوازا۔ آپ بچے کو لے گھر آ گئیں اور یوں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(جاری ہے)

بابا کی معصوم بیٹیاں!

اخت ابوالبرکات احمد۔ گوجرانوالہ

سورج کی روشنی میں جسم پر پڑتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے کسی نے کوئلہ جسم پر رکھ دیا ہو۔ ہوا بند اور حبس کا راج تھا...... دور دور تک ویرانی کے ڈیرے تھے۔ ریلوے لائن کے اردگرد کوئی انسان چلتا پھرتا نظر نہ آرہا تھا۔ چلتی ہوئی ٹرین پر زخمی او رتندرست انسان یوں لدے ہوئے تھے جیسے گندم کی بوریاں ہوں۔ ٹرین میں ہر طرف آہوں، سسکیوں اور چیخوں کا راج تھا۔ ہر کوئی جلد از جلد منزل پر زندہ سلامت پہنچ جانے کی دعائیں کر رہا تھا اور مائیں اپنے شیرخوار زخمی بچوں کو روتے ہوئے لوریاں دے رہی تھیں۔ وہ زبان حال سے کہہ رہی تھیں 'صبر میرا بچہ، بہت جلد پاکستان آنے والا ہے۔ وہاں تیرے بھائی تجھے ہاتھوں ہاتھ لیں گے، علاج معالجہ کرائیں گے۔'

کچھ جوان بچیاں چیخ رہی تھیں! ہائے بھائی جان! ہائے امی جان! آپ سب کہاں، زندہ ہیں یا مر کھپ گئے ہیں......؟؟

سب کو اپنے اپنے بچھڑ جانے والوں کا غم تھا، کسی کو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے پیاروں کے تہ تیغ کیے جانے کا صدمہ تھا...... ہر ایک کی اپنی ایک دکھ بھری کہانی تھی۔ ان سب غموں کے ماروں کو کچھ جوان یہ کہہ کر حوصلہ دے رہے تھے...... دلاسا دے رہے تھے کہ بس ذرا صبر پاکستان آنے ہی والا ہے۔ پھر آپ آزاد، محفوظ اور پیار بھری فضاؤں میں ہوں گے۔ آپ سب غم ومصائب کے چرکے بھول جائیں گے۔

یوں ٹرین کے اندر زخمیوں، بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کی چیخوں کا راج تھا۔ فریادیں تھیں، آہیں تھیں، سسکیاں تھیں...... لیکن! ان سب دلخراش اور دلدوز مناظر سے بےخبر ٹرین کوک بجاتی، چیختی، چنگھاڑتی آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی تھی...... یہ مہاجرین کی ٹرین تھی...... جو ہندوستان سے لٹے پٹے کٹے اور زخمی مسلمانوں کو لے کر پاکستان آ رہی تھی۔ ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی۔ ہندو مسلم بستیوں کی بستیاں اجاڑ رہے تھے...... ان کے ہاتھوں قتل ہو جانے سے بچ جانے والا قافلہ پاک سرزمین پاکستان، ان کی پناہ گاہ، ان کی آخری منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اچانک زور سے ٹرین کے ڈرائیور نے بریک لگا کر ٹرین کو روک دیا۔ سب لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ پریشانی کے عالم میں دریافت احوال کے لیے نیچے اترے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ٹرین کی پٹڑی پر کسی نے درختوں کے تنے کاٹ کر پھینک دیئے ہیں۔ اس بنا پر ڈرائیور نے ٹرین روکی ہے۔ لوگ ان تنوں کو اٹھا کر راستہ صاف کرنے کے لیے نیچے اترے۔ تو اچانک ایک طرف سے "جے گرودی" کا نعرہ لگاتے ہوئے سکھوں کا ایک تلواروں سے لیس دستہ ٹرین کی طرف بڑھنے لگا۔ مسلمان نوجوان بھی لاٹھیاں اور چند ایک چھریوں سے مسلح ہو کر سامنے آ گئے۔ ابھی مسلمان سوچ ہی رہے تھے کہ کیا کریں کہ اس دستے کے عقب سے سکھوں کا ایک اور مسلح جتھہ نمودار ہوا۔ انہوں نے لڑائی کے بعد مقابل مسلمانوں کو قتل کر دیا۔ سب بوڑھے لوگ اور ضعیف خواتین سہمی ہوئی تھیں۔ وہ ٹرین میں جوان مسلم بچیوں کو تلاش کر کے علیحدہ کرتے ہوئے آگے ہی بڑھتے آ رہے تھے۔ اتنے میں ایک آدمی جس کی دو بیٹیاں آمنہ اور فاطمہ بھی اس ٹرین میں سوار تھیں وہ یہ منظر دیکھ کر اپنے شفیق باپ پر زور دے رہی تھیں کہ باباجان! جلدی کریں، ٹرین سے نیچے اتر کر سامنے کھیتوں میں چلے جائیں...... باپ کہہ رہا تھا: بیٹا! وہاں جا کر کون سا بچنے کے امکانات ہیں، وہاں بھی تو سکھ دندناتے پھر رہے ہیں۔

اتنے میں سکھ تھوڑی دور رہ گئے تھے کہ آمنہ اور فاطمہ چیخیں...... باباجان! جلدی کریں ایک دفعہ تو نیچے اتریں۔ پھر ہم آپ کو بتائیں گی کہ ان سے کیسے بچا جا سکتا ہے...... دیر نہ کریں جلدی کریں۔ لہٰذا یہ بدنصیب باپ اپنی دونوں فرشتہ صفت، پاکباز، پاک سیرت بچیوں کو لے کر نیچے اترا۔ وہ چلتے ہوئے ٹرین سے کچھ دور چلے گا۔ یہاں بھی مسلم امت کی بچیوں کی عزت کی دھجیاں اڑا رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر ایک درخت کے نیچے آمنہ اور فاطمہ اپنے باپ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں اور روتے ہوئے کہنے لگیں: باباجان! ہم نے آپ کو اگر زندگی میں ستایا ہو اور تکلیف دی ہو یا نافرمانی کر کے دل دکھایا ہو تو ہمیں معاف کر دینا۔ ہم اپنے وطن پاکستان کو شاید اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ پائیں گے۔ یہاں مسلمان بیٹیوں کو ٹرین سے اتار کر بہنوں، بھائیوں اور باپوں کے سامنے ان کی عزتیں برباد کی جا رہی ہیں...... ہم اب نئے وطن پاکستان پہنچنے کی بجائے جنت میں جائیں گی...... باباجان! مہربانی فرما کر سکھوں کے یہاں آنے سے پہلے ہمیں اپنی تلوار سے ہمیشہ کی نیند سلا دو۔ ہم ذلت کی زندگی گزار نہیں سکتی۔

باپ کہنے لگا: بیٹا! میں تمہارا باپ ہوں، قصاب نہیں۔ مجھ سے یہ نہ ہوگا۔ فاطمہ بولی: بابا! کیا آپ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بیٹیوں کی عزت لٹنے کا منظر دیکھ سکتے ہیں اور غیرت کے جنازے کو کندھا دے سکتے ہیں تو پھر بت بنے کھڑے رہیں...... پھر وہ نرمی سے بولیں! وہ دیکھو! سکھ ادھر ہی آ رہے ہیں۔ اللہ کے لیے ان سے پہلے ہمیں دنیا کی قید سے آزادی دے دیں...... سکھ ادر بڑھنے لگے، بچیاں بابا کے آگے ہاتھ جوڑ کر التجائیں کرنے لگیں...... بابا تلوار اٹھاؤ...... بابا ہوش میں آؤ...... دیکھو وہ پہنچ گئے ہیں...... بابا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں تلوار پکڑی زمین پر گی لیکن ہاتھ کانپ رہے ہیں...... ادھر سکھ سامنے آ جاتے ہیں...... اپنی تلواریں لہراتے ہوئے آگے بڑھنے لگتے ہیں...... اچانک بابا کے اندر جیسے بجلی دوڑتی ہے، اس کے ہاتھوں میں کرنٹ دوڑتا ہے...... اور یکدم اس کی تلوار فضا میں بلند ہوتی ہے اور...... ایک کے دل کے پار ہو جاتی ہے...... ایک لاشہ زمین پر دھڑام سے گر جاتا ہے...... ایک سکھ وحشت سے "پاگل دیوانہ" کہتے ہوئے پیچھے کو دوڑ جاتا ہے...... اتنی دیر میں بابا کی تلوار دوبارہ فضا میں لہرا کر برس چکی ہے اور عین دل کے پار پسلیاں کاٹتی ہوئی دوسری طرف جا نکلتی ہے...... دوسرا لاشہ بھی کٹے درخت کی طرح گر جاتا ہے...... بابا اپنے سامنے کا منظر دیکھ کر جیسے ہوش میں آ گیا ہو اور پھر پکار اٹھتا ہے۔ میری لاڈلی معصوم بیٹیوں...... مجھے معاف کر دینا...... اس کے سوا عزتوں کی حفاظت کا کوئی طریقہ باقی نہ بچا تھا...... بابا کی دونوں بیٹیاں زمین پر پڑی تڑپ رہی تھیں اور بابا خون آلود تلوار پھینک کر ایک بچے کی طرح بلک رہا تھا۔ سکھ بابا کو "جنوبی و پاگل قرار دیتے ہوئے بھاگ چکے تھا......" سکھوں کے جانے کے بعد ٹرین سے کچھ مسلمان دریافت احوال کے لیے وہاں پہنچے تو روتے روتے دونوں بچیوں کو پاکستانی سرحد سے پیچھے ہی دفنا دیا اور بابا کو ٹرین میں سوار کر لیا۔ ٹرین اب پھر پاک سرزمین کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جن کی بچیاں سکھ لے جا چکے تھے۔

رمضان المبارک میں دارالاندلس کی مطبوعات خود بھی پڑھیے اور دوسروں کو تحفہ میں دیجیے

قرآنی آیات اور صحیح احادیث پر مشتمل

تفسیر القرآن الکریم

پارہ 1 تا 10

فضیلۃ الاستاذ حافظ عبدالسلام بن محمد

کتب تفاسیر میں ایک اور گراں قدر اور خوبصورت اضافہ

قارئین کرام کی خدمت میں دارالاندلس کی طرف سے رمضان المبارک میں پیش کیا جانے والا ایک انمول تحفہ

مترجم قرآن میڈیم اور لارج

مساجد اور مدارس
کے لیے سادہ قرآن پاک
کی ورائٹی دستیاب ہے

مزید معلومات کے لیے مسئولین اور تاجر حضرات جلد رابطہ فرمائیں۔ 03224005335 0322-4005775

دارالاندلس
4-لیک روڈ چوبرجی لاہور
042-37230549

6-غزنی سٹریٹ نزد رحمٰن مارکیٹ اردو بازار لاہور
+92-42-37242314

Head Office
Ph: +92-42-37150891
Fax:+92-42-37150889